درسِ حیات المسلمین

جلد اوّل

- فقر و فاقہ اور تنگدستی کا علاج
- تشویش اور پریشانی کا علاج
- کثرت ذکر اللہ کی برکت
- پریشانیوں کے اسباب اور ان کا علاج
- تقدیر پر راضی رہنا
- اللہ تعالیٰ کی محبت
- اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے فائدے
- اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت
- کثرت ذکر اور اللہ تعالیٰ کی محبت
- شیخ سے تعلق

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مکتبۃ الاسلام کراچی

پیشِ لفظ

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمدهٗ و نصلّی علٰی رسولہٖ الکریم و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

امّا بعد!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسکی توفیق سے منگل کے دن عصر کی نماز کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کی مسجد میں کچھ احباب اور عزیز طلباء جمع ہو جاتے ہیں، اور انکی خدمت میں عمل کرنے اور کرانے کی نیت سے دین کی کچھ باتیں عرض کرنیکا معمول ہے، بعض احباب کا کہنا ہے کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، آمین۔

ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ میں سیدی وسندی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے مشورہ سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''حیاتُ المسلمین'' پڑھنا اور بقدرِ ضرورت اسکی تشریح کرنا شروع کی، احباب کو اس کتاب کا درس بہت پسند آیا، اور اسکی ضرورت بھی تھی، کیونکہ یہ کتاب حضرت تھانویؒ نے مسلمانوں کی خستہ حالی اور بدحالی دور کرنے کے لئے لکھی تھی، اور آجکل مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔

بہرحال! جناب مولانا قاری خلیل الرحمٰن صاحب ڈیروی مدظلہ کے دل میں شدّت سے داعیہ پیدا ہوا کہ ''حیاتُ المسلمین'' کی اس تشریح وتوضیح کو باقاعدہ محفوظ کیا جائے اور پھر مرتّب کرکے ''درسِ حیاتُ المسلمین'' کے نام سے شائع کیا جائے، تاکہ دیگر مسلمان بھی اس سے فائدہ اُٹھاسکیں، انہوں نے بندہ سے اسکا ذکر کیا، بندہ کو بھی اِن کی رائے مفید معلوم ہوئی، پھر اس کام کی ذمّہ داری بھی موصوف نے قبول کرلی، اور حق تعالیٰ شانہ نے اس کا انتظام فرمادیا، چنانچہ ایک ایک، دو دو، بیان وہ محفوظ کرکے کمپوز کرواتے رہے، اور احقر کو دکھلاتے رہے، جب تقریباً سترہ بیان

ہو گئے اور ایک جلد کے برابر مواد جمع ہو گیا تو مشورہ سے ''درسِ حیاتُ المسلمین'' کے نام سے اسکی پہلی جلد شائع کی گئی ہے، جو آپکے سامنے ہے، **فللّٰہ الحمد و الشکر۔**

اس کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ ''حیاتُ المسلمین'' کی احادیث ومضامین کی اپنی بساط کے مطابق تشریح وتوضیح ہے، جو کیسٹوں اور سیڈیوں کے ذریعے تیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں، بلکہ خطابی ہے، اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے، اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہو تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

لیکن الحمدللہ! اس تشریح وتوضیح کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں ہے، بلکہ سب سے پہلے اپنے آپکو اور پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے، اسی جذبہ سے اسکو پڑھنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ''حیاتُ المسلمین'' کی اس ادنیٰ تشریح وتوضیح کو بندہ اور تمام قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور جن جن احباب نے اسکی تیاری میں حصہ لیا ہے، بالخصوص مولانا قاری خلیل الرحمٰن صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں، میرے اور ان کیلئے اسکو صدقۂ جاریہ بنائیں، اور ناشر کو بھی اس خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمائیں۔

آمین بحرمة سیّد المرسلین و شفیع المذنبین

صلّی اللّٰه علیه وسلّم الٰی یوم الدّین.

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۱۸ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

بروز جمعرات قبیل العصر

عرضِ مرتّب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی سیّد المرسلین و آلہٖ و أصحابہٖ أجمعین

أمّا بعد!

حق تعالیٰ شانہ نے ماضی قریب میں حکیم الاُمّت ،مجدّ دالملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرّ ہ سے جوتجدیدی کام لیا،وہ اپنی مثال آپ ہے،اعمال واخلاق کی اصلاح کے سلسلے میں حضرت والارحمہ اللہ کی تصانیف اور مواعظ وملفوظات اکسیر کادرجہ رکھتے ہیں،آپ نے ایسے ایسے اہم اور باریک اُمور کی طرف بھی توجہ دلائی،جس کی طرف عموماً ذہن نہیں جاتا،خصوصاً معاملات کی صفائی اورادائیگیِ حقوق کے سلسلے میں ایسے ایسے گوشے نمایاں کیے،جن میں کوتاہیوں کی وجہ سے اسلامی معاشرت برباد ہوکررہ جاتی ہے،جبکہ ان میں اسلامی تعلیمات پرعمل کرنے سے صحیح اسلامی معاشرہ کاحسن نکھر کے سامنے آجاتا ہے اور دنیا سکون وراحت کے لحاظ سے جنّت کانمونہ بن جاتی ہے۔

مجدّ دالملّت ہونے کی وجہ سے امّت کادرد،دل میں کوٹ کوٹ کربھراہوا تھا، اورمسلمانوں کی زَبوں حالی پرکُڑھتے رہتے،اورمسلمانوں کی پستی اور بدحالی کے اسباب پرغورفرماتے رہتے،اورحق تعالیٰ جلّ شانہ اصلاحِ امّت کے سلسلے میں آپ کے دل پرجو اِلقاءفرماتے،آپ تحریراور خطاب کی صورت میں امّت کے سامنے پیش

فرماتے رہتے۔

مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کیسے واپس آئے؟ اور مسلمانوں کی پستی اور زبوں حالی کیسے دور ہو؟ مسلمانوں کے اعمال واخلاق کی اصلاح کیسے ہو؟ اس سلسلے میں حکیم الاُمّت حضرت تھانویؒ کی دوسری متعدّد تصنیفات کے علاوہ، ایک اہم تصنیف ''حیات المسلمین'' ہے، جو آپ کی تعلیمات کا نچوڑ اور طویل غور وفکر کا نتیجہ ہے، جسے آسان تر بنانے میں حضرت تھانویؒ نے سعیِ بلیغ فرمائی، جس میں حضرت تھانویؒ نے قرآن وسنّت کی روشنی میں مسلمانوں کی دنیا وآخرت میں صلاح وفلاح کے وہ عظیم گُر تحریر فرمائے ہیں، جن پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی بدحالی، خوشحالی میں تبدیل ہوسکتی ہے، مسلمانوں کی ذلت عزت میں، جبکہ پریشانیاں اور ناکامیاں خوشیوں اور کامیابیوں میں بدل سکتی ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدّس سرّہ نے اس کتاب پر اپنا ایک وقیع مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس سے کتاب کو سمجھنے میں مزید آسانی ہوجاتی ہے، ضرورت اس بات کی تھی کہ امّت کو اس کتاب کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ کیا جائے، اور اس میں ذکر کردہ قرآن وسنّت کی تعلیمات کو عام کیا جائے، تاکہ اس پر زیادہ سے زیادہ عمل کر کے اجتماعی اور انفرادی زندگی کو خوشگوار بنایا جاسکے۔

حق تعالیٰ شانہ سیدی وسندی حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدّظلّہم کو جزاءِ خیر عطا فرمائے (آمین)، جنہوں نے اپنے ہفتہ واری اصلاحی بیان

میں جو ہر منگل کو جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی میں بعد نمازِ عصر پابندی سے ہوتا ہے ''حیاتُ المسلمین'' کا باقاعدہ درس شروع فرمایا، اور مسلمانوں کے موجودہ حالات کے تناظر میں ''حیاتُ المسلمین'' میں ذکر کردہ تعلیمات کی تشریح بڑے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان کرنی شروع کی، جس کا سلسلہ حسبِ معمول ہر منگل کو جاری ہے، حاضرین نے اس کی افادیت اور نافعیت بہت زیادہ محسوس کی، اور حضرت والا سے یہ درخواست کی کہ اگر ان بیانات کو تحریری شکل میں لا کر ان حضرات تک پہنچانے کا انتظام ہو جائے جو مجلس میں کسی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے، تاکہ وہ بھی ان قیمتی تشریحات سے مستفید ہو سکیں تو یہ مناسب ہوگا، حضرت والا نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے ان بیانات کی ''درسِ حیاتُ المسلمین'' کے نام سے جمع وترتیب اور اس کی طباعت کی اجازت مرحمت فرمادی، چنانچہ پہلی جلد آپ کے ہاتھ میں ہے، جبکہ اگلی جلدوں پر کام جاری ہے، باقی جلدیں بھی اِن شاء اللہ تعالیٰ جیسے جیسے تیار ہوتی جائیں گی، آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہوتی رہیں گی۔

یکے از خدام حضرت والا مد ظلہم

خلیل الرحمٰن غفر اللہ لہ

اُستاذ و مدرّس جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۴۳۳/۶/۲۴ھ

اجمالی فہرستِ بیانات

فہرستِ مضامین

(۲) ''حیاتُ المسلمین'' تصنیف کرنے کی وجہ

(۳) ''حیاتُ المسلمین'' کا مقدّمہ

(۴) حیاتِ طیبہ حاصل کرنے کا طریقہ

(۵) فقر و فاقہ اور تنگدستی کا علاج

(۶) فقر و فاقہ اور تنگدستی کا علاج (۲)

(۷) فقر و فاقہ اور تنگدستی کا علاج (۳)

(۸) تشویش اور پریشانی کا علاج (۱)

(۹) تشویش اور پریشانی کا علاج (۲)

(۱۰) کثرتِ ذکر اللہ کی برکت

(۱۱) پریشانیوں کے اسباب

(۱۲) تقدیر پر راضی رہنا

(۱۳) اللہ تعالیٰ کی محبت

(۱۴) اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکے فائدے

(۱۵) اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت

(۱۶) کثرتِ ذکر اور اللہ تعالیٰ کی محبت

(۱۷) شیخ سے تعلّق

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

حضرت تھانویؒ کے

کچھ اہم اصلاحی رسائل کا تعارف

تمہید درسِ حیات المسلمین

بیان نمبر (۱)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیات المسلمین

موضوع: حضرت تھانویؒ کے کچھ اہم اصلاحی رسائل کا تعارف

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴؍

تاریخ: ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

۲۷ اکتوبر ۲۰۰۹ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَمَنۡ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لّآ اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصۡحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مَنۡ عَمِلَ صٰلِحًا مِنۡ ذَکَرٍ أَوۡ أُنۡثٰی وَ ھُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَ لَنَجۡزِیَنَّھُمۡ أَجۡرَھُمۡ بِأَحۡسَنِ مَا کَانُوا یَعۡمَلُونَ○

(النحل: آیت ۹۷)

صدق اللّٰہ العظیم

میرے قابلِ احترام بزرگو!

رمضان المبارک کے بعد اور چند دیگر اسفار کے بعد آج آپ کی خدمت میں حاضری ہوئی ہے، اور آج سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے یہ (اصلاحی بیان کا) سلسلہ دوبارہ شروع ہو رہا ہے، اللہ جلّ شانہ اپنے فضل وکرم سے اس سلسلے کو قبول فرمائے، اور ہم سب کے حق میں دین ودنیا دونوں کے لحاظ سے اس کو بہت ہی نافع اور مفید بنائے، (آمین)۔

حیاتُ المسلمین

امسال، اللہ جلّ شانہ کے فضل سے اور اکابر کے مشورے سے یہ بھی ارادہ کیا گیا ہے کہ حکیم الأمت، مجدد الملت حضرت مولانا تھانویؒ کا ایک مشہور ومعروف رسالہ جس کا نام "حیاتُ المسلمین" ہے، وہ تھوڑا تھوڑا پڑھ کر سنایا جائے گا، اور اس کی تشریح کی جائے گی، إن شاء اللہ تعالیٰ، جیسا کہ اس سے پہلے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بہت ہی جامع، کامل اور مکمل رسالہ "تعلیم الدین" تھوڑا تھوڑا پڑھ کر سنایا گیا تھا، اور اس کی وضاحت کی گئی، جیسے وہ رسالہ بڑا ہی نافع اور بہت مفید تھا، ایسے ہی حضرتؒ کا یہ رسالہ بھی مسلمانوں کے لئے، ہمارے اور آپ کے لئے بہت ہی اہم، بہت ہی جامع اور بہت ہی مفید ہے، اور اس رسالے میں حضرت تھانویؒ نے قرآن وحدیث سے وہ اہم اہم باتیں جمع فرمائی ہیں، جن پر عمل کرنے سے حیاتِ طیبہ نصیب ہوگی، سکون اور چین والی زندگی، عزت اور آرام والی زندگی میسر آئے گی، اور دنیا کی زندگی میں جو طرح طرح کے مصائب، پریشانیاں،

تکلیفیں، حادثات وسانحات، دشمنوں کا تسلط اور ظلم، مہنگائی اور بیروزگاری جیسی پریشانیاں ہیں، إن شاء اللہ سب دور ہوں گی، اور آخرت میں بھی کامیابی نصیب ہوگی، یعنی دنیا میں راحت حاصل ہوگی، نیز آخرت میں، قبر، قیامت اور دوزخ کے عذاب سے بھی نجات ملے گی، جو بہت بڑی کامیابی ہے۔

اصلاحی نصاب

حضرت تھانویؒ کے دس اہم اہم رسالوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا ہے، اور اس کا نام ہے: ''اصلاحی نصاب'' جیسے نو، دس رسائل، جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے ہیں، اور شروع میں اس کا نام ''تبلیغی نصاب'' رکھا تھا، جس میں زیادہ تر رسائل فضائل سے متعلق ہیں، جیسے فضائلِ نماز، فضائلِ صیام، فضائلِ رمضان، فضائلِ زکوٰۃ، فضائلِ حج، فضائلِ تبلیغ، فضائلِ درود وغیرہ، اور آج کل اس مجموعہ کا نام ''فضائلِ اعمال'' ہے، اور اللہ جلّ شانہ نے اس کو اتنی مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ وہ پوری دنیا میں پڑھی جا رہی ہے، اور بعض بزرگوں نے یہ اندازہ لگایا کہ کوئی گھڑی ایسی نہیں جاتی، جب وہ کتاب دنیا میں کہیں پڑھی نہ جا رہی ہو، اور بلاشبہ وہ بھی ہم سب کے مطالعہ میں ہونی چاہئے، کیونکہ اس میں جو فضائل بیان کیے گئے ہیں، سب قرآن و حدیث کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں، جو سب معتبر اور مستند ہیں، اور ان پر عمل کرنے سے بھی انسان دنیا و آخرت میں فلاح پائے گا، اور الحمدللہ! ہزاروں انسان کامیاب ہو چکے ہیں، مصیبت کی زندگی سے چھٹکارا پا کر سکون کی زندگی حاصل کر چکے ہیں، اور کر رہے ہیں، اسی طرح

حضرت تھانویؒ کے تقریباً دس رسائل پر مشتمل مجموعہ کا نام ''اصلاحی نصاب'' ہے، ان میں سے سب سے پہلا رسالہ ''حیاتُ المسلمین'' ہے، دوسرا رسالہ: ''حقوق الاسلام'' تیسرا حقوق الوالدین، چوتھا: آداب المعاشرت، پانچواں: اغلاط العوام، چھٹا: جزاء الاعمال، ساتواں: فروع الایمان، آٹھواں: زادالسعید، نواں: تعلیم الدین، جو آپ سن چکے ہیں، اور دسواں ہے: تسہیل قصد السبیل۔

یہ رسائل بھی ایسے ہیں کہ ہر رسالہ نہایت اہم ہے، اور ہم سب کی زندگی میں اس کی بے حد ضرورت ہے، اس لئے یہ ''اصلاحی نصاب'' بھی ہم سب کے پاس ہونا چاہئے، اور ہر گھر میں ہونا چاہئے، اور خود بھی باقاعدگی کے ساتھ اس کا مطالعہ شروع کر دینا چاہئے، کیونکہ یہاں تو ہفتے میں صرف ایک مرتبہ بیان ہوتا ہے، اور وہ بھی صرف آدھا گھنٹہ، یا کبھی کچھ اس سے زیادہ، یا کچھ اس سے کم، تو ایک ہی رسالہ پڑھنے اور سننے سنانے میں ہوسکتا ہے کہ سال گزر جائے، اور ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ ان رسائل کا مطالعہ کریں، اور ان میں حضرتؒ نے ہماری زندگی کی اصلاح اور درستگی کے لئے، آخرت کی صلاح وفلاح کے لئے جو باتیں بیان فرمائی ہیں، ہم بلاتاخیر ان پر عمل شروع کریں۔

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ روزانہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے لئے دس پندرہ منٹ نکالیں، اور یہ دس پندرہ منٹ ہم نکالنا چاہیں، تو بہت ہی آسانی سے نکال سکتے ہیں۔

زندگی کا مقصد اپنے رب کی رضا

اتنا کریں کہ ہم اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھ لیں، اور اس کی اہمیت کو ذہن نشین

کرلیں، اس دنیا میں ہماری زندگی کا مقصد محض اور محض اپنے پیارے پروردگار کو راضی کرنا ہے، اور جن باتوں کو کرنے کا اس نے حکم دیا ہے، ان کو بجالانا ہے، اور جن باتوں سے اس نے منع کیا ہے، اس سے بچنا ہے، یہ ہماری زندگی کا مقصد ہے، جب یہ مقصد طے ہے، تو ہمیں بلا تاخیر اس مقصد کے حصول کے لئے دس پندرہ منٹ تو کیا، گھنٹوں بھی نکالنے پڑیں، تو نکالنے چاہئیں، کچھ وقت نکال کر پوری یکسوئی اور توجہ کے ساتھ، ہم اس کا مطالعہ شروع کریں۔

کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، تو علماء سے پوچھیں

اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو بڑے گہرے علم سے نوازا تھا، اور حضرتؒ نے ''حیات المسلمین'' کے مقدمے میں تحریر بھی فرمایا ہے کہ میں نے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ آسان کرنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ حضرت تھانویؒ کا علم اتنا گہرا ہے کہ ان کے بعض مواعظ اور بعض تصانیف بھی ایسی ہیں کہ عام لوگ تو کیا، خاص لوگ بآسانی نہیں سمجھ سکتے، لیکن حضرتؒ فرما رہے ہیں کہ جس قدر ہوسکتا تھا، میں نے اس کتاب کو آسان سے آسان کرنے کی کوشش کی ہے، اور واقعۃً ہے بھی یہ آسان، لیکن پھر بھی میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر کہیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، تو اس کو چھوڑ دیں، اور جو بات سمجھ میں آئے، اس کو لیکر اس پر عمل کرلیں، یہ تو کوئی مشکل ہی نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری بات، جو سمجھ میں آرہی ہے، اس کے سمجھنے کی وجہ سے وہ پہلی بات بھی سمجھ میں آنا شروع ہوجائے گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ، چونکہ آدمی کو شروع میں مناسبت نہیں ہوتی، اس لئے بات سمجھ

میں نہیں آتی، مناسبت ہوجانے کے بعد پھر سمجھ میں آنے لگتی ہے، یا پھر یہ کام کرے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے، اس پر نشان لگالے، اور پھر کسی مناسب وقت پر اپنے مقامی علماء سے مل کر وہ بات سمجھ لے، لیکن اس کا مطالعہ شروع کردے، طلبہ کے لئے تو آسانی ہے کہ وہ لائبریری میں چلے جائیں، وہاں إن شاء الله تعالیٰ یہ ''اصلاحی نصاب'' موجود ہوگا، وہ روزانہ دس پندرہ منٹ وہاں جاکر آرام سے مطالعہ کرسکتے ہیں، اساتذۂ کرام اپنے نام پر یہ کتاب جاری کرواسکتے ہیں، اور دوسرے حضرات کتب خانے سے خرید سکتے ہیں، بہت زیادہ مہنگی کتاب نہیں ہے، حضرتؒ کا یہ مجموعۂ رسائل حضرتؒ کی تعلیمات کا مغز ہے۔

حقوق العباد کی اہمیت پر زور

حضرت تھانویؒ کی تعلیمات میں حقوق العباد کی ادائیگی پر بہت ہی زیادہ زور دیا گیا ہے، اس لئے رسالہ ''حقوق الاسلام'' میں حضرت تھانویؒ نے بہت سے حقوق بیان فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حقوق، انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے حقوق، صحابہؓ اور تابعینؒ کے حقوق، علماء کے حقوق، عام مسلمانوں کے حقوق، یہاں تک کہ جانوروں کے بھی حقوق بیان فرمائے ہیں، حقوق الوالدین اور حقوق الزوجین تو دو الگ مستقل رسالے ہیں، اب دیکھئے! یہ حقوق کتنے ضروری ہیں؟ بعض فرض وواجب ہیں، بعض مسنون ومستحب ہیں، لیکن ہمیں معلوم ہی نہیں ہیں، جب معلوم ہی نہیں ہیں، تو ادا کیسے کریں گے؟ اور ادا نہیں کریں گے، تو پھر نجات کیسے ہوگی؟ سب سے زیادہ سنگین معاملہ بندوں کے حقوق کا ہے، اللہ تعالیٰ تو بڑے

رحمٰن ورحیم ہیں، ان کے حقوق میں کوتاہیاں ہوجائیں، تو بہت سے حقوق وہ خود ہی معاف فرمادیتے ہیں، ورنہ محض بندے کی طرف سے سچی توبہ کرنے سے بھی معاف فرمادیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی معمولی معمولی بہانوں میں درگزر فرماتے ہیں، اور معاف فرماتے ہیں، لیکن بندوں کی حق تلفی کے سلسلے میں انہوں نے یہ ضابطہ بنایا ہے کہ جب تک بندے سے معاف نہیں کروائیں گے، یا اس کا حق ادا نہیں کریں گے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کریں گے۔

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت زیادہ زور دیا ہے، نفلی عبادت پر حضرتؒ اتنا زور نہیں دیتے تھے، اور اس میں کسی سے کوئی کوتاہی ہوجائے، تو حضرتؒ اس پر زیادہ تنبیہ نہیں فرماتے تھے، لیکن اگر کسی نے کسی کو ستایا، کسی نے کسی کو پریشان کیا، کسی نے کسی کو ناحق تکلیف پہنچائی، اس پر حضرتؒ بہت زیادہ تنبیہ فرماتے تھے، لہٰذا ہمیں اس بات کو اپنے ذہن میں بٹھالینا چاہئے کہ ہمیں بھی اپنی یہ کوتاہی دور کرنی ہے۔

ہمیں حقوق کا علم ہی نہیں ہے

ہمارے اندر یہ خامی اور کمزوری بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ ہمیں بندوں کے حقوق کا علم ہی نہیں ہے، اور جب علم ہی نہیں ہے، تو ادا کہاں سے کریں گے؟ اور علم نہ ہونے کی وجہ سے، یا علم ہوتے ہوئے بھی ادا نہ کرنے کی وجہ سے... نہ جانے ہم نے کن کن کو ستایا ہوا ہے، کن کن کو پریشان کیا ہوا ہے، کس کس کی غیبتیں کر رکھی ہیں، کس کس کو طعنے دے رکھے ہیں، کس کس پر الزامات لگائے ہوئے ہیں، کن کن

پر تہمتیں لگا رکھی ہیں، کن کن کے مال کھائے ہوئے ہیں، کن کن کی چیزیں ہم نے بغیر اجازت کے استعمال کر رکھی ہیں، اور کن کن کے پیسے لیکر کھائے ہوئے ہیں؟ کم تولنے اور کم ناپنے کا رواج عام ہے، نقلی کو اصلی بتا کر دھوکا دینے کا رواج عام ہے، اور یہ ساری حقوق العباد کی کوتاہیاں ہیں۔

چار آنے ناحق کھانے پر سات سو مقبول نمازیں

پہلے بھی میں کئی مرتبہ اس کا ذکر کر چکا ہوں کہ حضرت امامِ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب التذکرہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کسی نے دنیا میں کسی کے چار آنے ناحق کھائے ہوں گے، تو قیامت کے دن اس کو اس کے بدلے سات سو مقبول نمازیں دینی پڑیں گی، اور چونی کی حالت یہ ہے کہ آج اگر کسی فقیر کو دو، تو وہ بھی نہ لے، لیکن آخرت میں اس کا یہ انجام ہوگا کہ اس کے بدلے سات سو مقبول نمازیں دینی پڑیں گی، تب جا کر چونّی ادا ہوگی، تو اب دیکھئے کہ ہمارا حال کیا ہوگا؟

ان رسائل میں حضرتؒ نے حقوق العباد کی بہت زیادہ تفصیل بیان فرمائی ہے، اور ہمارے معاشرے میں جو کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، ان کی نشاندہی فرمائی ہے، اور ان کے ادا کرنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے، جب ہمیں علم ہوگا، تو إن شاء اللہ عمل کی بھی توفیق ہوجائے گی، اور اگر ہمیں علم ہی نہیں ہوگا، تو عمل کیسے کریں گے؟ اور فضائل ایسے ہیں کہ کرو، تو ثواب، نہ کرو، تو کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن یہ حقوق فرائض و واجبات میں سے ہیں، ان کو ادا کرنا ہی کرنا ہے، ادا نہ کرنے کی صورت میں بڑا عذاب ہے، بڑا وبال ہے، اور بڑا نقصان اور بڑا خطرہ ہے، اس لحاظ سے یہ رسائل

بڑے اہم ہیں، بلکہ ہم سب کی اصلاح کا دارومدار ان پر ہے، اگر ان پر ہمارا عمل ہوگیا، تو اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ ہماری معاشرت صحیح ہوجائے گی، ہمارے معاملات درست ہوجائیں گے، ہمارے اخلاق درست ہوجائیں گے، کیونکہ معاشرت، معاملات اور اخلاق، ان تینوں موضوعات پر الحمدللہ! اس رسالہ میں کافی شافی مواد موجود ہے، اس لئے اپنے مطالعہ میں اس کو ضرور رکھیں، اور ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کو اس کی تعلیم بھی دیں۔

عام طور پر لوگ عشاء کے بعد کھانا کھا کر فارغ ہوجاتے ہیں، تو اس وقت گھر کا کوئی فرد، جو اردو پڑھنا جانتا ہو، وہ اس رسالے کو پڑھ کر سنائے، سب سے پہلے "حیاتُ المسلمین" ہی سے شروع کریں، اور جن کو رات میں وقت نہ ملتا ہو، دن میں وقت ملتا ہو، وہ دن میں اپنا معمول بنالیں، لیکن روزانہ تھوڑا تھوڑا اپنے گھر والوں کو پڑھ کر سنانا چاہئے، اور گھر کے جو افراد از خود مطالعہ کر سکتے ہیں، ان کو مطالعہ کرنے کیلئے دے دیں کہ بھئی! آپ خود مطالعہ کرلیں، ایسا کرنے سے اپنے گھر والوں کی دینی تربیت کی جو ذمہ داری ہم پر ہے، وہ اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ کسی حد تک پوری ہوجائے گی، ان کو فائدہ ہوگا، اور ان کا فائدہ درحقیقت ہمارا ہی فائدہ ہے۔

ہم سب کے جمع ہونے کا مقصد

یہ بات میں پہلے بھی کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ ہم سب کے یہاں جمع ہونے کا مقصد کوئی تقریر نہیں ہے، کوئی خطاب نہیں ہے، ہمارے اور آپ کے یہاں جمع ہونے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم تھوڑی دیر کے لئے اپنی اصلاح کی فکر لیکر بیٹھیں،

اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کی نیت سے بیٹھیں، اور خالص عمل کرنے کے ارادے سے بیٹھیں، اور جو کچھ بیان کیا جائے، پوری توجہ کے ساتھ اس کو سنیں، دور دور ہو کر نہ بیٹھیں، قریب قریب مل کر سنت کے مطابق بیٹھیں، اور پھر جو بات سنیں، اس کو یاد رکھیں، اور سنتے ہی اس پر اسی وقت سے عمل کرنا شروع کر دیں، یہ ہمارا مقصد ہے، لہٰذا ابھی سے ہم سب اپنی اپنی نیت درست کر لیں، نیت یہ کر لیں کہ یا اللہ! ہم یہاں پر اس لئے جمع ہوتے ہیں، تاکہ آپ کا دین ہماری زندگیوں میں آجائے، آپ کے دین کی باتیں ہمارے عمل میں آجائیں، ہم آپ کے سچے، پکے اور فرمانبردار بندے بن جائیں، ہمارا ظاہر بھی درست ہو جائے، ہمارا باطن بھی سنور جائے، اور ہمیں اپنے جو عیب معلوم ہوں، جو کوتاہیاں معلوم ہوں، وہ دور ہو جائیں، جن اعمال کی ہماری زندگی کے اندر کمی ہے، خلل ہے، وہ کمی دور ہو جائے، خلل ختم ہو جائے، اس نیت سے آئیں گے، تو جیسی آدمی کی نیت ہوتی ہے، ویسا ہی اس کو پھل ملتا ہے۔

نیت کی تاثیر

اللہ پاک نے نیت کے اندر عجیب و غریب تاثیر رکھی ہے، حسنِ نیت، جس کا دوسرا نام ہے: اخلاص، یہ تمام اعمال کی روح ہے، جیسے ہمارا جسم دو چیزوں سے مل کر بنا ہے، ایک جسم ہے، جس میں گوشت بھی ہے، ہڈیاں بھی ہیں، پٹھے بھی ہیں، رگیں بھی ہیں، خون بھی ہے، ان سب کے مجموعے کو جسم کہتے ہیں، اور ایک ہمارے جسم کے اندر روح ہے، روح اور جسم دونوں سے ہم مرکب ہیں، اسی وجہ سے ہم کھاپی

رہے ہیں، سو رہے ہیں، جاگ رہے ہیں، چل پھر رہے ہیں، اور پھر ان دونوں چیزوں میں بھی روح اصل ہے، کیونکہ روح اوپر کی چیز ہے، اور جسم نیچے کی چیز ہے، روح اُوپر سے آئی ہے، اور جسم زمین کی مٹی سے بنا ہے، جب انسان مرجاتا ہے، تو اس کی روح جسم سے نکل کر اوپر چلی جاتی ہے، اور جسم زمین کا تھا، وہ زمین میں رہ جاتا ہے، جس کو قبر میں دفنادیا جاتا ہے، قبر میں جا کر کسی کا جسم گل جاتا ہے، حتی کہ ہڈیاں بھی گل جاتی ہیں، کسی کا جسم قبر میں بھی صحیح سلامت رہتا ہے، جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جسم بالکل صحیح سالم رہتا ہے، ایسے ہی شہداء کا بھی، ایسے ہی بعض اولیاء اللہ کا بھی، بعض نیک لوگوں کا بھی، باوجودیکہ روح اوپر جا چکی ہے، اور عالمِ برزخ میں پہنچ چکی ہے، پھر بھی اس دنیاوی جسم سے اس کا تعلق قوی رہتا ہے، تعلق قوی ہونے کی وجہ سے دنیاوی قبر کے اندر ان کا جسم متاثر نہیں ہوتا، اور خاک نہیں ہوتا، تو جسم اور روح کے اندر بھی روح اصل ہے، جب تک آدمی کے جسم میں روح رہتی ہے، وہ زندہ رہتا ہے، اور کتنا ہی محبوب ہو، وہ اس روح کے جسم میں رہنے تک ہی محبوب رہتا ہے، اس کے بعد جب روح نکل جاتی ہے، تو اس محبوب کے جسم سے بھی ڈر لگنے لگتا ہے، اور آدمی کو خوف آنے لگتا ہے، روح نکل جانے کے بعد بھی اس کے ہاتھ پاؤں، کان، آنکھ سب کچھ موجود ہے، پھر بھی کوئی اس کو رکھنے کے لئے تیار نہیں ہے، معلوم ہوا کہ روح قیمتی ہے، جسم اتنا قیمتی نہیں ہے، آدمی مرنے کے بعد نہ اپنی اولاد کے جسم کو گھر میں رکھتا ہے، نہ اپنے ماں باپ کے جسم کو گھر میں رکھتا ہے، جلد سے جلد اس کی تجہیز وتکفین کر کے اس کو دفنانے کی فکر کرتا ہے، تو آدمی کا جسم دنیا میں مٹی ہوجاتا ہے، اور روح دنیا سے جانے کے بعد

اب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہے گی، اس لئے روح قیمتی ہے، کیونکہ روح سوار کی طرح ہے، اور جسم اس کی سواری کی طرح ہے، اور اصل چیز سوار ہوتا ہے، نہ کہ سواری۔

اخلاص، اعمال کی روح ہے

ایسے ہی جتنے بھی اعمال ہیں، وہ جسم کی طرح ہیں، اور ان کی روح اخلاص اور اچھی نیت ہے، اگر ان اعمال میں اخلاص اور حسن نیت ہے، تو وہ معتبر ہیں، مقبول ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں باعثِ قرب ہیں، آخرت میں اس کا بڑا اجر ہے، پھر تھوڑا بھی بہت ہے، اور خدانخواستہ اگر کسی کے عمل کے اندر اخلاص نہیں ہے، اچھی نیت نہیں ہے، تو پھر بہت سا عمل ہونے کے باوجود بھی اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس کا کوئی وزن نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہے، بلکہ الٹا عذاب اور وبال ہے، جیسے ریا کاری کے اندر ہوتا ہے، دکھاوے کے اندر ہوتا ہے، نام ونمود کے اندر ہوتا ہے، تو پھر وہ ایسے ہی ہے، جیسا کہ بغیر روح کے جسم، جیسا بغیر روح کے جسم کی کوئی قیمت اور کوئی حیثیت نہیں ہے، کیا کوئی آدمی مری ہوئی بکری یا بکرا خریدنے کے لئے تیار ہوگا؟ مری ہوئی بھینس کون لے گا؟ بس! ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ اخلاص اور حسنِ نیت سے خالی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں بے قیمت ہے، اس لئے سب سے پہلے ہم اپنی نیت صحیح کرلیں کہ إن شاء اللّٰہ تعالیٰ، جب ہم یہاں آئیں گے، اور اب بھی جبکہ ہم یہاں بیٹھے ہیں، یہی نیت ہو کہ إن شاء اللّٰہ دین کی باتیں سنیں گے، اور ان پر عمل کریں گے۔

دین کی باتیں دوسروں تک پہنچانے کی نیت

اور ساتھ ساتھ ایک نیت یہ بھی کرلیں کہ جو کچھ سنیں گے، وہ اپنے گھر والوں

کو بھی جا کر بتائیں گے، اپنے کمرے کے ساتھیوں کو بھی جا کر بتائیں گے، دین کی باتیں دوسروں تک پہنچانے کی نیت کرنے سے اِن شاء اللہ تعالیٰ اس نیت کا بھی ثواب ملے گا، اس طرح نیت کا ثواب الگ ملے گا، سننے کا ثواب الگ ملے گا، عمل کرنے کا ثواب الگ ملے گا، اور پھر اپنے گھر والوں کو اور اپنے کمرے کے ساتھیوں کو سنانے کا اجر الگ ملے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ، یہ اخلاص اور حسنِ نیت ایسا سونا ہے، کہ یہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، جتنی جتنی آپ نیتیں کرتے چلے جائیں گے، اتنا اتنا ثواب بڑھتا چلے جائے گا، جتنی نیت اتنا ہی ثواب، لہٰذا ایک نیت یہ کر لیں کہ ہم یہاں آئیں گے، اور دین کی باتیں سن کر ان پر عمل کرنے کی نیت سے آئیں گے، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

پوری توجہ اور دھیان سے سنیں

اس کے بعد جب یہاں آئیں، تو آنے کے بعد جب بات شروع کی جائے، تو بات پوری توجہ کے ساتھ سنی جائے، اگر ہم یہاں بیٹھے ہیں، اور ذہن کہیں اور گھوم رہا ہے، ذہن دوکان پر ہے، یا کارخانے میں ہے، یا مِل میں ہے، فیکٹری میں ہے، نوکری میں ہے، دوستوں میں ہے، کینٹین میں ہے، مطبخ میں ہے، یا اِدھر اُدھر ہے، تو جان لو! جسم حاضر ہے، ذہن حاضر نہیں ہے، اگر کوئی سبق میں اس طرح کرے، تو سبق سمجھ میں نہیں آئے گا، کسی مجلس میں جا کر اس طرح کرے، تو وہاں بھی کچھ پتہ نہیں چلے گا، اور جب پتہ ہی نہیں چلے گا، تو عمل کیسے کرے گا؟ لہٰذا جسم اور ذہن دونوں کے ساتھ یہاں کی حاضری کو یقینی بنائیں، اور دماغ کو بار بار اِدھر اُدھر سے

ہٹا کر جو بات سنی اور سنائی جارہی ہے، اس کی طرف لگاتے رہیں، کیونکہ اس کو یاد رکھنا ہے، اور اس پر عمل بھی کرنا ہے، اور قریب قریب اور مل مل کر بیٹھیں، جتنا قریب قریب اور مل مل کر بیٹھیں گے، اتنا ہی إن شاء اللّٰہ تعالیٰ زیادہ فائدہ ہوگا، البتہ اگر کسی کو کوئی عذر ہو، تو کوئی حرج نہیں، وہ دور بھی بیٹھ سکتا ہے، لیکن ادب یہ ہے کہ قریب قریب مل کر بیٹھیں، اتنا قریب بھی نہ بیٹھیں کہ ایک دوسرے کو تکلیف ہو، منتشر ہو کر بیٹھنے میں شیطان ان کو اپنی ہی باتوں میں لگا دیتا ہے، آئے تھے دین کی باتیں سننے کیلئے، اب باتیں کر رہے ہیں اپنی یا دوسروں کی، اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہیں، اس سے وقت ضائع ہوتا ہے، قریب قریب بیٹھنے اور توجہ سے سننے سے إن شاء اللّٰہ تعالیٰ فائدہ زیادہ ہوگا۔

پوچھنے سے شرمانا نہیں چاہیے

کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، یا ذہن میں کوئی بات آجائے، تو وہ بعد میں دریافت کر لینی چاہیے، بعض لوگوں کو پوچھتے ہوئے شرم آتی ہے، کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، تو شرماتے ہیں، یا بات سمجھ میں آگئی، لیکن اس سے کوئی اشکال ذہن میں آرہا ہے، اس کو پوچھتے ہوئے بھی شرماتے ہیں، یہاں ہمارے جمع ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں پوری طرح اطمینان ہو، تسلی ہو، کسی قسم کی ہمارے ذہن میں کوئی پریشانی اور تکلیف نہ ہو، ہر طرح سے ہم مطمئن ہو کر اٹھیں گے، تو إن شاء اللّٰہ تعالیٰ عمل کرنے میں زیادہ سہولت اور آسانی ہوگی۔

دعا بھی بہت ضروری ہے

اور ساتھ ساتھ ایک بات اور ضروری ہے، وہ یہ کہ ساتھ ساتھ دعا بھی کریں، آنے سے پہلے بھی دعا کریں، اور ختم پر بھی دعا کریں، یا اللہ! ہماری اتنی زندگی گزر گئی، غفلت میں گزر گئی، لاپروائی میں گزر گئی، نافرمانی میں گزر گئی، فسق و فجور میں گزر گئی، یا اللہ! ہماری زندگی کا مقصد آپ کو راضی کرنا تھا، آپ کے حکموں پر چلنا تھا، آپ کی نافرمانی سے بچنا تھا، یا اللہ! باوجود میری نالائقی کے آپ نے مجھے دوبارہ توفیق عطا فرمادی، اب میں آپ کی بارگاہ میں رجوع کرتا ہوں، یا اللہ! آپ مجھے گناہوں سے بھی بچا لیجئے، اور مجھے نیک کاموں کی بھی توفیق دے دیجئے، یا اللہ! مجھے اچھی نیت کی بھی توفیق دے دیجئے، یہاں پر پابندی سے آنے کی بھی توفیق دے دیجئے، یا اللہ! مجھے اپنے نیک اور مخلص بندوں میں داخل فرما دیجئے، اور آپ مجھے نیک کاموں کی توفیق دیجئے، آپ توفیق نہیں دیں گے، تو میں کچھ بھی نہیں کرسکتا، وماتوفیقی إلا باللہ، یہاں آیا بھی آپ ہی کی توفیق سے ہوں، اور جو کچھ لیکر جاؤں گا، وہ بھی آپ کی توفیق ہی سے لیکر جاؤں گا، اور جو باتیں پڑھی جائیں گی، سنی جائیں گی، مجھے ان پر عمل کرنے کی توفیق ہو، اور جن کو پہنچاؤں، ان کو بھی عمل کی توفیق ہو، اور میرے گھر والوں کو بھی عمل کی توفیق ہو، بس! یہ دعا کرلیجئے، کیونکہ سب کچھ اللہ ہی کی توفیق سے ہوتا ہے، وہی بھیجنے والے ہیں، وہی سنوانے والے ہیں، وہی عمل کی توفیق دینے والے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے خوب گڑگڑا کر عمل کی توفیق مانگنی چاہئے، اصلاح کی توفیق مانگنی چاہئے، اخلاق کی درستگی کی توفیق مانگنی

چاہیے، اللہ پاک سے جتنا مانگو، اتنا ہی وہ راضی ہوتے ہیں، اور نہ مانگو، تو ناراض ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارا جمع ہونا قبول فرمائے، اور ہمیں اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدللہ رب العلمین

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

حیاتُ المُسلمین

تصنیف کرنے کی وجہ

تمہید درسِ حیاتُ المسلمین

بیان نمبر (۲)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

موضوع: حیاتُ المسلمین تصنیف کرنے کی وجہ

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۱۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

۳ نومبر ۲۰۰۹ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لَّآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیَّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِنْ ذَکَرٍ أَوْ أُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَ لَنَجْزِیَنَّھُمْ أَجْرَھُمْ بِأَحْسَنِ مَا کَانُوا یَعْمَلُونَ O

(النحل: آیت ۹۷)

صدق اللّٰہ العظیم

میرے قابلِ احترام بزرگو!

جیسا کہ گذشتہ منگل کو ناچیز نے عرض کیا تھا کہ آپ کی خدمت میں حکیم الأمت، مجدد الملت حضرت مولانا تھانویؒ کی ایک بڑی مشہور اور اہم کتاب ''حیاتُ المسلمین''، تھوڑی تھوڑی پڑھ کر اس کی وضاحت اور تشریح إن شاء اللّٰہ تعالیٰ بیان کی جائے گی۔

''حیاتُ المسلمین'' تصنیف کرنے کی وجہ

اس کتاب کے شروع کرنے سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت تھانویؒ نے یہ کتاب کیوں لکھی ہے؟ اور اس کا پس منظر کیا ہے؟ تا کہ اس کی اہمیت ہمارے دل میں پیدا ہو، اور ہم اہتمام سے اس کو سُنیں، اور سمجھیں، اور اس پر دل و جان سے عمل کرنے کی کوشش کریں، اور اس کتاب کی بے حد قدر کریں۔

اس کتاب کو تصنیف کرنے کی وجہ اور پس منظر کے لئے ہمیں ماضی میں جانا پڑے گا، اور تاریخِ اسلام پر ایک نظر ڈالنی ہوگی، تب یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ حضرتؒ نے یہ کتاب کیوں لکھی؟ اور یہ کتاب کتنی اہم ہے؟

اسلامی تاریخ کا خلاصہ

اسلام کو دنیا میں آئے ہوئے تقریباً چودہ سوتیس سال ہوگئے ہیں، پہلی صدی ہجری سے لیکر دسویں صدی ہجری تک اسلام اپنے عروج پر تھا، اپنے شباب پر تھا، دنیا کے اکثر حصے پر مسلمان حاکم تھے، اور ان کی حکومت قائم تھی، اور باقی دنیا کے

کافر حکمران بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ اسلامی حکومت کے تابع تھے، اور اسلامی حکومت کو جزیہ دیتے تھے، اس طرح گویا مسلمان ساری دنیا پر حاکم تھے، دنیا میں اسلام کا ڈنکا بج رہا تھا، ہر طرف مسلمانوں کا طوطی بولتا تھا، لوگ ان سے سبق لیتے تھے، ان سے تہذیب سیکھتے تھے، ان سے علوم وفنون کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اور مسلمان مجاہدین نے ایسے ایسے حیرتناک کارنامے انجام دیے کہ عقل حیران رہ گئی، مسلمان تو مسلمان، کافر بھی اس کا اقرار کرتے ہیں، دسویں صدی تک مسلمانوں کا یہ عالم رہا، تمام کافر طاقتیں ان کے سامنے سرنگوں رہیں، اور یہ سب پر غالب اور حکمران رہے، ہر طرف ان کی عزت تھی، ان کا احترام تھا۔

گیارہویں صدی کے آغاز سے ہی مسلمانوں پر زوال آنا شروع ہوگیا، دنیا میں ہر بلندی کو پستی ہے، ہر طاقت کو کمزور ہونا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

ترجمہ

جو کچھ بھی اس زمین پر ہے، وہ فنا ہونے والا ہے۔

باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، جو بڑی عزت اور جاہ وجلال والا ہے، اور گیارہویں صدی سے مسلسل یہ زوال آرہا ہے، اور مسلمان بلندی سے پستی کی طرف آرہے ہیں، اور طرح طرح کی مصیبتوں میں، پریشانیوں میں گرفتار ہورہے ہیں، نہ ان کی حکومتوں کا کوئی رعب رہا، نہ ان کی کوئی طاقت رہی، نہ ان

میں آپس میں اتفاق واتحاد رہا، پوری دنیا پر قائم مسلمانوں کی حکومت پارہ پارہ ہوگئی، آخر میں خلافتِ عثمانیہ باقی بچی تھی، وہ بھی آج سے سو سال پہلے ختم ہوگئی، اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، مسلمان پستی میں گرنے لگے، اور یہود ونصاریٰ عروج کی راہوں پر چلنے لگے، اور وہ مسلمانوں پر غلبہ پانے لگے، اور ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے لگے، اور آج تک ان کے مظالم کا سلسلہ جاری ہے۔

عزت کا راستہ دین پر چلنے میں ہے

آج بھی کفار ومشرکین مسلمانوں پر مسلط ہیں، مسلمانوں کی حکومتیں بھی نام کی ہیں، اور سب کے سب کفار کے غلام بنے ہوئے ہیں، جو کچھ وہ کہتے ہیں، یہ کرنے پر مجبور ہیں، ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، ان کے سامنے اپنے آپ کو بھکاری بنایا ہوا ہے، جس کی وجہ سے بے انتہاء ذلیل وخوار ہیں، انہوں نے اپنی شکل وصورت، اپنا لباس، اپنا رہن سہن کافروں جیسا بنالیا، اس کے باوجود بھی ان کی کوئی عزت نہیں ہے، اور عزت ہو بھی کیسے سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے عزت کا راستہ اپنے دین پر چلنے میں رکھا ہے، غیر مسلموں کے طریقے پر چلنے میں عزت ہے ہی نہیں۔

بہر حال! گیارہویں صدی ہجری کے بعد سے مسلمانوں پر برابر زوال آرہا ہے، تباہی آرہی ہے، بربادی آرہی ہے، ہلاکت آرہی ہے، ذلت آرہی ہے، رسوائی آرہی ہے، ہر قسم کی پریشانیاں اور مصیبتیں چھائی چلی جارہی ہیں، روز بروز مسلمانوں کی زندگی تنگ سے تنگ ہوتی چلی جارہی ہے، ہندوستان کے اندر بھی انگریزوں کی

حکومت آئی، اور سو سال تک انہوں نے حکومت کی، اور وہ وہ ظلم ڈھائے کہ ان کو پڑھ کر اور سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کے یہاں سے جانے بعد بھی مسلمانوں کو راحت نہ ملی، جو مسلمان ہندوستان میں رہے، وہ بھی کچلے گئے، اور جو مسلمان یہاں پہنچے، وہ بھی تباہ و برباد ہو کر پہنچے۔

اکابرینؒ کی طرف سے دینی فریضہ کی ادائیگی

ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو اللہ پاک نے مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کیلئے، علومِ شرعیہ کے پھیلانے کیلئے اور قرآن و حدیث کی خدمت کے لئے چُن لیا، جب مسلمان ان سے جڑے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوئے، کامیاب ہو گئے، ان کے بعد اکابرین دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو اللہ پاک نے چنا، حضرت مولانا یعقوبؒ کو، حضرت مولانا شیخ الہندؒ کو، حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کو اور ان کے شاگردوں کو اللہ پاک نے یہ توفیق دی کہ پھر انہوں نے دین کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا، علومِ شرعیہ کی اشاعت کا کام انجام دیا، اور اصلاح و تربیت کے لئے دن رات ایک کر دیے۔

حضرت حکیم الأمتؒ کی اصلاحی خدمات

ان سب کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے تیرہویں صدی کے اخیر اور چودھویں صدی کے شروع میں یعنی ۱۳۰۱ھ میں حکیم الأمت، مجدد الملت حضرت مولانا

تھانویؒ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے، اور کانپور میں جاکر درس و تدریس اور افتاء وتصنیف کے کام میں مشغول ہوگئے، اور وعظ ونصیحت میں منہمک ہوگئے، تقریباً تیس سال تک ہندوستان کے چپے چپے اور کونے کونے میں اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا، بے شمار وعظ فرمائے، تقریریں کیں، کتابیں لکھیں، تقریباً ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھیں، اور چھپے ہوئے وعظ تقریباً ساڑھے تین سو ہیں، یہ معمولی بات نہیں، اور ہر وعظ ایسا کہ نہایت ہی اہم اور بالکل منفرد، اوران میں اللہ پاک نے ایسا اثر رکھا ہے کہ اگر آج بھی کوئی حضرتؒ کے کم ازکم چالیس وعظ کا مطالعہ کرلے، تو اس کو شریعت وطریقت کی حقیقت معلوم ہوجائے، اور وہ سیدھی راہ پر چل پڑے، حضرتؒ کے سلسلے سے مناسبت ہوجائے۔

اس لئے حضرتؒ نے اپنی زندگی میں بھی اپنے سے خط وکتابت کی اجازت دینے کے لئے یہ معمول بنایا ہوا تھا کہ جو شخص حضرت سے اپنا اصلاحی رابطہ کرنا چاہتا ہے، اور خط وکتابت کی اجازت لینا چاہتا ہے، پہلے حضرتؒ کے چالیس وعظ کا مطالعہ کرلے، ان چالیس وعظ کے پڑھنے سے انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ میرے اندر کیا کیا عیب ہیں؟ مجھے کن کن باتوں کی اصلاح کروانی چاہئے؟ اوراپنی زندگی کو کس طرح گزارنا چاہئے؟ شیخ سے تعلق کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟ یہ ساری باتیں چالیس وعظ کا مطالعہ کرنے کے بعد آدمی کو باآسانی معلوم ہوجاتی ہیں، اور پھر حضرتؒ کا مزاج اور مذاق بھی سمجھ میں آجاتا ہے، اس کے

بعد اگر خط و کتابت کی جائے گی، تو اس سے اُس کو فائدہ ہوگا، ورنہ عام طور پر لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ خط و کتابت کس طرح کرتے ہیں؟ اس میں کیا باتیں لکھنی چاہئیں؟ کیا باتیں نہیں لکھنی چاہئیں؟

حضرت تھانویؒ کے مواعظ پڑھنے کا فائدہ

بہت سوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمیں اپنی اصلاح کروانی چاہیے، یا نہیں کروانی چاہیے؟ اور اصلاحِ نفس ضروری ہے، یا نہیں ہے؟ یہ ساری باتیں حضرتؒ کے مواعظ سے معلوم ہوتی ہیں، انسان کی سمجھ بھی صحیح ہوتی ہے، عمل کی توفیق بھی ہوتی ہے، اخلاق بھی درست ہوتے ہیں، اعمال بھی سنور جاتے ہیں، اصلاح کا طریقہ معلوم ہوجاتا ہے، بزرگوں کی قدر دل میں پیدا ہوتی ہے، نیک صحبت کی اہمیت انسان کے دل میں اُجاگر ہوتی ہے، اور حضرتؒ کے مواعظ کے پڑھنے سے آدمی اللہ والا تو بنتا ہی ہے، انسان بھی بن جاتا ہے، انسان پہلے بنتا ہے، اللہ والا بعد میں بنتا ہے، ابھی تو ہم انسان کہلانے کے بھی لائق نہیں ہیں، اِلاّ ما شاء اللہ، حضرت کے مواعظ پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے انسان بننا چاہیے، انسان بنے گا، تو اللہ والا بنے گا، انسان نہیں بنے گا، تو اللہ والا کیسے بنے گا؟ جب حضرتؒ کو کمزوری ہوئی، تو حضرتؒ نے اِدھر اُدھر سفر کرنے سے معذرت کرلی، اور پھر خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں جم کر بیٹھ گئے، اور پھر وہاں پر آنے والوں کی اصلاح و تربیت میں مشغول ہوگئے۔

مسلمانوں کی بدحالی پر حضرت حکیم الأمتؒ کی کڑھن

دیگر اکابرین کی طرح حضرت تھانویؒ بھی مسلمانوں کی بدحالی پر رات دن کُڑھتے تھے، کہ کیا وہ زمانہ تھا کہ مسلمان بڑے جاہ جلال کے ساتھ حکمرانی کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی عزت دے رکھی تھی، بڑی سہولتوں، عافیتوں اور راحتوں سے اللہ پاک نے ان کو مالا مال فرمایا تھا، اور ایک یہ زمانہ آگیا کہ اس میں مسلمانوں کی حالت بدتر سے بدتر ہوتی چلی جارہی ہے، کفار ہر طرح سے ان کو کچلنے پر تیار ہیں، طرح طرح کی تکلیفیں دے رہے ہیں، طرح طرح کی تکلیفوں سے مسلمان دوچار ہیں، مسلمان ہر جگہ رسوا اور ذلیل ہو رہے ہیں۔

ہمارے حضرت، مفتیٔ اعظم پاکستان، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کبھی مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجاتی تھی، تو ہم دیکھتے تھے کہ حضرت تھانویؒ کے جسم پر اس کا اثر محسوس ہوتا تھا، اس لئے کہ اللہ والوں کو مسلمانوں پر ایسی شفقت ہوتی ہے کہ ماں باپ کو بھی اپنی اولاد سے اتنی شفقت نہیں ہوتی، اور جیسے اولاد کا صدمہ ماں باپ کو گھلا دیتا ہے، اور راتوں کی نیند اُڑا دیتا ہے، ان کا کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے، ایسے ہی ان بزرگوں کا حال تھا، بالخصوص! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی حال ہو جاتا تھا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ جب مجھے مسلمانوں کی بدحالی یاد آتی ہے، اور ان کی تباہی و بربادی کا حال ذہن میں آتا ہے، تو اگر یہ صورتحال نیند کے وقت یاد آجائے، تو میری نیند اُڑ جاتی ہے، اور بھوک

کی حالت میں یاد آجائے، تو بھوک اُڑ جاتی ہے، مسلمانوں کے لئے حضرتؒ کے دل میں یہ فکر اور یہ درد تھا، اس لئے حضرتؒ سوچا کرتے تھے کہ ایسا کیا عمل اختیار کیا جائے کہ جس سے مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ واپس آجائے، مسلمان دنیا میں سکھ اور چین کا سانس لیں، آرام وراحت سے رہیں، عزت سے رہیں، سکون سے رہیں، سوچتے سوچتے اور ساتھ ساتھ دعا کرتے کرتے ایک دن اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کے دل پر اس کا حل وارد فرمایا، اور حضرتؒ نے ارادہ فرمایا کہ قرآن وحدیث میں اللہ جلّ شانہ نے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے ایسے ایسے اعمال ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر مسلمان ان اعمال کو اختیار کرلیں، تو ذلت، عزت میں تبدیل ہوجائے گی، مصیبت راحت میں بدل جائے گی، تنگدستی خوشحالی میں تبدیل ہوجائے گی، اور پستی رفعت میں تبدیل ہوجائے گی۔

حضرت تھانویؒ نے ان کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا، اور کم وبیش ایسی پچیس باتیں حضرتؒ نے قرآن وحدیث کے حوالوں سے بیان فرمائیں، اور ہر بات کا نام ''رُوح'' رکھا، کہ ہر بات ایسی ہے کہ جوامتِ مسلمہ کی حیات کے لئے بمنزلۂ روح کے ہے، اور جسم اور روح میں روح اصل ہے، جسم میں روح ہے، تو جسم کارآمد ہے، روح نہیں ہے، تو بے کار ہے، ایسے ہی ہماری ایمانی حیات کے اندر، دنیوی زندگی کے اندر، اور اخروی حیات کے اندر اور اخروی زندگی کے اندر اگر یہ پچیس باتیں موجود ہیں، تو پھر ہماری دنیا وآخرت کی زندگی کامیاب ہے، کامران ہے، زندہ

ہے، بامراد ہے، اور دنیا میں بھی عزت وراحت اور عافیت وسکون اور آخرت میں بھی فلاح وصلاح اور کامیابی ہی کامیابی ہے، اور ان پچیس باتوں کے مجموعہ کا نام ''حیاتُ المسلمین'' ہے، ان پچیس باتوں پر مشتمل پچیس ابواب ہیں، ہر باب کو حضرتؒ نے روح کا نام دیا ہے، پہلے یہ الگ الگ چھپے تھے، بعد میں ان سب کو اکٹھا کر کے ''حیاتُ المسلمین'' کے نام سے حضرتؒ نے اس کو جمع فرمایا، اس کتاب میں جو باتیں لکھی گئی ہیں، ان میں ہماری دنیا کی زندگی کا بھی علاج ہے، اور آخرت کی زندگی کا بھی علاج ہے۔

جو شخص بھی اس میں لکھی ہوئی باتوں پر عمل کرے گا، اس کا عمل عین قرآن و حدیث پر ہوگا، کیونکہ ہر باب میں حضرتؒ نے قرآن کریم کی آیات بھی لکھی ہیں، اور پھر احادیثِ طیبہ بھی لکھی ہیں، اور پھر ان کی مختصر تشریح فرمائی ہے، اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں فرمایا، جو کچھ فرمایا، قرآن وحدیث کے حوالے سے فرمایا، جو شخص اس پر عمل کرے گا، اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی فلاح پا جائے گا۔

''حیاتُ المسلمین'' میں مسلمانوں کی پستی کا علاج ہے

ہماری ذلت کا، ہماری پستی کا، ہماری مصیبتوں کا، ہماری پریشانیوں کا، ہماری رسوائیوں کا، ہماری تنگدستی کا حل اس کے اندر موجود ہے، بس! جیسا نام ہے، ویسی ہی یہ کتاب ہے، ''حیاتُ المسلمین'' کے معنی ہیں: مسلمانوں کی زندگی، ہمارے نام تو

مسلمانوں جیسے ہیں، لیکن عمل مسلمانوں جیسے نہیں، جب نہیں ہیں، تو پھر مُردہ کی طرح ہیں، اور اس کتاب کے اندر مسلمانوں کی زندگی کے اصول بیان فرمائے ہیں، ان پر عمل کرنے سے مسلمان دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں، اور دنیا میں کامیاب وکامران ہو سکتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے کسی اور کتاب کے آسان کرنے میں اتنی محنت نہیں کی، جتنی محنت اس کتاب کو آسان کرنے میں کی ہے، کیونکہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت تھانویؒ کو اللہ پاک نے علم کا سمندر عطا فرمایا تھا، علومِ شرعیہ حضرتؒ کی عادتِ ثانیہ بن گئے تھے، اس لئے جب آپ علمی انداز میں گفتگو فرماتے، تو آپ کے علوم کا دروازہ کھل جاتا، اور پھر وہ باتیں بڑے بڑے علماء کے لئے سمجھنا آسان نہیں ہوتی تھیں، تو عوام کہاں سے سمجھ لیتے؟ اس لئے عام طور پر جو شخص بھی حضرتؒ کی کتابیں پڑھتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا، لیکن اس وجہ سے کوئی حضرتؒ کی کتابیں پڑھنا نہ چھوڑے، اور سمجھ میں نہ آنے سے بالکل نہ گھبرائے، پڑھنے سے پڑھنا آتا ہے، لکھنے سے لکھنا آتا ہے، سننے سے سننا آتا ہے، اور کام کرنے سے کام آتا ہے، یہ دنیا کا اُصول ہے، کوئی بھی ماں کے پیٹ سے پڑھ کر اور کاریگر بن کر نہیں آتا۔

طریقہ یہ ہے کہ جہاں سمجھ میں آئے، پڑھ لو، اور جہاں سمجھ میں نہ آئے، اس کو چھوڑ دو، اور آگے پڑھو! پڑھتے پڑھتے جب حضرتؒ کے اندازِ بیان سے مناسبت

ہوتی چلی جائے گی، تو جو سمجھ میں نہیں آرہا تھا، وہ بھی اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ سمجھ میں آجائے گا۔

''حیاتُ المسلمین'' تصنیف فرمانے پر بخشش کی اُمید

چونکہ حضرتؒ نے یہ کتاب عام مسلمانوں کی اصلاح کے لئے لکھی ہے، اس لئے اس کو آسان کرنے میں حضرتؒ نے غیر معمولی محنت فرمائی، ایک باب لکھنے کے بعد اس کو بار بار دیکھتے تھے، اور اس میں ردوبدل فرماتے رہتے تھے کہ ایسے انداز سے بات کہی جائے کہ عام مسلمان اس کو آسانی سے سمجھ سکیں، تا کہ با آسانی عمل بھی کر سکیں، اور حضرت تھانویؒ اس کتاب کے بارے میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ اس کی وجہ سے میری بخشش ہو جائے گی، کیونکہ مجھے اور کسی کتاب کے لکھنے میں اس قدر مشقت نہیں ہوئی، جتنی کہ اس کتاب کے لکھنے میں ہوئی ہے، اور وہ سب اللہ کی رضا کے لئے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کے لئے لکھا ہے۔

''حیاتُ المسلمین'' ایسی اہم اور مفید کتاب ہے، اس کے مقدمے میں حضرت تھانویؒ نے تقریباً سو آیتیں باترجمہ لکھی ہیں، اور بانی دارالعلوم کراچی، سیدی وسندی مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے شروع میں آسانی کے لئے ایک مقدمہ تحریر فرمایا ہے، وہ بھی بہت مفید ہے، اس مقدمے کا خلاصہ میں اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ آئندہ منگل کو عرض کروں گا، اور پھر اس

کے بعد جو اس کتاب کے ابواب ہیں، ان میں سے پہلا باب اور اس کا خلاصہ إن شاء اللہ تعالیٰ، عرض کرنا شروع کروں گا۔

صفِ اوّل میں نمازِ باجماعت مع تکبیرِ اُولیٰ کا اہتمام

ہم آج اپنے دل میں یہ تہیہ کرلیں کہ ہم إن شاء اللہ تعالیٰ، پابندی کے ساتھ ''حیاتُ المسلمین'' پڑھیں اور سنیں گے، اور سنتے ہی إن شاء اللہ تعالیٰ عمل کریں گے، تو بھئی! ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا، اور دو تین باتوں پر تو آج ہی سے عمل شروع کردیں، ان کا ذکر بھی إن شاء اللہ تعالیٰ، اس کتاب میں کہیں نہ کہیں آجائے گا، ایک یہ کہ ہم یہ تہیہ کرلیں کہ آج سے إن شاء اللہ تعالیٰ، ہم ہر فرض نماز باجماعت پڑھیں گے، اور تکبیرِ اولیٰ اور صفِ اول کے ساتھ پڑھیں، تو نورٌ علیٰ نور ہے، اور یہ بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے، اس کا آسان طریقہ یہی ہے کہ اذان ہوتے ہی سارے کام چھوڑ دیں، مطالعہ بھی چھوڑ دو، تکرار بھی چھوڑ دو، کھانا پینا بھی چھوڑ دو، دوست احباب کو بھی چھوڑ دو، عزیز و اقارب کو بھی چھوڑ دو، دوکاندار اپنی دوکان چھوڑ دے، ملازم اپنی ڈیوٹی چھوڑ دے، اور وضو کر کے مسجد میں حاضر ہو جائیں، إن شاء اللہ تعالیٰ صفِ اوّل بھی ملے گی، تکبیرِ اولیٰ بھی ملے گی، جماعت بھی ملے گی۔

سستی کرنے سے نماز ہی قضاء ہوجائے گی

اوراگر یہ سوچ کہ ابھی تواذان ہی ہوئی ہے، ابھی اٹھتاہوں، تھوڑا سا اور پڑھ لوں، تھوڑا سااور لکھ لوں، تھوڑا سااور سودا بیچ لوں، توصفِ اول گئی، تکبیرِ اولیٰ گئی، دو رکعت گئی، ''ابھی چلتاہوں''، ''ابھی اُٹھتاہوں'' کرتے کرتے قعدہ اخیرہ آگیا، اور پھر ذرااور دیر لگانے سے جماعت ہی چلی جائے گی، مزید دیر لگائے، تونماز ہی قضاء ہوجائے گی، خواتین کے لئے بھی یہی نسخہ ہے کہ جونہی اذان ہو، گھر کے سارے کام چھوڑ دیں، اور وضوکر کے جانماز پر کھڑی ہوجائیں، اور وقتِ مستحب میں وہ فرض نماز ادا کرنے کا اہتمام کریں، اور ذرا ابھی دیر لگائیں گی، تووقت تیزی سے گزرتا چلاجائے گا، کام پورے ہوں گے نہیں، لیکن نماز مکروہ ہوجائے گی، یا قضا ہوجائے گی، سب سے پہلے نماز کا اہتمام کریں، اس کی عادت ڈالیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف دہلویؒ کا فرمان

تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ، جو ہمارے اکابر میں سے ہیں، بزرگ ہیں، ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلویؒ امیر بنے، اور ان کا عجیب وغریب بیان ہوتا تھا، انہوں نے ایک مرتبہ اپنے بیان میں فرمایا کہ جس وقت پچاس فیصد مسلمان نماز باجماعت پڑھنے کے پابند ہوجائیں گے، اس وقت دنیا میں مسلمان غالب ہوجائیں گے، اور

کافر مغلوب ہو جائیں گے، اور اس دنیا کے سارے مسلمانوں میں دس فیصد مسلمان بھی پابندی سے نماز باجماعت پڑھنے والے نہیں ہیں، اسی لئے تبلیغی جماعت والے سب سے پہلے نماز باجماعت پڑھنے کی پابندی کرواتے ہیں، کیونکہ یہ بنیادی چیز ہے، سارے فرائض میں سے سب سے اہم فرض نماز ہی ہے، اب اگر ہم نے اسی کو لنگڑا لولا کیا ہوا ہے، تو باقی اعمال کیسے درست ہوں گے؟

؎

میں جو قبلہ رُخ کھڑا ہوا، تو حرم سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں
میں جو سر بسجدہ زمیں ہوا، تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

اس وقت ہمیں نماز ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں کہ ہم اسی کے پابند نہیں ہیں، نہ خشوع ہے، نہ خضوع ہے، نہ سنت کے مطابق ہے، نہ جماعت کا اہتمام ہے، اور نہ دیگر آداب وسنن کا اہتمام ہے، بس! الستم پستم نماز پڑھنے کی عادت پڑی ہوئی ہے، اور وہ بھی کبھی پڑھی، کبھی نہیں پڑھی، صرف نماز ہی ایک ایسا عمل ہے کہ اگر مسلمان اس کو صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک پڑھنا شروع کر دیں، تو اسی سے کایا پلٹ جائے، لہٰذا نماز تو آج ہی سے شروع کر دیں، اور خشوع وخضوع سے شروع کریں،

آرام اوراطمینان سے پڑھیں،اور جماعت سے پڑھنے کی کوشش کریں،باقی باتیں إن شاء اللہ آئندہ ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائے،آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدللہ ربّ العٰلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

حیات المسلمین کا مقدمہ

شرح مقدمہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

بیان نمبر (۳)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

موضوع: "حیاتُ المسلمین" کا مقدمہ

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

۱۰ نومبر ۲۰۰۹ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰه نحمدهٗ و نستعينهٗ و نستغفرهٗ و نؤمِنُ بهٖ و نتوكّل عليه و نعوذ باللّٰهِ من شرورِ أنفسنا و من سيّئاتِ أعمالنا مَن يهدهِ اللّٰه فلامُضِلَّ لهٗ وَ مَنْ يُضللهٗ فلا هَادِىَ لهٗ وَ أشهد أن لّاَ اِلٰه اِلَّا اللّٰه وحدهٗ لا شريک لهٗ و أشهد أنّ سيّدنا و نَبِيّنَا و مولانَا محمّدًا عبدهٗ و رسولهٗ صلّى اللّٰه تعالٰى عليه و علٰى آلهٖ و اَصْحَابِهٖ و بارک و سلَّمَ تسليمًا كثيرًا كثيرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرّجيم

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۝

(النحل: آیت ۹۷)

صدق اللّٰه العظيم

ترجمہ

جس شخص نے بھی مؤمن ہونے کی حالت میں عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور ایسے لوگوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق اُنکا اَجر ضرور عطا کریں گے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

و قال تعالیٰ:

مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ أَعْمٰی. (طه: ۱۲۴)

ترجمہ

اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا، تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی، اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حیات المسلمین کے دو مقدمے

گذشتہ منگل کو ناچیز نے عرض کیا تھا کہ ''حیات المسلمین'' جو حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب وغریب کتاب ہے، اس کے دو مقدمے ہیں، ایک مقدمہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، اور دوسرا مقدمہ سیدی وسندی مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ اس لیے لکھا، تاکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ سمجھنا آسان ہو جائے، گویا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا

مقدمہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ کا آسان الفاظ میں خلاصہ ہے، اور آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے، اور پھر اس کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد عام لوگوں کے لیے حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے، میں آج آپ کے سامنے اس مقدمہ کا خلاصہ بیان کروں گا۔

بیان میں بیٹھنے کا مقصد

اس مقدمہ کے خلاصہ کو بیان کرنے سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ ہمارے اور آپ کے یہاں جمع ہونے کا مقصد کوئی تقریر یا خطاب یا وعظ نہیں ہے، بلکہ کچھ دیر بیٹھ کر اپنا جائزہ لینا ہے، اور اپنے اندر جو کمی اور کوتاہی پائی جاتی ہے، اس کو دور کرنا ہے، اور اس سلسلے میں قرآن وحدیث کی جو باتیں بتائی جائیں، ان کو سُن کر، ان پر عمل کرنا ہے، اگر اس نیت و ارادہ سے بیٹھیں گے، تو ان شاء اللہ فائدہ ہوگا، ورنہ ہم جیسے آئے تھے، ویسے ہی واپس چلے جائیں گے، ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، اور جب زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، تو مقصودِ اصلی حاصل نہیں ہوگا، ہاں! جتنی دیر بیٹھیں گے، اس کا اجر ملے گا، کیونکہ دین کا تذکرہ نفع سے خالی نہیں ہے، لیکن اس تذکرہ کا مقصودِ اصلی اپنی اصلاح وتربیت اور اپنی زندگی میں تبدیلی لانا ہے، اس مقصد کو حاصل کرنا یہاں جمع ہونے کا مقصد ہے۔

مسلمان سے حیاتِ طیّبہ کا وعدہ

''حیاتُ المسلمین'' کے اس مقدمے میں ہمارے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے یہ فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم میں حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں:

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ
بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۃ النحل: آیت ۹۷)

ترجمہ

جس شخص نے بھی مومن ہونے کی حالت میں عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور ایسے لوگوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق اُنکا اَجر ضرور عطا کریں گے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی دنیاوی زندگی، پُرراحت اور پُرعافیت ہونی چاہیے، او رآخرت کی زندگی بھی پُرراحت اور پُرعافیت ہونی چاہیے۔

لیکن اس کے لیے اللہ جلّ شانہ نے دو باتیں ضروری قرار دی ہیں، ایک یہ کہ اس کے لیے مسلمان اور صاحبِ ایمان ہونا ضروری ہے، اور دوسری بات یہ کہ فرمانبردار اور نیک ہونا ضروری ہے، ایمان دار بھی ہو اور دین دار بھی، ایمان دار ہو، نیک وصالح اور متقی پرہیز گار بھی ہو، تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کو مرنے سے پہلے دنیا کے اندر راحت اور سکون والی زندگی عطا فرمائیں گے۔

سکون اور راحت والی زندگی

سکون اور راحت والی زندگی کسے کہتے ہیں؟ راحت اور سکون والی زندگی وہ کہلاتی ہے، جس میں مومن کو قلبی سکون حاصل ہو، اس کی اطمینان والی زندگی ہو، راحت والی زندگی ہو، سکون و چین کی زندگی کو حیاتِ طیّبہ کہتے ہیں، ایسی زندگی جس میں سکون ہی سکون ہو، مزہ ہی مزہ ہو، راحت ہی راحت ہو اور چین ہی چین ہو، مسلمان اور باعمل شخص کو اللہ تعالیٰ ایسی زندگی عطا فرمائیں گے، یہی ہم سب کے دل کی چاہت ہے، اور سارے مسلمانوں کی دل کی خواہش ہے۔

اس وقت جس مسلمان کو دیکھو پریشان ہے، طرح طرح کی مصیبتیں اور پریشانیاں، قسم قسم کے حادثات و سانحات، نہ جانے کیسی کیسی تکلیفوں میں مسلمان مبتلا ہیں، ان حالات کی وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار نہیں ہیں، جن لوگوں میں ایمان نہیں ہے، وہ تو ہیں ہی نافرمان، جیسے کفار و مشرکین، اور جو صاحبِ ایمان ہیں، ان کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ نیک عمل بھی کریں۔

نیک عمل صرف چند عبادات کا نام نہیں ہے

نیک عمل کرنے والے بہت کم ہیں، نیک عمل صرف چند عبادات کرنے کا نام نہیں ہے کہ صرف نماز پڑھ لی، روزہ رکھ لیا، حج کرلیا، زکوٰۃ دے دی، اور اس کے بعد کچھ تسبیحات پڑھ لیں، کچھ تلاوت کرلی، کچھ صدقہ کرلیا اور کچھ دعائیں کرلیں، بس! ہم نے سمجھ لیا کہ ہم نے نیک عمل کرلیا، بے شک! یہ بھی نیک عمل ہے، لیکن

صرف یہی نیک عمل نہیں ہے، نیک اعمال تو عبادات کے علاوہ معاشرت کے اندر بھی ہیں، ان کو کرنے کا حکم ہے، معاملات کے اندر بھی ہیں، ان کو کرنے کا حکم ہے، اچھے اخلاق اور نیک عادات واطوار بھی ہیں، ان کو اپنانا ضروری ہے۔

جب دین کے پانچ شعبے (عقائد، عبادات، معاشرت، معاملات، اخلاقیات) پر عمل کریں گے، تب کہا جائے گا کہ یہ شخص نیک ہے، یہ متقی اور پرہیزگار ہے، اور تب اس کے لیے حیاتِ طیبہ کا وعدہ پورا ہوگا، ورنہ حیاتِ طیبہ حاصل نہ ہوگی، اور نہ ہی اس کی زندگی میں مزہ ہوگا۔

مزیدار زندگی حاصل کرنے کا طریقہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاتِ طیبہ حاصل کرنے کے سلسلے میں دو بڑی اہم اور گُر کی باتیں ارشاد فرمائی ہیں، ایمان اور نیک اعمال کرنے والے کو ان دو بنیادی باتوں کو اختیار کرنے سے سکون کی زندگی حاصل ہوگی، اس کے اندر دو باتیں پائی جائیں گی، تو اس کی زندگی مزیدار ہو جائے گی: ایک اس کے اندر قناعت ہو، دوسرے وہ تقدیر پر راضی رہے، جس کے اندر یہ دو باتیں ہوں گی، اس کی زندگی بڑی مزیدار ہوگی، عزت نصیب ہوگی، راحت وسکون حاصل ہوگا، اور اطمینان بھی نصیب ہوگا۔

قناعت کی حقیقت

قناعت کسے کہتے ہیں؟ قناعت اس کا نام ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اس دنیا کی

زندگی میں کسی مومن کو عطا فرمادیں، وہ اس پر دل سے راضی ہو جائے، اس سے زیادہ کی حرص اور طمع میں نہ پڑے، اس سے زیادہ حاصل کرنے کی لالچ نہ کرے، اسکے لیے تن من دھن قربان نہ کرے، دل سے راضی ہو، اور دعا کرے ...دعا کرنا قناعت اور رضا بالقضاء کے منافی نہیں ہے۔

قناعت اور رضا بالقضاء اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرے... یا اللہ! اس سے بھی زیادہ عطا فرمادیجیے، دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اعتدال کے ساتھ اس کے حاصل کرنے کے لیے تدبیر کی جائے، تو اس کی بھی اجازت ہے، مگر شکوہ، شکایت اور تقدیر پر اعتراض کی اجازت نہیں ہے۔

اپنے آپ کو نعمتوں کا حق دار نہ سمجھیں

دل سے یہ سمجھیں کہ جو کچھ مجھے ملا ہے یا جو کچھ مل رہا ہے، میں تو اس کے لائق نہیں ہوں، میں اس کا حق دار نہیں ہوں، ان کی مہربانی اور ان کا فضل ہے کہ انہوں نے اپنے کرم سے مجھے اتنا عطا فرمادیا، یہ میری استعداد سے، میری قابلیت سے اور میری لیاقت سے کہیں زیادہ ہے، اور جس کو جو کچھ ملا ہوا ہے اس کو ہر آدمی خود جانتا ہے، کوئی ارب پتی ہے، کوئی کروڑ پتی ہے، کوئی لکھ پتی، کوئی ہزار پتی، کوئی سوپتی ہے، کوئی سوپتی بھی نہیں ہے، سب کھا رہے ہیں، سب پی رہے ہیں، سب رہ رہے ہیں، سب کچھ ہو رہا ہے، اگر قناعت آجائے، تو ہماری یہ سب ہائے! ہائے! ختم ہو جائے، حرص و ہوس کی ہائے ہائے نے ہم سب کو انتہائی تکلیف میں ڈالا ہوا

ہے، جس کی وجہ سے نہ سکون ہے، نہ قرار، نہ چین ہے، نہ آرام نہ راحت ہے، نہ اطمینان، حرص کی کوئی انتہاء نہیں ہے، طمع کی کوئی انتہاء نہیں ہے، لالچ کی کوئی حد نہیں۔

حدیث میں سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی حرص اور لالچ کا یہ عالم ہے کہ اگر اس کے پاس سونے سے بھری ہوئی ایک وادی ہو، ...دو پہاڑوں کے درمیان جو نشیبی زمین ہوتی ہے، اسے وادی کہتے ہیں.. وہ اوپر تک سونے سے بھری ہوئی ہو، ...اتنا سونا آج کسی بادشاہ کے پاس بھی نہ ہوگا، ...اگر کسی انسان کو وہ وادی ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ دوسری وادی کی طمع کرے گا، کہ یہ کم ہے، ذرا ایک اور ہو جائے، پھر اگر دوسری وادی بھی سونے سے بھر جائے، تو تیسری وادی کی تمنا کرے گا، دو تو ہو گئیں ایک اور ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے، اور کوئی نہیں بھر سکتا۔

انسان طمع کرتے کرتے مر جائے گا، اور قبر میں جا کر اس کی طمع کا خاتمہ ہوگا، جب تک زندہ رہے گا، حرص اور لالچ کرتا رہے گا کہ اتنا اور ہو جائے، جب انسان کے حرص کی انتہاء نہیں، تو پھر اس کی پریشانی کی بھی کوئی انتہاء نہیں، اس لیے کہ آدمی کو اس کی طمع کے مطابق نہیں ملتا، تقدیر کے مطابق ملتا ہے، جو ملا ہوا ہے، وہ اس کو قسمت کے مطابق مل گیا، اتنا ہی لکھا تھا اس کی قسمت میں، وہ مل گیا، یہ اس سے

زیادہ چاہ رہا ہے، وہ مل نہیں سکتا، تو پریشان ہی پریشان رہے گا۔

تمام پریشانیوں کی جڑ حرص وہوس ہے

اور جب وہ قناعت اختیار کرلے گا، تو کہے گا کہ جو کچھ مل گیا، وہ بہت ہے، یااللہ! آپ نے بہت دے دیا، یہ میری طاقت سے زیادہ ہے، یہ میری سمجھ سے بالا ہے، یہ میری اپنی استعداد سے بالا ہے، یااللہ! جو کچھ آپ نے دیا، یہ آپ کا فضل ہے، اس طرح حرص وہوس کی جڑ کٹ جائے گی، حرص وہوس ساری پریشانیوں کی کنجی ہے، اور قناعت ساری راحتوں کی کنجی ہے۔

حیاتِ طیبہ کے لئے قناعت ضروری ہے

حیاتِ طیبہ حاصل کرنے کے لیے قناعت ضروری ہے، قناعت اختیار کرو، یہ گُر ہے پاکیزہ زندگی کو حاصل کرنے کا، اس وقت ساری دنیا حرص وہوس کے میدان میں ایک دوسرے سے دوڑ لگارہی ہے، اِلّا ماشاء اللہ، اللہ کے نیک بندوں کی تو بات نہیں ہورہی، عمومی بات ہورہی ہے، پوری دنیا میں کفار اور فاسق مسلمان حرص وہوس کے میدان میں گھوڑے دوڑا رہے ہیں، اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کررہے ہیں، اس لیے ساری دنیا پریشان ہے، بالخصوص! ظاہری طور پر مسلمان زیادہ پریشانی کا شکار ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ حرص وہوس کے میدان میں دوڑ رہے ہیں، حرص وہوس کی انتہا نہیں ہے اس لیے سکون حاصل نہیں ہوتا، اور زندگی پہلے ختم ہوجاتی ہے، نتیجہ یہ کہ مصیبتوں اور پریشانیوں میں دن دوگنی

اور رات چوگنی ترقی اور اضافہ ہو رہا ہے۔

یہ بات حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی، جو یاد رکھنے کی اور پلّے باندھنے کی ہے کہ جب تک ہم قناعت نہیں اختیار کریں گے، واللہ ہماری زندگی میں سکون، چین اور راحت نہیں آسکتی۔

آمدنی کے جائز ذرائع اختیار کریں

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دنیوی زندگی میں مزہ ہو، آرام ہو، اور راحت ہو، تو جو مل رہا ہے، اس پر راضی رہو، اسی میں گزارا کرو، اور اگر اس میں گزارا نہیں ہو رہا، تو جائز تدبیر، جو بھی ہو، اس کو اختیار کرو، اس سے کون منع کر رہا ہے؟ ناجائز سے پرہیز کرو، کوئی ناجائز ذریعہ اختیار نہ کرو، آپ نے اگر ناجائز ذریعہ سے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کی، تو اس کی مثال ایسی ہے، جیسے سانپ کے منہ میں ہاتھ دینا، یا بھٹی کے اندر اپنا ہاتھ ڈالنا، جو شخص بھٹی میں ہاتھ ڈالے گا، اس کا ہاتھ جلے گا، سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈالے گا، تو سانپ ڈسے گا، پریشانی کے سوا کچھ نہیں ہوگا، اور جائز تدبیر اختیار کرلو، بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھو، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، تو ہو جائے گا، ورنہ ہم پھر بھی راضی ہیں۔

اور دعا کرو کہ یا اللہ! سب کچھ آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، آپ مجھے عطا فرمادیں، اور دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح کے لیے دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے، ملے تو فائدہ، نہ ملے تو فائدہ، یعنی دعا میں جو کچھ

مانگ رہے ہیں، نہ ملے، تب بھی فائدہ ہے، "الدعاء مخُّ العبادۃ" یعنی دعا عبادت کا مغز ہے، دعا خود عبادت ہے، عبادت کی روح ہے، دعا میں عاجزی، انکساری اور رجوع اِلی اللہ بدرجۂ اُتم موجود ہے۔

تقدیر پر راضی رہنا چاہیے

دوسری چیز ہے تقدیر پر راضی رہنا، تقدیر پر راضی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے ہر شخص کی تقدیر مقرر فرمائی ہے، کوئی انسان چاہے مسلمان ہو یا کافر، وہ تقدیر سے باہر نہیں ہے، ہر چیز اللہ پاک کے ہاں مقدر ہے، اللہ پاک نے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے اس کی تقدیر میں لکھ دیا کہ اس کے ساتھ کیا کیا ہوگا؟ اور کیا کیا نہیں ہوگا؟۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کی پیشانی پر آ کر تین باتیں لکھ دیتا ہے، ایک بات یہ لکھ دیتا ہے کہ اس کی عمر کتنی ہے؟ یہ ایک سال زندہ رہے گا، یا دس سال، بیس سال یا پچاس سال، ساٹھ سال یا ستر سال، اسّی سال یا سو سال؟ یہ اتنے سال دنیا میں رہے گا، زندگی اس کی اتنے سال کی ہے، دوسری بات یہ لکھ دیتا ہے کہ اس کی روزی کتنی ہے؟ دال روٹی کھائے گا یا قورمہ بریانی؟ اس کو دنیا میں کتنی روزی ملے گی؟ یہ تقدیر کی ایک صورت ہے۔

کیونکہ تقدیر کی مختلف صورتیں ہیں، ایک تقدیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کے اندر ہے، اور دوسری وہ ہے، جو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے، تیسری وہ ہے، جو

شب برأت کے اندر لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کی جاتی ہے، اور چوتھی یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش پر اس کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا ہے، یہ سب تقدیر کی صورتیں ہیں، اور جیسا اللہ پاک لکھ دیتے ہیں، پھر اسی کے مطابق ہوتا رہتا ہے، دنیا میں کسی کو روزی کم مل رہی ہے، کسی کو زیادہ، کسی کو صحت مل رہی ہے اور کسی کو نہیں، کسی کو روزگار مل رہا ہے اور کسی کو نہیں، کوئی عالم بن رہا ہے، کوئی جاہل ہو رہا ہے، سب تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے۔

گناہوں سے نہ بچنے کا بہانہ

یہاں بعض لوگوں کو اشکال ہو جاتا ہے، وہ دور ہونا چاہیے کہ جب سب قسمت میں لکھا ہوا ہے، تو ہمیں کیا ضرورت ہے نماز پڑھنے کی، حج کرنے کی، زکوٰۃ دینے کی، نیک کام کرنے کی اور گناہوں سے بچنے کی؟ سب پہلے سے مقدر ہے، اب اسی کے مطابق ہوگا، تو محنت کس لئے کریں؟ تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ پاک نے جو کچھ وہاں پر لکھا ہوا ہے، بندوں کے اختیار سے کرنے اور اپنے اختیار سے نہ کرنے کو لکھا ہوا ہے کہ بندے دنیا میں اپنے اختیار سے کیا کیا نیک عمل کریں گے، کیا کیا نیک عمل نہیں کریں گے؟ کیا کمائیں گے، کیا نہیں کمائیں گے؟ سب وہاں پر لکھا ہوا ہے، لیکن وہاں کے لکھنے کی وجہ سے کوئی مجبور نہیں ہے، جو کچھ بندہ اپنے اختیار سے یہاں کرتا ہے اس کے مطابق اللہ پاک نے تقدیر میں لکھا ہوا ہے، محض تقدیر کی وجہ سے کوئی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھ جائے۔

لوگوں کو نیک اعمال کے اندر یہ بات سوجھتی ہے، ہماری قسمت میں لکھا ہوگا، تو نماز پڑھ لیں گے، ہماری قسمت میں لکھا ہوگا، تو روزہ رکھ لیں گے، قسمت میں لکھا ہوگا، تو ٹی وی نہیں دیکھیں گے، کمانے کھانے میں کوئی نہیں کہتا کہ سب دوکان بند کر کے گھر میں جا کر بیٹھ جاؤ کہ قسمت میں لکھا ہے، تو روزی آ کر رہے گی، یہاں کہتے ہیں کہ کمانا بھی ضروری ہے، نوکری بھی ضروری ہے، صرف تقدیر پر تکیہ کرنا کافی نہیں ہے، یہاں کوئی نہیں سمجھتا کہ تقدیر میں لکھا ہوا کافی ہے، روزی وہیں آ جائے گی، جیسے کمانا ضروری ہے، ایسے ہی نماز بھی پڑھنی ضروری ہے، نیک اعمال کرنے بھی ضروری ہیں، گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے، اس کے بعد جو کچھ ہو رہا ہے، وہ تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے۔

مصیبتوں میں سکون حاصل کرنے کی چابی

لہٰذا تقدیر پر راضی رہنا بڑی بڑی مصیبتوں کے اندر سکون اور چین حاصل کرنے کی چابی ہے، جب چاہو دو آدمیوں کو کھڑا کر کے دیکھ لو، ایک مسلمان اور صاحبِ ایمان ہے، اور وہ تقدیر پر یقین رکھتا ہے، اور ایک کافر ہے، جس کا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے، اور نہ تقدیر پر، اور اچانک دونوں کو صدمہ پیش آ جائے، تو مومن "إنا للہ وإنا إلیہ راجعون" پڑھ کر کہے گا کہ میری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا، وہ ہو گیا، اور پھر وہ بے فکر ہو جائے گا، اس کو طبعی طور پر تو غم ہوگا، اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں، عقلاً غم نہ ہوگا۔

پھر اس کا طبعی غم بھی قابلِ برداشت ہوتا ہے، اور دوسرا وہ شخص جو کافر ہے، اسے صدمہ برداشت ہی نہیں ہوگا، وہ اتنا پریشان ہوگا، ہوسکتا ہے کہ خودکشی کرلے، کتنے ہی خودکشی کے ایسے واقعات موجود ہیں، کفار، فساق اور فجار کو زیادہ صدمہ لاحق ہوتا ہے، تو وہ خودکشی کرلیتے ہیں، اخبارات میں آئے دن خودکشی کے کتنے ہی واقعات آتے رہتے ہیں، وہ افلاس سے گھبرا کر، ہموم وغموم اور صدمات سے پریشان ہوکر خودکشی کرلیتے ہیں۔

ایک ہندو کا واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں ایک قصہ آتا ہے، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دورانِ سفر اچانک ایک مسافر ریل گاڑی میں بیٹھ گیا، اور وہ ہندو تھا، مثلاً اس کو لاہور جانا تھا، اور وہ کراچی کی گاڑی میں بیٹھ گیا، جب گاڑی چل دی، تب اس کو پتہ چلا کہ جانا تھا لاہور، اور جارہا ہوں کراچی، تو وہ اتنا پریشان ہوا کہ اس کی پریشانی دیکھی نہ جائے، اس وقت اندازہ ہوا کہ دیکھو! اس کا تقدیر کے اوپر ایمان نہیں ہے، اس لیے اتنا پریشان ہے، اور اگر کوئی مسلمان ہوتا، تو کہتا کہ چلو! کوئی بات نہیں! اگلے اسٹیشن پر گاڑی سے اُتر کر لاہور چلا جاؤں گا، اس کو اتنا غم اور پریشانی نہیں ہوتی۔

بیان کا خلاصہ

ہمارے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاتِ طیبہ کی تشریح کے ذیل میں یہ دو باتیں بیان فرمائی ہیں، یہ دونوں باتیں حیاتِ طیبہ حاصل کرنے کے گر ہیں: ایک یہ کہ انسان قناعت اختیار کرے، اور دوسرے تقدیر پر راضی رہنے کا استحضار کرے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں لکھا ہے سو فیصد میرے حق میں بہتر ہے، چاہے وہ میری طبیعت کے مطابق ہو یا میری طبیعت کے خلاف، جو کچھ لکھا عین میرے حق میں لکھا ہے، وہ میرے حق میں نہایت نافع اور مفید ہے، اگر وہ تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف محسوس ہوتا ہے، تو دعا کرو۔

تقدیر معلق کے بارے میں یہ آتا ہے کہ دعا سے تقدیر معلق بدل جاتی ہے، بلکہ بعض روایتوں میں تقدیر مبرم کا بھی ذکر ہے، ہوسکتا ہے کہ اس سے تقدیرِ معلق ہی مراد ہو، دعا سے تقدیر بھی بدل جاتی ہے، تقدیر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ قادر ہے، تم اس سے دعا کرلو، اور تدبیر بھی کرلو، اس سے آدمی کو تسلی ہوتی ہے۔

ان دونوں باتوں کے اختیار کرنے سے آدمی کو دنیا کے اندر سکون، راحت اور آرام کی زندگی نصیب ہوتی ہے، لیکن صرف یہی دو باتیں نہیں ہیں، یہ صرف دو بنیادی باتیں ہیں، حضرتؒ نے یہاں بیان فرمائی ہیں، باقی دوسری باتیں "حیات المسلمین" میں آہستہ آہستہ آپ کے سامنے إن شاء اللہ آئیں گی، یہ دو چیزیں

آج ہم اپنے پلّے باندھ لیں، دعا کریں اور کوشش بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قناعت اور رضا بالقضاء نصیب فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

حیاتِ طیّبہ حاصل کرنے کا طریقہ

شرحِ مقدمہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

بیان نمبر (۴)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

موضوع: حیات طیبہ حاصل کرنے کا طریقہ

مقام: جامع مسجد جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

۱۷ نومبر ۲۰۰۹ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لاَّ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَ قَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا

(طٰہٰ:۱۲۴-۱۲۵)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا، تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی، اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔(۱۲۴) وہ کہے گا کہ یا رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا، حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حیات المسلمین کے مقدمہ میں سیدی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایماندار مرد و عورت میں سے جو بھی نیک اعمال اختیار کرے گا، اس کو اللہ تعالیٰ حیات طیّبہ عطا فرمائیں گے۔

حیات طیّبہ حاصل کرنے کا طریقہ

حیات طیّبہ ان تمام کاموں پر عمل کرنے سے حاصل ہوگی، جن کا ذکر تفصیل سے حیات المسلمین کے اندر آئے گا،(إن شاء الله)، حیات المسلمین کے مقدمہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو اہم باتیں بیان فرمائی ہیں: ایک یہ کہ آدمی قناعت کو اختیار کرے، اور دوسرے یہ کہ جو کچھ اللہ پاک نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے، دل سے اس پر راضی رہے، جو شخص ایمان اور نیک اعمال کی پابندی کے ساتھ قناعت اختیار کر لیتا ہے، اور تقدیر پر راضی ہوجاتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ حیاتِ طیّبہ عطا فرمادیتے ہیں، اور حیات طیّبہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کو زندگی میں

سکون نصیب ہوگا، زندگی کے اندر کیف محسوس ہوگا، اس کی زندگی مسرور اور پُر راحت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ (آمین)

اللہ پاک نے دنیا میں یہ زندگی دینے کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن یہ وعدہ مذکورہ دو باتوں کے اختیار کرنے پر حاصل ہوگا، چنانچہ جو اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندے ہیں، ان کو اس دنیا میں بڑی عافیت کی زندگی نصیب ہوتی ہے، بڑے سکون کی زندگی نصیب ہوتی ہے، ہمیں بھی ایسی زندگی حاصل ہوسکتی ہے، مگر اسی طرح حاصل ہوگی، جیسے ان کو حاصل ہوئی ہے، انہوں نے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کو بھی اپنایا، اور قناعت کو اختیار کیا، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر بھی راضی رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہترین زندگی نصیب فرمائی، ہم بھی اگر چاہیں، تو ان چیزوں کو اختیار کرکے اپنی زندگی پُر راحت اور پُر عافیت بنا سکتے ہیں۔

گناہگار کی زندگی تنگ کردی جاتی ہے

اس آیت میں، جو میں نے ابھی تلاوت کی ہے، اللہ جلّ شانہ فرمارہے ہیں کہ:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا (سورۂ طٰہٰ: آیت نمبر ۱۲۴-۱۲۵)

ترجمہ

اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا، تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی، اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔(۱۲۴) وہ کہے گا کہ یارب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا، حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ کافروں، اللہ تعالیٰ کے باغیوں اور نافرمانوں کو دنیا میں اور مرنے کے بعد جو زندگی حاصل ہوگی، اس میں سکون نہیں ہوگا، اس میں راحت نہیں ہوگی، اور قبر میں بھی تنگ زندگی ہوگی، دنیا سے زیادہ قبر کا عذاب ہے، اللہ تعالیٰ بچائے! قبر میں کافروں، فاسقوں اور نافرمانوں کے لیے عذاب ہے، عذاب تکلیف کا نام ہے، مصیبت کا نام ہے، پریشانی کا نام ہے اور ایسی تکلیف کہ اس کا ہم یہاں تصور بھی نہیں کر سکتے، تو ان کو نہ دنیا میں سکون ملے گا، اور نہ قبر میں سکون ملے گا۔

پریشانی کی اصل وجہ

حضرتؒ نے فرمایا کہ ان کو دنیا میں ایسی زندگی کیوں حاصل ہوگی؟ اس کی وجہ یہ دو باتیں ہوں گی کہ نہ تو انہیں قناعت نصیب ہوگی، دوسرے وہ تقدیر پر راضی نہیں ہوں گے، اگر آدمی قناعت اختیار کرے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اس پر دل سے راضی رہے، یہ مطلب نہیں کہ دعا نہ کرے، اور مزید ضرورت ہے، تو اس کی کوشش بھی نہ کرے، قناعت کا یہ مطلب نہیں ہے، قناعت

دل کا عمل ہے، دل میں آدمی یہ سوچے کہ جو کچھ اللہ پاک نے مجھے دے دیا، میں اس کے لائق نہیں تھا، میں اس کا مستحق نہیں تھا، میں اس کا حقدار نہیں تھا، اللہ پاک نے اپنے فضل سے دے دیا اور بہت دے دیا، دل دل میں اس پر راضی ہو جائے، اس کو کہتے ہیں: قناعت، جب آدمی زیادہ کی حرص نہیں کرتا، اور جو کچھ ملا، اس پر راضی ہو جاتا ہے، تو سکون ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قناعت میں سکون رکھا ہے، اس میں غریب سے غریب آدمی کو بھی سکون مل جاتا ہے، درمیانہ درجے کے آدمی کو بھی سکون حاصل ہو جاتا ہے، مالدار اگر حریص نہیں ہے، قانع ہے، اس کو بھی سکون مل جائے گا۔

بہر حال! آدمی کو طبیعت کے خلاف کوئی بات پیش آنے کی وجہ سے تشویش اور پریشانی ہوتی ہے، مرضی کے خلاف کوئی بات پیش آتی ہے، تو آدمی پریشان ہو جاتا ہے، ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں صحت مند رہوں، بیماری پیش آجائے، تو پریشان ہو جاتا ہے، ہر آدمی چاہتا ہے کہ میرا روزگار لگا رہے، اور روزگار چھوٹ گیا، ذریعۂ معاش جاتا رہا، تو پریشانی ہوتی ہے، ہر آدمی چاہتا ہے کہ میری اولاد زندہ رہے، کون چاہتا ہے کہ اس کے ماں باپ مر جائیں؟ ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ میرے ماں باپ سدا زندہ رہیں، لیکن کوئی بات مرضی کے خلاف پیش آتی ہے، تو آدمی کو صدمہ، غم اور تکلیف ہوتی ہے۔

طبعی غم اور عقلی غم

ایک طبعی صدمہ ہوتا ہے، اور ایک عقلی صدمہ ہوتا ہے، اور مؤمن کا تقدیر پر ایمان ہوتا ہے، لہٰذا آدمی تقدیر پر راضی رہنے کی عادت ڈال لے، اور اس کا استحضار کرنا شروع کردے، تو آدمی کو خلافِ طبیعت امور پیش آنے پر عقلی طور پر غم نہیں ہوگا، انسان کو طبعی طور پر غم ہونا چاہیے، انسان دیوار تھوڑا ہی ہے کہ اس پر کسی بات کا کوئی اثر ہی نہ ہو، اور اصل غم وہ ہے، جو عقلاً ہوتا ہے، طبعاً غم ہمیشہ کم اور تھوڑا ہوتا ہے، اور وہ آہستہ آہستہ ختم ہونا شروع ہوجاتا ہے، جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے، آدمی مصیبت کو بھولتا جاتا ہے اور غم ہلکا ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ غم غائب ہوجاتا ہے، رات دن ہمارے ساتھ یہی ہوتا رہتا ہے۔

اس طرح مؤمن کو تقدیر پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کا استحضار بھی ہوجائے، تو اُسے عقلاً کوئی غم نہیں ہوتا، نہ کسی کے مرنے پر، نہ بیماری پر، نہ نقصان ہونے پر، نہ اولاد کے مرنے پر، اور نہ کسی چیز کے نقصان ہونے پر، کسی چیز پر بھی اس کو عقلاً کوئی غم نہیں ہوتا، کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں میرے حق میں یہی لکھا تھا، اللہ تعالیٰ حاکم ہیں اور حکیم بھی ہیں، وہ جو کچھ بندے کے حق میں کرتے ہیں، سو فیصد صحیح کرتے ہیں، بلکہ اس کا حال تو اس کے مصداق ہوتا ہے کہ ؎

جدھر مولا اُدھر شاہ دولا

محبوب آ کر بھینچ لے، تو برا مانو گے؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تقدیر پر راضی ہوتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی شخص کا کوئی نہایت محبوب سے محبوب ساتھی عرصے سے غائب تھا، اور وہ ہمیشہ اس کو یاد کرتا رہتا تھا، اور تلاش کرتا رہتا تھا کہ میرا پیارا دوست کہیں مل جائے، تو میں اس سے ملوں، اس سے بات کروں، اس کی خیریت پوچھوں کہ تم کس حال میں ہو؟، ایک دن اچانک کسی نے پیچھے سے آ کر اس کی کولی بھرلی، یعنی پیچھے سے آ کر اس کی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھا، اور اس کو زور سے بھینچ لیا، اور اتنی زور سے بھینچا کہ اس کی پسلیاں درد کرنے لگیں، اور یہ جھنجھلانے لگا کہ کون ہے؟ یہ اتنی تکلیف کیوں پہنچا رہا ہے؟ ذرا ہلا جلا، تو اس نے محسوس کیا، ارے! یہ تو میرا دوست ہے، جس کی مجھے تلاش تھی، اس پر وہ کہے گا: یار اور دبا لے، اور دبا، تو کہاں تھا؟

دیکھو! ابھی تو کہہ رہا تھا کہ میں مر رہا ہوں، کیوں دبا رہا ہے؟ کون ہے؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے، چھوڑ مجھے، اور جب پتا چلا کہ یہ وہی دوست ہے، جس کو میں ڈھونڈ رہا تھا، اور وہی محبوب ہے، جس کی مجھے تلاش تھی، اب مزید اپنی کمر اسکے سینے سے لگا رہا ہے، ایسے ہی ایک مؤمن، جس کا رضا بالقضاء پر عمل ہو، اس کو جب استحضار ہو جاتا ہے کہ یہ سب من جانب اللہ ہو رہا ہے، تو وہ

خوش ہوجاتا ہے اور عقلاً راضی ہوجاتا ہے، اور طبعًا اعتدال کے ساتھ غم پر صبر کر کے وہ اجروثواب کماتا ہے، یہ تو دونوں ہاتھوں سے کمانا ہوگیا، اس طرح از روئے عقل ایک مؤمن کو نہ کوئی غم، نہ کوئی پریشانی، نہ کوئی تکلیف اور نہ کوئی دُکھ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے والے کا حال

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کا عشق اور اس کی محبت نصیب ہوتی ہے، اس کا یہ حال ہوجاتا ہے ؎

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت
سرِ دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ترجمہ

کس دشمن کو بھی یہ نصیب نہ ہو کہ اے محبوب! تمہاری تلوار اس کے اوپر چلے، ہماری گردنیں حاضر ہیں، تلوار کی دھار دیکھنی ہے، تو اس پر چلا کر دیکھ لیں۔

اردو میں چند اشعار یہ ہیں کہ ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

ایک عاشق کہتا ہے ؎

اِک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے
اِک درد سا دل میں ہوتا ہے

میں رات میں اُٹھ کر روتا ہوں
جب سارا عالم سوتا ہے

عام لوگوں کے لیے روزانہ رات کو تہجد کے لیے اٹھنا شاق ہوتا ہے، اور اس کے لیے اٹھنا بالکل آسان ہے۔

لوگ خودکشی کیوں کرتے ہیں؟

بہر حال! جب رضا بالقضاء کا استحضار ہو جاتا ہے، تو پھر اس پر عمل کرنے والے کو عقلاً تکلیف نہیں رہتی، اس کو سکون ہو جاتا ہے، عام طور پر اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور اللہ تعالیٰ کے باغی اور فاسق و فاجر کو یہ بات حاصل نہیں ہوتی، اس کی پریشانی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی، اس کے صدمے کی بھی کوئی حد نہیں ہوتی، مؤمن کو یہ کہہ کر صبر آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا، اب صبر کرو، آخرت میں ثواب ملے گا، اسی تصور سے اتنا سکون مل جاتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے طبعی غم بھی آدمی کا ختم ہو جاتا ہے، اور جس کو یہ بات نصیب نہیں، وہ خودکشی کر لیتا ہے، اس طرح کے کتنے ہی واقعات آپ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں، صدمہ اور غم برداشت نہ ہونے کی وجہ سے لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آپ نے کسی مدرسہ کے طالب علم کے بارے میں کبھی نہیں سنا ہوگا کہ اس نے خودکشی کی ہے، ہاں! آپ اسکول اور کالج کے لڑکوں کے بارے میں سنیں گے کہ فلاں نے خودکشی کر لی،

دنیاوی تعلیم یافتہ لوگ ہی زیادہ تر خودکشی کرتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان میں عام طور پر نہ قناعت ہوتی ہے، اور نہ ان کا رضا بالقضاء پر عمل ہوتا ہے۔

تقدیر پر راضی رہنے والے مسلمان کا عجیب واقعہ

رضا بالقضاء پر مجھے ایک قصہ یاد آ گیا، ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفر کر رہے تھے، وہ دریا کے کنارے چلتے چلتے ایک جگہ پہنچے، تو عجیب وغریب ماجرا دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک مسلمان اور ایک کافر جال کے ذریعے مچھلیاں پکڑ رہے ہیں، مسلمان اپنا جال بسم اللہ پڑھ کر اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پانی میں ڈال رہا ہے، اور دیر تک اس کو ہلا جلا کر نکالتا ہے، تو نہ مچھلی اور نہ مچھلی کا بچہ، اس کا جال بالکل خالی آ رہا ہے، جیسے ڈال رہا ہے، ویسا ہی آ رہا ہے، اس کے قریب میں ایک کافر بیٹھا ہوا ہے، وہ بتوں کا نام لے کر جال ڈالتا ہے، جب جال کھینچتا ہے، تو مچھلیوں سے بھرا ہوا نکلتا ہے، کبھی اتنی مچھلیاں آتی ہیں کہ دوسروں کو بلانا پڑتا ہے کہ بھئی ذرا آؤ اور جال کھنچواؤ، مجھ سے کھینچا نہیں جا رہا ہے، اتنی مچھلیاں آ گئی ہیں کہ مچھلیوں سے اس کے ٹوکرے بھرے ہوئے ہیں، اور مسلمان کی ٹوکری بھی نہیں بھری۔

آپ اپنی آنکھوں سے، دور سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے، اور تعجب فرما رہے تھے، اور سوچ رہے تھے کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کے نام پر جال ڈالتا ہے، اس کا جال مچھلی سے بھرا ہوا ہونا چاہیے، اور جو کافر ہے، وہ نافرمان، فاسق اور باغی ہے، اس کا جال خالی نکلنا چاہیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ پروردگار! میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، لیکن آپ حکیم ہیں، آپ جو کچھ کر رہے ہیں، حکمت کے مطابق کر رہے ہیں، جو کچھ ہو رہا ہے، صحیح ہو رہا ہے، لیکن حقیقت حال کیا ہے؟ وہ آپ ہی جاننے والے ہیں، اگر آپ بتلا دیں، تو میرے ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے عیسیٰ! تم اوپر نظر اٹھاؤ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اوپر نظر کی، تو ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے جنت نظر آئی، کیونکہ جنت ساتویں آسمان پر ہے، اور جنت میں اس مسلمان کا محل نظر آیا، جو یہاں دنیا میں مچھلی پکڑ رہا تھا، اور اس کا جال مچھلیوں سے خالی نکل رہا تھا، اس محل کے صحن کے بیچ میں ایک تالاب نظر آیا، جو مچھلیوں سے بھرا ہوا تھا، اس میں مچھلیاں ہی مچھلیاں گھوم رہی تھیں، اللہ پاک نے فرمایا: اے عیسیٰ! یہ محل اس مسلمان کا ہے، جس پر آپ کو ترس آ رہا ہے کہ ہائے! اس کا جال مچھلیوں سے خالی آ رہا ہے، یہ ہمارا نام لے کر مچھلی پکڑنے کے لیے جال ڈال رہا ہے، وہ خالی آ رہا ہے، اور یہ صبر کر رہا ہے، ہم اس کے حصے کی مچھلیاں یہاں جنت کے تالاب میں جمع کر رہے ہیں، وہ جب یہاں آئے گا، تو اپنی مچھلیاں لے لے گا۔

جنت کی مچھلیاں دنیا میں بھیج دیں؟

آپ کو اس کا زیادہ ہی خیال ہو رہا ہے، تو اس سے پوچھ لیں، ہم یہ مچھلیاں دنیا میں بھیج دیں گے، یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خوش ہوئے کہ ارے! یہ تو بہت بڑھیا کام ہو رہا ہے، پھر اللہ پاک نے فرمایا: اے عیسیٰ! نیچے دیکھو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیچے نظر کی، تو ساتویں زمین کے نیچے جہنم نظر آئی، کیونکہ جہنم ساتویں زمین کے نیچے ہے، اور اس میں کافر کا ٹھکانہ نظر آیا، جو دنیا میں ان کے سامنے مچھلی پکڑ رہا تھا، اور اس کے جال مچھلیوں سے بھرے ہوئے نکل رہے تھے، دیکھا کہ جہنم میں ایک تالاب ہے، اور اس تالاب کے اندر سانپ، بچھو اور کیڑے مکوڑے بھرے ہوئے ہیں، اس کافر کو ڈسنے کے لیے تیاری کر رہے ہیں، یہ یہاں اس دنیا سے جائے گا، تو اسے سانپ بچھو ڈسیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مسلمان کے پاس گئے، اس کو سلام کیا اور اپنا تعارف کرایا، تو وہ بیچارا بالکل ہی بچھ گیا کہ حضرت! میری قسمت کہاں کہ میں آپ کی زیارت کرسکوں، اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو بھیج دیا، آپ کی زیارت ہوگئی، مدتوں سے میں آپ کی زیارت کو ترس رہا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سارا واقعہ اس کو سنایا کہ میں نے اس طریقہ سے جب تمہارا یہ حال دیکھا، تو مجھے تمہارے حال پر ترس آیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے جنّت میں تمہارا مقام دکھایا، اس نے کہا کہ حضرت! میں اس قابل کہاں؟ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور ان کی

رحمت ہے، آپ نے فرمایا کہ اگر تم کہو، تو تمہاری مچھلیاں بجائے جنت میں جمع کرنے کے دنیا میں بھیج دیں، اس نے کہا: نہ حضرت! میں تو وہیں لوں گا، مجھے یہاں نہیں چاہیے، میں یہاں کونسا بھوکا مر رہا ہوں، بچپن سے ابھی تک کھاتا ہی آرہا ہوں، آج جال خالی ہے، تو کیا ہوا؟ کہیں اور سے اللہ پاک روزی پہنچا دیں گے، روزی تو مجھے ہر روز ملتی ہے، آج تک میں کبھی بھوکا نہیں رہا، میں اپنی وہاں کی مچھلیاں یہاں کیوں کھاؤں؟ اب ظاہر میں اسے مچھلیاں پکڑتے وقت کتنی تکلیف ہوئی، لیکن دیکھو! یہ سن کر اس کو اس وقت کتنی راحت ہوگئی، اور وہ اس پر تیار ہوگیا کہ میری مچھلیاں وہیں رہنے دو، مجھے یہاں نہیں چاہئیں، یہ صبر کا اجر ہے، جو وہاں دیکھا گیا تھا، آخرت میں ہر نیک عمل کا اجر مؤمن کو ایسے ہی ملتا ہے۔

رضا بالقضاء اختیار کرنے والے کہاں ہیں؟

یہ بات رضا بالقضاء اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو، کافروں کو، باغیوں کو، فاسقوں کو اور فاجروں کو نصیب نہیں ہوتی، اس لیے ان کی زندگی میں سکون نہیں ہے، آرام و راحت نہیں ہے، ان کی دنیا کی زندگی تنگ ہے اور قبر کی زندگی بھی عذاب سے پُر ہوگی اور ان کے لئے آخرت میں بھی عذاب ہی عذاب اور تکلیف ہی تکلیف ہوگی، اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ راحت کی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور تنگی کی زندگی سے بچنے کی کوشش کرے، اس زمانے میں حیاتِ طیبہ اور پُر راحت زندگی عنقا ہے، قناعت اختیار کرنے والے اور رضا بالقضاء پر عمل کرنے

والے، اور واقعی شریعت کی پاسداری کرنے والے اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنے والے بہت کم ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں شامل فرمادیں، آمین۔

یہ زمانہ فسق و فجور اور نافرمانی کا ہے، نمازیں نہ پڑھنے کا ہے، بدنگاہی کا ہے، بدزبانی کا ہے، غیبتیں کرنے کا ہے، جھوٹ بولنے کا ہے، کم تولنے اور کم ناپنے کا ہے، ناچنے گانے کا ہے، فلمیں دیکھنے دکھانے کا ہے، آج کل ناجائز پروگرام دیکھنے دکھانے کا ماحول ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اس میں بڑا مزا آتا ہے، اس پروگرام کو دیکھ لو، اس ڈرامے کو دیکھ لو، اس فلم کو دیکھ لو، اس گانے کو سُن لو، کسی سے بھی سکون نہیں آتا، کسی سے بھی راحت نہیں ہوتی، کسی سے بھی آرام نہیں ہوتا، کسی سے بھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا، کیونکہ ان چیزوں سے اطمینان وسکون حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ چیزیں اطمینان اور سکون دینے والی ہیں ہی نہیں، آدمی جتنا گناہ کرتا چلا جاتا ہے، اس کی بے سکونی، بے قراری اور بے چینی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

ایک اشکال کا جواب

پھر حضرتؒ نے ایک اشکال بھی دور فرمایا، یہاں پر بعض لوگوں کے ذہنوں میں ایک اعتراض اور اشکال پیدا ہوجاتا ہے کہ آپ تو کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور باغی کو دنیا میں سکون اور سرور والی زندگی نصیب نہیں ہوتی، ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے مالدار، لکھ پتی، کروڑ پتی، ارب پتی ہوتے ہیں، گاڑی دیکھو، تو ایک سے ایک اعلیٰ، بنگلہ، کوٹھی دیکھو، نہایت ہی لاجواب، شاہی محل کی طرح

خوبصورت، لمبا چوڑا باغ، ہر قسم کی ہریالی اور سبزہ، اندر پھلدار اور پھولدار پودے، کمرے دیکھو، نہایت خوبصورت، اس میں اعلیٰ سے اعلیٰ فرنیچر، اے سی لگا ہوا، ہر جگہ راحت ہی راحت کا سامان موجود، آنا جانا ہوائی جہاز سے، چلنا پھرنا اعلیٰ اعلیٰ گاڑیوں کے اندر، ان کی بڑی بڑی ملیں، کارخانے اور دولت کی ریل پیل، پھر آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ ان کو سکون کی زندگی نصیب نہیں ہے؟۔

راحت اور سامانِ راحت میں فرق

اس کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واضح فرمایا ہے کہ دو چیزیں الگ الگ ہیں، ایک راحت اور ایک سامانِ راحت، راحت تو سکونِ قلب کا نام ہے، سامانِ راحت دوسری چیز ہے، سامان راحت میں روپیہ بھی ہے، پیسہ بھی ہے، اولاد بھی ہے، دوست واحباب بھی ہیں، عزیز و اقارب بھی ہیں، بنگلہ، کوٹھی اور کار بھی ہے، دنیا کے سارے ساز وسامان اسبابِ راحت کہلاتے ہیں، اور اسبابِ راحت اور راحت دونوں بالکل الگ الگ ہیں، کبھی انسان کو راحت حاصل ہوتی ہے، راحت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے، اور راحت کا سامان کچھ نہیں ہوتا، اور کبھی راحت کا ساز وسامان خوب ہوتا ہے، جیسے بڑے بڑے بادشاہوں کو، مالداروں کو، امیروں کو، دولت مندوں کو یہ دنیا کے اندر نصیب ہوجاتی ہے، لیکن ان کے پاس راحت کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا، ان سے تنہائی میں مل کر دیکھو، تو پتہ چلے کہ وہ کتنے پریشان ہیں؟ نہ رات کو نیند اور نہ دن کو سکون، حیران اور پریشان ہیں،

ننانوے فیصد مالدار لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے، جب چاہو، جہاں چاہو، تجربہ کر کے دیکھ لو۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سامانِ راحت ہوتا ہے اور راحت بھی ہوتی ہے، دونوں جمع ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نیک اور فرمانبردار بندوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں: بعض غریب ہوتے ہیں اور بعض امیر ہوتے ہیں، جو غریب ہوتے ہیں ان کے پاس اسبابِ راحت نہیں ہوتے، لیکن ان کو راحت پوری پوری نصیب ہوتی ہے، اور بعض اللہ تعالیٰ کے نیک بندے امیر ہوتے ہیں، تو مالداری کے ساتھ ساتھ ان کو راحت بھی عطا فرما دیتے ہیں، یعنی اسبابِ راحت کے ساتھ راحت بھی عطا فرماتے ہیں، دونوں کو اللہ تعالیٰ جمع کر دیتے ہیں۔

راحت صرف اللہ تعالیٰ کی عطا ہے

حضرت نے یہ بھی لکھا ہے کہ راحت من جانب اللہ ملتی ہے، اسبابِ راحت سے نہیں ملتی، جیسے شفاء، دوا سے نہیں ملتی، دوا میں تاثیر ہوتی ہے، شفاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے، بعض مرتبہ آدمی خوب دوائیں کھاتا رہتا ہے، کچھ بھی نہیں ہوتا، اور ؎

مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی میں نے

اور کبھی بغیر دوا کے شفاء ہو جاتی ہے، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہیں، تو خاک بھی کشتہ بن جائے، یعنی دوا کا کام کرے، اور نہ چاہیں، تو کشتہ بھی خاک

ہوجائے، یعنی دوا بے اثر ہوجائے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں، اسے اپنی رحمت سے شفاء عطا فرمادیتے ہیں، یہ راحت کوئی ایسا سامان نہیں ہے کہ بازار میں ملتا ہو، جاؤاور خرید کرلے آؤ، بلکہ یہ تو خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے، ڈاکٹر کے بس کی بات نہیں کہ کسی مریض کوٹھیک کردے، صحت دینے والے اللہ تعالیٰ ہی ہیں،اور یہ راحت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں، قناعت اور رضا بالقضاء اپنانے ،اور گناہوں سے بچنے پرملتی ہے، نیک اور متقی شخص کے پاس کچھ بھی سامانِ راحت نہ ہو، لیکن اس کے پاس سکون ہی سکون، راحت ہی راحت، عزت ہی عزت اور عافیت ہی عافیت ہوگی۔

لوگوں نے اپنی نادانی کی وجہ سے سامانِ راحت کوراحت سمجھا ہوا ہے، یہ غلط فہمی ہے، لہٰذا وہ رات دن کماتے ہیں، رات و دن دولت جمع کرنے میں اور اپنی من چاہی کرنے میں اور تمام سامانِ راحت جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں، لیکن جتنا جمع کرتے ہیں، اتنا ہی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا ہے، مثلاً کسی کا محل عالی شان ہو،اوراس میں ہر چیز خوبصورت ہو، لیکن صاحب کو پیٹ میں درداٹھا ہوا ہے، اس کو کیا مزا آئے گا؟

ایک نواب صاحب کا عبرتناک واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں ایک نواب صاحب کا قصہ مذکور ہے، ایک نواب صاحب تھے، وہ قلعہ کے اندر رہتے تھے، اور قلعے کے اندران کا

محل تھا، نوابی بھی اچھی خاصی بادشاہت سے کم نہیں ہوتی، لیکن نواب صاحب بیچارے ضعفِ معدہ کے مریض تھے، ان کو ڈاکٹر نے کہا ہوا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک تولہ قیمہ اُبال کر اور باریک کپڑے میں لپیٹ کر چوس لیا کریں، صرف یہ آپ کی غذا ہے، آپ اس سے زیادہ ہضم نہیں کر سکتے، جس کی غذا اتنی سی ہو، اس کا کیا حال ہوگا؟ ان کے پاس نوکر چاکر بھی ہیں، اور قلعہ میں عموماً ہر چیز ہوتی ہے، لیکن نواب صاحب کی یہ حالت تھی۔

ایک دن وہ اپنے قلعہ کی دیوار پر گھوم رہے تھے، اور باہر کا منظر دیکھ رہے تھے، تو دیکھا کہ دوپہر کے وقت کھیت سے کام کر کے ایک مزدور آرام کرنے کے لیے اور کھانا کھانے کے لیے آیا، اور اس کے ہاتھ میں پانی کی ایک لٹیا اور کپڑے کی ایک پوٹ تھی، اس نے پانی کی لٹیا سامنے رکھی، اور اپنا کپڑا کھولا، اور اس میں سے دو روٹ نکالے، روٹ کہتے ہیں: موٹی روٹی کو، اس نے موٹی موٹی دو روٹیاں نکالیں، اور ایک موٹی سی پیاز نکالی اور اس نے ایک مکا مار کر پیاز کو توڑا، اور اس پیاز سے اس نے دو روٹ کھالیے، اور لٹیا سے پانی پی لیا، اور سائے میں اپنے پھاوڑے کی لکڑی کے اوپر سر رکھ کے خراٹے لینے لگا۔

یہ سارا منظر نواب صاحب دیکھ رہے تھے، وہ دیکھ کر تڑپ گئے، اور دل میں کہنے لگے کہ مزیدار زندگی تو اس کی ہے، کوئی مجھ سے یہ نوابی لے لے، اور یہ ہاضمہ اور نیند مجھے دلوا دے، اس کا ہاضمہ دیکھو اور اس کی خراٹے والی نیند دیکھو، کاش! کوئی

مجھ سے یہ قلعہ، یہ محل، اور دولت لے لے، اور مجھے یہ سکون کی زندگی دے دے، تاکہ میں بھی آرام سے سوؤں اور آرام سے کھاؤں، نہ کوئی غم، اور نہ کوئی درد، تو اس مزدور کو راحت حاصل تھی، لیکن نواب صاحب کو قلعے کے اندر راحت حاصل نہیں تھی۔

تو سامانِ راحت اور ہے، اور راحت اور ہے، سامانِ راحت ہونے سے راحت ملنا ضروری نہیں ہے، یہ تو خالص اللہ تعالیٰ کی عطا اور ان کی رحمت سے بندے کو حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو دنیا کے اندر سکون کی زندگی نہیں ملتی، لہٰذا اگر ہم سکون کی زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ "حیات المسلمین" میں لکھی ہوئی باتوں پر عمل کریں، قناعت اختیار کریں اور اس کے ساتھ ساتھ رضا بالقضاء پر عمل کریں، اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ ربّ العٰلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

فقر و فاقہ اور تنگدستی کا علاج

(۱)

شرح مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۵)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیات المسلمین

موضوع: فقر و فاقہ اور تنگدستی کا علاج (۱)

مقام: جامع مسجد جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۱۹ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

۵ جنوری ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لّآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَ ذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ

(الذّٰریٰت: آیت ۵۵)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

اور نصیحت کرتے رہو، کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

مسلمانوں کی بدحالی کے اسباب

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا تھانویؒ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''حیاتُ المسلمین'' کے مقدمے میں مسلمانوں کے بدحال ہونے، مصیبتوں سے دوچار ہونے، اور طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہونے، ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونے کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں۔

(۱)....جہالت

(۲)....فقروفاقہ

(۳)....تشویشات

ان میں سے ایک جہالت ہے۔

یعنی دین سے جاہل ہونا، اور دین سے ناواقف اور بےخبر ہونا، اس کی وجہ سے بھی مسلمانوں کو دین میں زبردست نقصان اور خسارہ، پریشانی اور تکالیف ہورہی ہیں، اور بہت سی مصیبتوں اور پریشانیوں کا یہ بہت بڑا سبب ہے، جس کی تفصیل گذشتہ منگل کو بیان کی گئی تھی، اور یہ اسباب اس لئے بیان کیے جارہے ہیں، تاکہ ہم اپنا جائزہ لیں کہ اگر ہمارے اندران میں سے کوئی سبب پایا جاتا ہو، تو اس کو دور کریں۔

دوسرا سبب حضرت نے بیان فرمایا: فقر و فاقہ، افلاس اور تنگدستی، اور تیسرا

سبب بیان فرمایا: تشویشات اور پریشانیاں۔

یہ دوسرا سبب بھی بلاشبہ ایسا ہے کہ اس نے مسلمانوں کی کمر توڑی ہوئی ہے، مہنگائی تیزی سے بڑھتی جارہی ہے، اور بغیر کسی لگام کے بڑھتی جارہی ہے، اس کا کوئی پیمانہ نہیں ہے، اس کا کوئی معیار نہیں ہے، کوئی قاعدہ نہیں ہے، دنیا میں بے شمار مسلمان ہیں، جو فقر وفاقہ اور تنگدستی میں مبتلا ہیں، جس کی وجہ سے ان کا جینا محال ہورہا ہے، اور ظاہر ہے کہ فقر وفاقہ کی وجہ سے آدمی کی بہت سی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، اس کی وجہ سے طبیعت پریشان ہوتی ہے، آدمی متفکر رہتا ہے، رنج وغم اور صدمات اس پر چھا جاتے ہیں، چاروں طرف سے اس کو فکریں گھیر لیتی ہیں۔

خدانخواستہ! بالکل آمدنی نہ ہو، تو پھر لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں، اور اگر آمدنی ہو، اور نہایت قلیل ہو، تو بھی اس کو طرح طرح کی پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں، غرضیکہ فقر وفاقہ اور تنگدستی بھی ایک مستقل سبب ہے، مسلمانوں کی پستی کا، ان کی ذلت کا، ان کی رسوائی کا، ان کے مصائب اور پریشانیوں کا۔

فقر وفاقہ سے ایمان کو خطرہ

ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، اور اسی طرح دیگر بہت سے ممالک میں غریب مسلمانوں کی بڑی کثرت ہے، ان ممالک میں مسلمان زیادہ تر غریب ہیں، امیر اور خوشحال کم ہیں، اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی سارے مسلمان مالدار نہیں ہیں، وہاں بھی بہت سے مسلمان تنگدست ہیں محتاج ہیں، فقیر

ہیں، مسکین ہیں، تو یہ تنگدستی اور فقر وفاقہ اور افلاس، اس نے بھی مسلمانوں کو پریشان کیا ہوا ہے، اور بلاشبہ یہ پناہ مانگنے کی چیز ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ کتنے ہی مسلمان اللہ بچائے! ایسے ہیں کہ جو اس غربت اور تنگدستی سے عاجز ہو کر کفر کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، کوئی عیسائی بن جاتا ہے، کوئی مرزائی بن جاتا ہے، کوئی آغا خانی بن جاتا ہے۔

ہمارے پاکستان میں گلگت اور چترال کا علاقہ، یہ پسماندہ علاقہ کہلاتا ہے، یہاں اکثر مسلمان تنگدست ہیں، وہاں عیسائی مشنریاں اور این جی اوز اور مختلف عالمی تنظیمیں وہاں کے مسلمانوں کی طرح طرح سے خدمت کرتی ہیں، ان کی مالی معاونت کرتی ہیں، ان کو تعلیمی سہولتیں فراہم کرتی ہیں، ان کے لئے سڑکیں بناتی ہیں، ان کیلئے چھوٹے بجلی گھر بناتے ہیں، ہسپتال تعمیر کرتے ہیں، جہاں ان کا مفت علاج کرتے ہیں، اور یہ تمام سہولتیں اور آسانیاں پہنچا کر ان کو اپنے مذہب کی طرف راغب کرتے ہیں، اصل سبب فقر وفاقہ اور تنگدستی ہے، ہمارے شہروں میں جو اِن غیر مسلموں کے رفاہی ادارے ہیں، وہاں بھی خفیہ طور پر یہ کام ہوتا ہے، تو فقر وفاقہ کی وجہ سے اسلام اور ایمان کا دنیا کے تھوڑے سے سامان کے بدلے سودا کرنے پر بھی آدمی راضی ہو جاتا ہے۔

بقدرِ ضرورت مال ایمان کیلئے ڈھال ہے

اسی لئے حضرت سفیان ثوریؒ کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں زیادہ

مال و دولت کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے کہ ان کے ایمان کی قوت اور اعمالِ صالحہ پر پختگی کی وجہ سے ان کا دل مضبوط تھا، اور اس دل کی مضبوطی کی وجہ سے ان کو مال سے قوت لینے کی ضرورت نہیں تھی، چنانچہ مال حاصل کرنے کی طرف ان کی توجہ زیادہ نہیں تھی، بلکہ آخرت کی طرف زیادہ توجہ تھی، فقر و فاقہ اور تنگدستی بھی ان کے پائے استقلال کو حرکت نہیں دے سکتی تھی، ہٹانا تو بہت دور کی بات ہے، ہلا بھی نہیں سکتی تھی، لیکن بعد میں جب خیر القرون کا زمانہ ختم ہوا، تو لوگوں کے ایمان میں کمزوری آگئی، اور عمل میں کمی آئی، تو ایسی صورت میں مال و دولت، اپنا دین، ایمان اور عزت بچانے کے لئے ڈھال بن گیا، اس لئے اب کم از کم بقدرِ ضرورت مال مطلوب ہے۔

فرمایا کہ اگر ہمارے پاس یہ اشرفیاں نہ ہوتیں، تو یہ حکومت کے لوگ اور مالدار لوگ ہمیں ناک پونچھنے کا رومال بنا لیتے، یعنی ہم ان کے محتاج ہوتے، اور پھر وہ جس طرح چاہتے، ہمیں استعمال کرتے، ہم ان کے سامنے حق بات بھی نہ کہہ سکتے، کیونکہ ان سے ہماری ضرورت وابستہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس بقدرِ ضرورت مال ہے، جس کی وجہ سے ہماری عزّت ہے، اور اس عزّت کی وجہ سے وہ بھی ہماری عزّت کرتے ہیں، اور ہمارے پاس مال کا ہونا، اور پھر اس پر ہماری عزّت ہونا، یہ ہمارے دین کی حفاظت کا ذریعہ بنا ہوا ہے کہ ہمیں ان کی طرف کوئی رغبت اور دلچسپی نہیں، اب وہ ہمارے محتاج ہیں، ہم ان کے محتاج نہیں ہیں۔

مالِ حلال میں اسراف کی گنجائش نہیں

اور پھر فرمایا کہ دیکھو! اس کے پاس جتنا مال ہے، چاہے تھوڑا سا ہی ہو، اس کو بہت سنبھال کر رکھے، اور بہت ہی احتیاط سے خرچ کرے، بلکہ کسی نہ کسی جائز طریقے سے اس کے بڑھانے کی فکر کرے، مثلاً کسی کو کوئی قابلِ اعتماد ذریعہ مل جائے، تو وہ اپنے مال کو مضاربت پر دے دے، بہر حال! قابلِ اعتماد اور قابلِ اطمینان ذریعہ ملنا شرط ہے، جو اس زمانے میں تقریباً عنقاء ہے، یا پھر بطور شرکت کے مال لگائے۔

اور اگر خود کوئی کام کرے، تو اس کی جو شرائط ہیں، انہیں بجالائے، کہ جو کام کرے، پہلے اس کا تجربہ حاصل کرے، اور پھر جو کام کرے، وہ جائز بھی ہو، اور اعتدال کے ساتھ کرے، اس کے اندر لگ کر آخرت سے غافل نہ ہو، اور پھر آخر میں یہ فرمایا کہ یاد رکھنا! مالِ حلال میں اسراف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مال کے استعمال کرنے کا صحیح طریقہ

یہ حضرتؒ نے بہت اہم قاعدہ بیان فرمایا ہے، حلال مال اکثر اور ''بہت'' نہیں ہوتا، کبھی تو ہوتا ہے، لیکن اکثر نہیں ہوتا، بلکہ اکثر مالِ حلال ''بقدرِ ضرورت'' ہوتا ہے، بقدرِ ضرورت ہونے کی وجہ سے آدمی فقر و افلاس کے دائرے سے آدمی باہر ہوگا، اور بے تحاشہ مال و دولت کی فکر سے آزاد ہوگا۔

اور جب مالِ حلال بقدرِ ضرورت ہوگا، تو اس کے اندر اللّے تللّے کرنے کی

ضرورت کہاں سے آئے گی؟ کہ خواہی نہ خواہی، جہاں ضرورت نہیں ہے، وہاں پر بھی مال خرچ کررہا ہے، جہاں پانچ روپے خرچ کرنے کی ضرورت ہے، وہاں پچاس روپے خرچ کررہا ہے، بلکہ جہاں کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، خرچ کرنے کی، وہاں پر بھی خرچ کررہا ہے، یہ اسراف ہے، اس اسراف وتبذیر نے بھی مسلمانوں کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے۔

اوّل تو مال ہے نہیں، اور اگر کہیں سے مال آ بھی گیا، تو بعض لوگ اسے فضول خرچیوں میں ضائع اور برباد کردیتے ہیں، اور پھر مقروض ہوکر بیٹھ جاتے ہیں، پہلے قرض نہیں تھا، اب قرض بھی ہوگیا، پہلے ایک ہی غم تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، یا بقدرِ ضرورت بھی نہیں ہے، پھر جب اللہ پاک نے کسی طرح انتظام فرمادیا، تو اس میں ایسا اسراف اور بے جا استعمال کیا کہ اب جناب! اپنے پیسے بھی خرچ ہوگئے، اور مزید قرض بھی ذمہ میں آگیا۔

حضرتؒ فرمانا یہ چاہ رہے کہ مالِ حلال میں کہیں بھی اسراف کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا اس کو بہت سوچ سمجھ کر بقدرِ ضرورت خرچ کرنا، اس میں تمہاری عزت، تمہارا دین وایمان بچا ہوا ہے، تمہاری دنیا بھی اس سے چل رہی ہے، اگر تم نے اس کو بے جا خرچ کرکے ختم کردیا، تو پھر دین کا بچنا بھی مشکل ہے، اور دنیا کا گزارا بھی مشکل ہے، لہٰذا اگر کسی کے پاس مال ہو، تو اس کو جائز طریقے سے بڑھانے کی کوشش کرے، تاکہ ایمان محفوظ رہے، دین محفوظ رہے، اور فقر وافلاس کی وجہ سے جو

تکالیف اور پریشانیاں مسلمانوں کولاحق ہیں، ان سے محفوظ رہے۔

فقر وفاقہ کی دو قسمیں

فقر وفاقہ بھی دو قسم پر ہے، ایک فقر وفاقہ اختیاری ہوتا ہے، اور ایک غیر اختیاری ہوتا ہے، اگر کوئی اپنے اختیار سے فقر وفاقہ اپنائے، وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ ہے، اور محمود ہے اور محبوب ہے، اس وقت اس کی تفصیل بیان کرنے کا ارادہ نہیں ہے، انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا اور خاص طور پر سید المرسلین، خاتم النبیین سرکارِ دو عالم جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، ان کے صحابہؓ، تابعینؒ، تبعِ تابعینؒ، ائمہِ مجتہدین، سلفِ صالحین اور اولیائے امتؒ کا فقر وفاقہ اختیاری تھا، یہ سب زاہد تھے، اور ان سب کے سردار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید الزاہدین بھی تھے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر اس دنیا میں نہ کوئی زاہد ہوا ہے، اور نہ ہو سکے گا۔

دوسرا فقر وفاقہ وہ ہے، جو غیر اختیاری طور پر انسان کو لاحق ہوتا ہے، یہ ایک مصیبت ہے، اور یہ مؤمن کے لئے فتنہ ہے، حدیث میں ہے:

كاد الفقر أن يكون كفرا

ترجمہ

بعض مرتبہ فقر وفاقہ کفر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

فقر و فاقہ کی وجہ سے ہونے والے گناہ

فقر و فاقہ میں مبتلا ہو کر آدمی کی عزت بھی چلی جاتی ہے، تنگدستی کی وجہ سے آدمی حرام کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے، چوری کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، ڈاکہ ڈالنے پر مجبور ہو جاتا ہے، لوٹ مار کر جاتا ہے، بھتے لیتا ہے، رشوت لیتا ہے، ایک نہیں، نہ جانے کتنے ہی بے شمار گناہوں میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے، اور بعض مرتبہ اللہ بچائے! کفر اختیار کر لیتا ہے، کافی عرصہ پہلے گلگت جانا ہوا، وہاں کے ساتھیوں نے بتایا کہ یہاں جگہ جگہ آغا خانی ہیں، ان کی کثرت ہے، اور ان کا مقصد یہ ہے کہ کسی طریقے سے ہم یہاں کے مسلمانوں کو آغا خانی بنائیں، لیکن جس کو اللہ رکھے، اسے کون چکھے، دراصل ہمارے ایمان کے محافظ بھی اللہ جل شانہ ہیں، ہمارا یہ ایمان ان کی عطاءِ خاص ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ قائم و دائم رکھیں، اور دنیا سے سلامتی کے ساتھ لیجانا نصیب فرمائیں، آمین۔

وہاں آغا خانیوں نے مسلمانوں کو پیسے کی لالچ دیکر، دولت کی لالچ دیکر، نوکری کی لالچ دیکر، عورتوں کا لالچ دیکر انہوں نے یہ پلان بنایا ہوا ہے، اور جگہ جگہ انہوں نے اپنے اڈے قائم کیے ہوئے ہیں، اور دن رات اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، کالجوں اور سکولوں میں اس کی ترغیب دی جاتی ہے۔

قرآنی مکاتب، حفاظتِ ایمان کے قلعے

وہاں ساتھیوں نے دکھایا کہ نیچے ایک سکول ہے، اور پہاڑ کی چوٹی پر اللہ پاک

نے ایک مدرسہ بنوادیا، الحمدللہ! اس مدرسے میں بھی جانا ہوا، اور مدرسہ بھی کوئی بڑا نہیں، صرف قرآن شریف کی تعلیم کے لئے چھوٹا سا مکتب تھا، اور جس جگہ بھی آغاخانیوں کا کوئی اسکول ہے، وہیں قریب میں اللہ تعالیٰ نے ایک مدرسہ بھی بنوادیا، ان میں کہیں ایک استاد ہے، کہیں دو، کہیں تین، کہیں چار ہیں، بلکہ شاید چار میں نے زیادہ کہہ دیے، کہیں کہیں معلّمات بھی ہیں، جو بچیوں کو پڑھاتی ہیں، کہتے ہیں کہ ان قرآنی مکاتب کی یہ برکت ہے کہ آج تک کوئی مسلمان آغاخانی نہیں ہوا، بلکہ آغاخانیوں کے بچے بھی یہاں آکر پڑھتے ہیں اور وہ مسلمان ہوجاتے ہیں، اور الحمدللہ! وہاں قرآن شریف کے مکاتب کا جال پھیلا ہوا ہے، جگہ جگہ مکتب، جہاں اسکول وہاں مکتب، اب مکتب سے جو بچے قرآن پڑھ کر اسکول جاتے ہیں، وہ وہاں جاکر بھی صاحبِ ایمان ہی رہتے ہیں، اسی لئے ہمارے اکابر کہتے ہیں کہ یہ مدارس اور مکاتب، یہ دین وایمان کی حفاظت کے قلعے ہیں۔

بہرحال! فقر وفاقہ اور تنگدستی نے بھی مسلمانوں کو خاصا پریشان کر رکھا ہے، دنیا میں مسلمانوں کی ذلّت اور رسوائی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، کوئی انفرادی طور پر اس میں مبتلا ہوتا ہے، تو وہ پریشان ہوتا ہے، اور کچھ اجتماعی طور پر فقر وفاقہ میں مبتلا ہوکر پریشان ہوتے ہیں، حکیم الأمت حضرت مولانا تھانویؒ نے ''حیات المسلمین'' میں ایسے اعمال بیان فرمائے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے یہ فقر وافلاس اور تنگدستی إن شاء اللہ تعالیٰ دور ہوگی۔

دیکھئے! حضرتؒ نے یہ کیسی عجیب وغریب کتاب لکھی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے جہالت بھی دور ہوگی، افلاس بھی دور ہوگا اور پریشانی بھی دور ہوگی، اس کی تفصیل إن شاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ آتی جائے گی۔

فقر و فاقہ کا بڑا سبب

ایک دو باتیں میں پہلے عرض کردوں کہ تنگدستی اور افلاس میں مبتلا ہونے کی سب سے بڑی وجہ بندے کی بداعمالیاں ہوتی ہیں، بندے کی بداعمالیاں بعض مرتبہ اس کو فقر وافلاس کے گڑھے میں پھینک دیتی ہیں، اور اکثر وبیشتر کو تو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ہم کون سے ایسے گناہ کررہے ہیں، جن کی وجہ سے ہم اس افلاس اور فقر وفاقہ سے دوچار ہیں، اس کی وجہ یہی دین سے جہالت ہے، اگر دین کا علم ہوتا، تو پتہ چلتا کہ میں کیا غلطی کررہا ہوں، اللہ جلّ شانہٗ نے کلامِ پاک میں فرمایا ہے:

وَ مَن یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلُ لَّہٗ مَخْرَجاً وَ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْراً

(الطلاق: آیت نمبر ۲،۳)

ترجمہ

اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کیلئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا، جہاں اُسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے، تو اللہ اس (کا کام بنانے) کیلئے

کافی ہے۔یقین رکھو! اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔البتہ اللہ نے ہر چیز کا
ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔(آسان ترجمۂ قرآن)

''رزق'' کا مفہوم

اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والے کے لئے رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں، رزق کے ایک معنی تو وہ ہیں، جو ہمارے ہاں سمجھے جاتے ہیں، مثلاً دال روٹی، لیکن شریعت میں رزق صرف اسی میں منحصر نہیں ہے، کہ صرف کھانے پینے کا نام رزق ہے، شریعت میں جب لفظ ''رزق'' بولا جاتا ہے، تو اس سے مراد دنیا و آخرت کی تمام ضروریات ہوتی ہیں، اس میں کھانے کو بھی ملے گا، پہننے کو بھی ملے گا، رہنے کو بھی ملے گا، اور اس کے علاوہ جو جو ضروریات اس کی دنیا کی زندگی کے لئے ہیں، وہ سب اس کو ملیں گی، جس میں اس کی عزّت بھی ہے، اس کی راحت بھی ہے، اس کا سکون وچین بھی ہے، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی آخرت کی بھی تمام ضروریات اپنے فضل سے پوری فرمائیں گے۔

تقویٰ کسے کہتے ہیں؟

تقویٰ کہتے ہیں کہ آدمی گناہوں سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے، جو ہوگئے ہیں، ان سے معافی مانگ لے، ان پر سچی توبہ کرلے، اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلے، کسی بندے کے ساتھ زیادتی کی، تو اس سے معافی تلافی کرلے، اور مرتے دم تک ہمیشہ گناہوں سے بچنے کی کوشش میں لگا رہے، جب اللہ تعالیٰ اس

بندے کے جذبہ کی صداقت جان لیں گے کہ یہ بندہ واقعی میری نافرمانی سے بچنے کے لئے کوشاں ہے، اور اب یہ اخلاص کے ساتھ میری نافرمانی سے بچنے کے لئے رواں دواں ہوگیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمادیتے ہیں۔

اب یہ نسخہ اتنا آسان ہے کہ ہر مسلمان اس کو اختیار کرسکتا ہے، اس لئے کہ گناہوں سے بچنے میں نہ آدمی کے پیسے خرچ ہوتے ہیں، نہ دولت خرچ ہوتی ہے، نہ کوئی خاص طاقت خرچ ہوتی ہے، صرف پکا ارادہ کرنا ہے، اور اعضاء و جوارح کو، ظاہر و باطن کو، دل و دماغ کو گناہوں سے بچنے کی کوشش میں لگانا ہے، اور اس میں یہ بھی شرط نہیں ہے کہ بعد میں پھر کوئی گناہ ہی نہ ہو، بلکہ کوشش کرنا شرط ہے، کوشش میں لگ جائے، کچھ دنوں کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی کی بارش شروع ہوجائے گی، جہاں سے گمان نہیں ہوگا، وہاں سے دروازہ کھل جائے گا۔ إن شاء اللہ تعالیٰ

تقویٰ کا چلّہ

جو چاہے، جب چاہے، وہ تجربہ ہی کرکے دیکھ لے، چالیس دن تجربہ کرکے دیکھ لو، کہ چالیس دن تک کوئی بدنگاہی نہیں ہوگی، کوئی بدزبانی نہیں ہوگی، جھوٹ نہیں بولوں گا، کسی کی غیبت نہیں ہوگی، جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے، جھوٹا وعدہ نہیں کریں گے، کسی کو ماریں گے نہیں، کسی سے لڑیں گے نہیں، نماز قضا نہیں کریں گے، جماعت نہیں چھوڑیں گے، چالیس دن تک بالکل نیک بن کر دکھاؤ، إن شاء اللہ آپ کو

چالیس دن میں ہی اللہ جلّ شانہ دکھادیں گے کہ انہوں نے جو فرمایا تھا، وہ سولہ آنے سچ ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ لکھ پتی ہو جائیں گے، کروڑ پتی ہو جائیں گے، لیکن حقیقت کا پتہ ضرور چل جائے گا کہ واقعی جو کچھ فرمایا، وہ صحیح ہے، اس کو اس چلّے کے بعد دنیا ہی بدلی ہوئی نظر آئے گی، اور چلّے سے پہلے کی زندگی اور بعد کی زندگی میں بہت فرق نظر آئے گا، یہ نسخہ ایسا ہے کہ اگر ساری دنیا کے مسلمان یہ نسخہ اختیار کرلیں، تو وہ ساری دنیا پر چھاجائیں، آخرت میں بھی فلاح، دنیا میں بھی فلاح، اور کوئی دوسرا اتیار ہو نہ ہو، ہم تیار ہو جائیں۔

اس کے ساتھ ساتھ پھر کچھ اور چیزیں بھی معاون و مددگار ہیں، اگر ان کو بھی اختیار کریں گے، تو إن شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا، ان کو إن شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو اور امتِ مسلمہ کو غیر اختیاری فقر و افلاس سے نجات عطا فرمائے، آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدللّٰہ رب العٰلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

فقر و فاقہ اور تنگدستی کا علاج

(۲)

شرح مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (٦)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

موضوع: فقروفاقہ اور تنگدستی کا علاج (۲)

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

۱۲ جنوری ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدِہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لَّآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیَّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّمْ تسلیمًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَ ذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ

(الذّٰریٰت: آیت ۵۵)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

اور نصیحت کرتے رہو، کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

گذشتہ بیان کا خلاصہ

میرے قابل احترام بزرگو!

گذشتہ منگل کو یہ عرض کیا تھا کہ حکیم الأمت حضرت مولانا تھانویؒ نے ''حیاتُ المسلمین'' کے مقدمے میں اس وقت جو مسلمانوں کی بدحالی ہے، جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہیں، اور روز بروزان کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جارہی ہے، اس کے کیا اسباب ہیں؟ اور پھر اس کے تین سبب بیان فرمائے تھے، جس میں سے پہلا سبب دین سے جہالت، دین سے ناواقفیت ہے، اور اس وقت جو دین کا علم پڑھنے والے ہیں، وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لحاظ سے بہت ہی کم ہیں، اس لئے وہ کسی شمار میں نہیں ہیں، اور اس کا علاج یہی ہے کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بلا تاخیر دین کا علم حاصل کرے، اور اس سلسلے میں بھی حضرتؒ نے آگے ایسے اعمال بیان کیے ہیں کہ ان اعمال کو اپنانے سے انسان کی جہالت دور ہوتی ہے۔

مسلمانوں کی حالتِ زار اور ان کی پریشانی اور بدحالی کا دوسرا سبب فقر و افلاس ہے، اس میں بہت سے مسلمان مبتلا ہیں، جس کی وجہ سے طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہیں، کسی پر اتنا قرض چڑھا ہوا ہے کہ اس کی زندگی عذاب بنی ہوئی ہے، کیونکہ قرض ادا کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، آمدنی کے اتنے ذرائع ہیں نہیں، اور قرض اتنا چڑھ گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

بہر حال! بہت سے مسلمان ایسے ہیں، جو بیچارے قرض کے نیچے دبے ہوئے ہیں، اور قرض ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے، اور کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں، جو بدحالی اور تنگدستی اور فقر و افلاس کا شکار ہیں، جس کی وجہ سے ان کا ایمان خطرے میں ہے، عزت و آبرو بھی خطرے میں ہے، اور اخراجات کی تنگی ان کو ہمہ وقت پریشان کیے ہوئے ہے، اور اس کی کچھ تفصیل میں نے گذشتہ منگل کو بیان کی تھی۔

فقر و فاقہ کی دو قسمیں

فقر و فاقہ کی دو قسمیں بتائی گئی تھیں، ایک فقر و فاقہ اختیاری ہوتا ہے، اور ایک فقر و فاقہ غیر اختیاری ہوتا ہے، اور پریشانی کا سبب فقر و فاقہ غیر اختیاری ہوتا ہے، اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے، دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے، اپنے قصد و اختیار سے فقر و فاقہ اختیار کرے، یہ بہت ہی اعلیٰ مقام ہے، جس کا اختیار کرنا ہر ایک کے بس کی بات بھی نہیں ہے اور وہ ہرگز ہرگز مصیبت کی چیز نہیں ہے، اور پریشانی کی چیز نہیں ہے، جو آدمی اس کو اس کی شرائط کے ساتھ اختیار کرتا ہے، وہ سکون میں آجاتا ہے، راحت میں آجاتا ہے، عافیت میں آجاتا ہے، اور یہ اس وقت زیرِ بحث نہیں ہے، ہاں! جو آدمی غیر اختیاری طور پر اس سے دوچار ہوتا ہے، وہ تکلیف اور پریشانی کا شکار رہتا ہے، اس سے پناہ مانگنی چاہئے۔

حضرتؒ نے آگے کچھ ایسے اعمال تحریر فرمائے ہیں کہ جن کے اختیار کرنے

سے إن شاء اللہ تعالیٰ یہ مصیبت دور ہوسکتی ہے، اس کا ازالہ ہوسکتا ہے، بشرطیکہ ان کاموں کو باقاعدہ اختیار کیا جائے، جو حضرتؒ نے آگے بیان فرمائے ہیں۔

تقویٰ کی اہمیت

میں نے عرض کیا تھا کہ دو ایک باتیں فوری طور پر بیان ہوجائیں، تو بہتر ہے، ان سے انسان کا فقر اور افلاس دور ہوسکتا ہے، ان میں سے ایک تقویٰ ہے، جو آدمی تقویٰ اختیار کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر پریشانی اور تنگی میں، ہر تکلیف اور مصیبت میں اس کے لئے ذریعۂ نجات پیدا فرمادیتے ہیں، اور تقویٰ اختیار کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کے ہر وقت اختیار میں ہے۔

تقویٰ اس کا نام ہے کہ جہاں تک ہوسکے، آدمی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے، آنکھ کے گناہوں سے بچے، کان کے گناہوں سے بچے، زبان کے گناہوں سے بچے، اعضاء وجوارح کے گناہوں سے بچے، ظاہر و باطن کے گناہوں سے بچے، غلطی ہوگئی ہو، یا غلطی ہوجائے، تو فوراً سچی توبہ کرے، اور پھر سچی توبہ کرکے آئندہ گناہوں سے بچنے کا پورا اہتمام کرے، کمانے میں بھی تقویٰ اختیار کرے، ملازمت میں بھی تقویٰ اختیار کرے، زراعت میں بھی تقویٰ اختیار کرے، گھر میں بھی، دوست احباب میں بھی ہر جگہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے، اور جو فرائض و واجبات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے مقرر ہیں، ان کو اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے، بیوی بچوں کے حقوق واجب ہیں، ان کو ادا کرے، ماں

باپ کے حقوق واجب ہیں، ان کو ادا کرے، اولاد کے حقوق واجب ہیں، ان کو ادا کرے، جن کے ساتھ معاملات ہوتے رہتے ہیں، ان کے حقوقِ واجبہ ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرائض وواجبات مسلمان مرد وعورت پر رات دن لاگو ہوتے رہتے ہیں، ان کو ادا کرنے کا اہتمام کرے، اس کوشش میں لگا رہے، اس کوشش میں لگے رہنے کو کہتے ہیں ''تقویٰ'' تقویٰ کا معنی ہے: ڈرنا اور بچنا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے، اور اس کی نافرمانی سے بچے، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جس طرح گناہوں کے کرنے میں ہے، اسی طرح فرائض وواجبات ادا نہ کرنے میں بھی ہے، بہر حال! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ مَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجاً وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً

(الطلاق: آیت نمبر ۲،۳)

ترجمہ

اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کیلئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا، جہاں اُسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے، تو اللہ اس (کا کام بنانے) کیلئے کافی ہے۔ یقین رکھو! اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ البتہ اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

تقویٰ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہیں، ہر مصیبت اور ہر پریشانی میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیں گے، جو تنگی اور پریشانی ہوگی، وہ دور ہو جائے گی، دنیا میں بھی دور ہو جائے گی، اور آخرت میں بھی دور ہو جائے گی، اس لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ یہ ایک آیت ایسی جامع ہے کہ اگر ساری مخلوق اس پر عمل کرلے، تو سب کے لئے کافی ہے، بہرحال! تقویٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ غیب سے روزی کے دروازے اس طرح کھولتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے، جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا، وہاں سے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو پورا فرما دیتے ہیں۔

تین اہم باتیں

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کو نعمتیں ملیں، تو اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کرو، اور جب گناہ زیادہ ہو جائیں، تو خوب استغفار کرو، اور جب روزی تنگ ہو جائے، تو **لا حول و لا قوۃ الا باللہ** کثرت سے پڑھو،....

لا حول و لا قوۃ الا باللہ کے بارے میں دوسری حدیث میں ہے کہ اس میں ننانوے بیماریوں کا علاج ہے، جس میں سب سے چھوٹی بیماری غم اور فکر ہے، اب دیکھئے! ہر قسم کی تکلیف بھی غم میں داخل ہے، بیماری بھی غم میں داخل ہے،

بدحالی بھی غم میں داخل ہے، تنگدستی اور بدحالی کا غم ایسا ہے کہ ہر وقت کا غم ہے، رات کو بھی غم، دن کو بھی غم، چلتے ہوئے بھی غم، بیٹھے ہوئے بھی غم، ہر وقت فکر اور ہر وقت پریشانی، تو کم سے کم جو غم اور فکر ہے، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے وہ دور فرماتے ہیں، اس کے علاوہ بڑی بڑی بیماریاں اور مصیبتیں اس کے علاوہ ہیں، جو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دور فرماتے ہیں، تو اس کا معمول بنالیں کہ **لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ**، سو مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھ لیں، اور یہ کوئی مشکل بھی نہیں ہے، بلکہ بہت ہی آسان ہے، ورنہ کم از کم صبح و شام سو، سو مرتبہ پڑھے، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ کلمہ عرش کے نیچے جو خزانہ ہے، اس سے دیا ہے۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں:

(۱)..... نعمت پر شکر

پہلی بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائیں، تو اس پر شکر ادا کریں، رزق، روزی بلکہ ہر نعمت میں اضافے کے لئے یہ ایک مستقل عمل ہے، اور کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خالی نہیں، غریب سے غریب آدمی بھی اور امیر سے امیر آدمی بھی، بیمار سے بیمار آدمی بھی، صحت مند سے صحت مند آدمی بھی، کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی ان گنت اور بے شمار نعمتوں سے خالی نہیں، ہر شخص اللہ تعالیٰ کی

بے شمار نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے، لہٰذا جو نعمتیں ملی ہوئی ہیں، پہلے ان کا شکرادا کرو، یہ شکرایسا عمل ہے کہ آدمی اس کو کرتا چلا جاتا ہے، اوراس کی ضروریات وحاجات پوری ہوتی چلی جاتی ہیں، اوراس کو ملنے والی نعمتوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا جتنا شکرادا کرتے جائیں گے، وہ نعمت اتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی، کیونکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراهيم: آيت نمبر ۷)

ترجمہ

اگرتم نے واقعی شکرادا کیا تو میں تمہیں اورزیادہ دوں گا۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

ہماراحال یہ ہے کہ ہم شکرادا کرتے نہیں، اورناشکری کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں، یہ ہماراعام مرض ہے، غریب سے غریب اور مفلس سے مفلس آدمی بھی بڑی بڑی نعمتوں سے مالامال ہوتا ہے، لیکن ناشکری کی عادت کی وجہ سے اس کا احساس نہیں ہوتا، بہرحال! کسی طریقے سے ہمیں حق تعالیٰ شانہ کی جتنی نعمتیں حاصل ہیں، ان پرشکرادا کرنے کی عادت پڑجائے، اور جو نعمتیں روزانہ اوروقتاً فوقتاً ملتی رہتی ہیں، چاہے وہ نعمت روزی کی ہو، یاعزّت اور صحت کی، یا کوئی اور نعمت پر ہو، اس پر شکرادا کرنے کی عادت بنائیں، یادرکھیں! شکرادا کرنا بھی نعمتوں کو بڑھاتا ہے، تنگدستی کوفراخی میں اور بدحالی کوخوشحالی میں اور مصیبت کوراحت میں بدل دیتا ہے۔

شکر کرنے کا آسان طریقہ

ہر کام کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے، ہر کام مشق کرنے سے ہوتا ہے، جب دنیا کا کوئی چھوٹا یا بڑا کام بغیر مشق کیے نہیں ہوسکتا، تو یہ آخرت کے بڑے بڑے کام کیسے بغیر محنت کے اور بغیر مشق کے ہوجائیں گے؟ لہٰذا اس کے لئے بھی روزانہ پابندی سے وقت نکالیں، چاہے دس پندرہ منٹ ہی نکالیں، اتنا وقت نکالنا کیا مشکل ہے؟ جبکہ اس میں ہمارے بہت بڑے مسئلے کا حل ہے، جس کے لئے ہم رات دن ہائے ہائے کررہے ہیں، مریض بیماری سے ہائے ہائے کرے، اور ڈاکٹر صاحب کہے کہ بھئی! یہ انجکشن لگوالو، اور مریض کہے کہ نہیں بھئی! میں نہیں لگواتا، تو اس طرح سے بیماری کیسے دور ہوگی؟ ایسے ہی یہاں بھی ہے، اگر اپنی مصیبت دور کرنی ہے، تو کچھ کرو، لہٰذا اس کے لئے کم از کم دس منٹ نکالیں۔

جس کو جس وقت بھی موقع ملے، وہ اس وقت تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں، وہ جو اللہ تعالیٰ نے اسے بچپن سے لیکر اب تک دی ہیں، ان کو یاد کرے، ان کو سوچے، اور فی الحال بھی اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، ان میں سے ایک ایک نعمت کو سوچے، سب سے پہلے اپنے جسم کی نعمتیں سوچے، جسم میں اللہ پاک نے اتنی بڑی بڑی نعمتیں رکھی ہوئی ہیں، ظاہر میں بھی اور جسم کے اندر بھی کہ دنیا کی بڑی بڑی نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں، پھر اللہ پاک نے جسم سے ہٹ

کر گھر میں بے شمار اور اَن گنت نعمتیں ہر ایک کو دے رکھی ہیں، اس کو سوچے، پھر خاندان اور برادری کی سطح پر کچھ سہولتیں اور آسانیاں آدمی کو حاصل ہوتی ہیں، جیسے ایک وہ آدمی ہے کہ جس کا کوئی خاندان ہے، نہ برادری ہے، نہ دوست ہے، نہ کوئی احباب ہیں، نہ کوئی جان پہچان والا ہے، کوئی اس کا پرسانِ حال نہیں ہے، اور ایک یہ ہے کہ اس کا سب ہی کچھ موجود ہے، اس نعمت کو بھی سوچے، اس کے بعد مال کی نعمت کی نسبت سے سوچے، اس کے بعد دنیا کی نعمتیں سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری سہولت اور آسانی کے لئے کتنی بڑی بڑی نعمتیں بنا رکھی ہیں، رات، دن، سورج، چاند، ستارے وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، ہم سب ان سے استفادہ کر رہے ہیں، اور وہ بھی بغیر کسی پیسے کے، نہ اس میں کوئی ٹکٹ ہے، اور نہ ہی اس کا کوئی بل، مفت میں اللہ پاک نے یہ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، ان کو سوچے۔

یہ نعمتیں سوچنے کی عادت بنالے، کہ روزانہ دس منٹ تنہائی میں بیٹھ کر نعمتیں سوچا کرے، جب ایک پہلو سے نعمتیں سوچ لے، تو دوسرے پہلو سے نعمتیں سوچنا شروع کردے، اور ساری نعمتیں تو ایک دن میں سوچ ہی نہیں سکتے، دس منٹ کیا، دس گھنٹے بھی لگادیں، تو ساری نعمتیں نہیں سوچ سکتے، لیکن روزانہ اس دس منٹ کی عادت سے چوبیس گھنٹے کے لئے آپ کے دل و دماغ میں راحت بیٹھ جائے گی، سکون بیٹھ جائے گا، چین و قرار نصیب ہوجائے گا، اور نعمتوں میں سچ مچ اضافہ

شروع ہو جائے گا، جو بھی سوچے گا، اس کو اس کا فائدہ محسوس ہو جائے گا۔

چالیس دن کا تقویٰ

جیسا کہ میں نے گذشتہ منگل کو عرض کیا تھا کہ چالیس دن کا تقویٰ اختیار کر کے دیکھ لو، چالیس دن کے اندر ہی اندازہ ہو جائے گا کہ چالیس دن سے پہلے کیا حال تھا، اور اب چالیس دن کے بعد کیا حال ہے؟ کیونکہ ہر عمل کا اثر دھیرے دھیرے ظاہر ہوتا ہے، ایک دم سے نہیں ہوتا، ہمیں شکر کی بجائے ناشکری کی عادت پڑی ہوئی ہے، ہزاروں نعمتیں حاصل ہیں، اور شکر کا نام نہیں ہے یا بعض لوگ اللہ بچائے! ناشکری کا اظہار بھی کرنے لگتے ہیں۔

حضرت مولانا سیّد اصغر حسین صاحبؒ کے شکر کا عجیب حال

سیّدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت مولانا سیّد اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے، اور یہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے محبوب اساتذہ میں سے تھے، اور مادرزاد ولی اللہ تھے، انہیں کشف بہت ہوتا تھا، اور حضرت مفتی صاحبؒ پر ان کی بڑی شفقت تھی، ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحبؒ کو پتہ چلا کہ حضرت مولانا سیّد اصغر حسین صاحبؒ کی طبیعت خراب ہے، انہیں ''میاں صاحب'' کہا جاتا تھا، تو حضرت مفتی صاحبؒ طبیعت پوچھنے کے لئے گھر تشریف لے گئے، اندر گئے، تو دیکھا کہ میاں صاحبؒ کو بہت سخت بخار ہے، اور بخار کی

شدت سے جسم انگارہ ہورہا ہے اور آگ کی طرح جل رہا ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: حضرت کیسی طبیعت ہے؟ حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ میری آنکھیں اچھی ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ میرے کان بالکل صحیح ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ میری آواز بالکل صحیح ہے، اللہ کا شکر ہے کہ میرے ہاتھ بہت اچھے ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ میرے پاؤں بالکل ٹھیک ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ میری کمر بالکل درست ہے، اللہ کا شکر ہے کہ میرا سینہ بالکل صاف ہے، بس! ذرا سا بخار ہے، سبحان اللہ! کوئی اور ہوتا، تو سوائے تکلیف کے اور کچھ بھی نہ سناتا، اکثر ہمارا یہی حال ہے۔

وہ حضرات مقامِ شکر پر فائز تھے، عین شدتِ بخار کی حالت میں دیگر اعضاء کی صحت وسلامتی کا شکر زبان پر ہے، اور اس سخت تکلیف کا دبے الفاظ میں اظہار ہے، وہ بھی اس لئے کہ پوچھا گیا ہے، جب شکر ادا کرنے کی عادت پڑ جائے گی، اور ناشکری کی عادت سے توبہ کرلی جائے گی، پھر ایک وقت آئے گا، تو اس کے فوائد إن شاء اللہ تعالیٰ نظر آئیں گے۔

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کہیں سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی آجائے، تو "الحمدللہ" کہو، ٹھنڈا پانی پینے کے بعد "الحمدللہ" کہنا ہی چاہئے، بلکہ اس وقت تو دل سے "الحمدللہ" نکلتا ہے،

اور کہیں سے خوشبو کا جھونکا آجائے، تو اس پر بھی "الحمدللّٰہ" کہنا چاہئے، کوئی خوشی کی خبر کان میں پڑجائے، تو فوراً "الحمدللّٰہ" کہنا چاہئے، یہ سب اس وقت ہوگا، جب ہم دس منٹ کے لئے اپنے ذہن کو ساری چیزوں سے خالی کرکے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں سوچنے کی عادت ڈالیں گے، جب عادت پڑجائے گی، تو چلتے پھرتے بھی خود بخود شکر ادا ہونے لگے گا، اور جب شکر ادا ہونا شروع ہوگا، تو پھر دیکھنا کہ نعمتوں میں کیسا غیر معمولی اضافہ ہوتا نظر آئے گا۔

(۲)..... گناہوں پر استغفار

دوسری چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلائی کہ جب گناہ ہوجائیں، تو ان پر کثرت سے استغفار کیا جائے، استغفار کی فضیلت متعدد حدیثوں میں وارد ہوئی ہے، استغفار کی کثرت سے ہر مصیبت، ہر پریشانی اور ہر تکلیف دور ہوجاتی ہے، جب کوئی مصیبت اور کوئی پریشانی دیکھو، استغفار شروع کردو، إن شاء اللّٰہ تعالیٰ وہ دور ہوجائے گی، اور استغفار کا نسخہ گناہوں کے لئے تیر بہدف ہے، سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، اور استغفار کی کثرت کرے، تو آدمی کے سارے گناہ ختم ہوجاتے ہیں اور جیسے تقویٰ سے ہر تنگی دور ہوجاتی ہے، ہر پریشانی میں نجات ملتی ہے، کثرتِ استغفار سے بھی یہی ہوتا ہے، بہر حال! آدمی دل میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔

(۳)..... لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرا عمل لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بیان فرمایا، پہلے اس کا ذکر آچکا ہے، یہ بڑے سے بڑے غم کا علاج ہے، اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔

لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ الخ کی برکت

حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں خراسان کے اندر ایک علاقہ تھا، جس کا نام ''ترخ'' تھا، وہاں مسلمانوں کا لشکر دشمن سے لڑنے کے لئے موجود تھا، اور ایرانیوں سے مقابلہ تھا، جو غیر مسلم تھے، اس موقع پر دشمن اپنے اسّی ہاتھیوں کا لشکر لیکر سامنے آیا، اور وہ ہاتھی بھی بڑے ہی خونخوار قسم کے تھے، مسلمانوں کے پاس ایک بھی ہاتھی نہیں تھا، اس زمانے میں ہاتھیوں سے مقابلہ ایسا ہی تھا، جیسا کہ آج ٹینکوں سے مقابلہ کرنا کہ ایک طرف ٹینک ہوں، اور دوسری طرف ایک بھی ٹینک نہ ہو، (جیسا کہ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں تقریباً یہی صورتحال تھی۔)

جب مسلمانوں نے ہاتھیوں کا لشکر دیکھا، تو ان پر خوف طاری ہوگیا، اور قریب تھا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوتے، امیرِ لشکر کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی، اورانہوں نے با آوازِ بلند ''لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ'' پڑھنا شروع کردیا، اور ان کی دیکھا دیکھی دیگر مسلمانوں نے بھی ''لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا

بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" پڑھنا شروع کردیا، اس کا ایسا اثر ہوا کہ ہاتھیوں کا لشکر ایک دم ٹھہر گیا، اور ان کے فوجی ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف بڑھائیں، لیکن وہ آگے نہ بڑھیں، اور اگر پیچھے لے جائیں، تو وہ پیچھے کی طرف بھاگ کھڑے ہوں، اللہ پاک نے ان کے اوپر ایسی گرمی اور ایسی پیاس مسلط کردی کہ آخر کار دشمن کا لشکر بھاگنے پر مجبور ہوگیا، اِدھر مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوگئے اور سارا خوف ختم ہوگیا، پھر جو اُنہوں نے حملہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمادی۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ پاک نے لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ میں ننانوے غموں کا علاج رکھا ہے، اور اس واقعہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں سے مشاہدہ کروادیا کہ تم نے یہ کلمہ پڑھا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے تم کو فتح عطا فرمادی، فتح تو اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتے ہیں، وہ نہ طاقت کی بنیاد پر ہوتی ہے، نہ صلاحیت کی بنیاد پر ہوتی ہے، وہ تو فضل کی بنیاد پر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے "لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" ایسا کلمہ ہے جو اس کا ذریعہ ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ننانوے غم دور فرمادیتے ہیں، تو اِن شاء اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے سے رزق کی تنگی بھی دور ہوگی۔

نوح علیہ السلام کی وصیت

ایک کلمہ یہ ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ، یہ بھی بڑا

عجیب و غریب کلمہ ہے، اس کے بڑے فضائل اور فوائد ہیں، اس کا ایک قصہ سنا دیتا ہوں۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا، اور جمع کر کے ان کو فرمایا کہ میں تم کو اپنی ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کا خلاصہ بطور وصیت کے بتاتا ہوں، میرے بعد اس پر عمل کرتے رہنا، تو تم فلاح یاب ہو جاؤ گے، ...اب حضرت نوح علیہ السلام اتنی اہم بات فرمارہے ہیں، ساڑھے نو سو سال انہوں نے تبلیغ کی، اور اب اس کا خلاصہ بتا رہے ہیں، بہر حال! ان کے سب بیٹے جمع ہو گئے... تو فرمایا کہ تم کو ہمیشہ دو باتوں سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں، اور دو باتوں کو کرنے کی وصیت کرتا ہوں، ان کو ہمیشہ کرتے ہی رہنا، فلاح پا جاؤ گے، فرمایا: ایک تو یہ کہ ہمیشہ شرک سے بچنا، کبھی شرک کے قریب بھی نہ جانا۔

شرک کی دو قسمیں

شرک کی دو قسمیں ہیں: ایک شرکِ خفی، اور دوسرا شرکِ جلی، دونوں سے بچنا چاہئے، شرک جلی یہ ہے کہ غیر اللہ کو معبود بنالیا جائے، اللہ بچائے! اس کے شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس کو سب ہی جانتے ہیں، اور ایک ہے: شرکِ خفی، اور وہ یہ ہے کہ دکھاوے اور ریا کاری کے لئے کوئی کام کرنا، شہرت اور نام و نمود کے لئے کوئی کام کرنا، یہ بھی شرکِ خفی ہے، کیونکہ یہ بھی غیر اللہ کے لئے عبادت کر رہا ہے،

نیک کام کرر ہا ہے، اس لئے کرر ہا ہے، تاکہ لوگ مجھے اچھا کہیں، لوگ مجھے اچھا سمجھیں، لوگوں کی نظروں میں میرا ایک مقام بن جائے، اور میں لوگوں کے اندر بڑا عابدوزاہد، بڑا اللہ والا، عالم، فاضل، حافظ، قاری یا قوم کا خادم بن کر مشہور ہو جاؤں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہے، حالانکہ یہ سب کام اللہ ہی کے واسطے ہونے چاہئیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کے سوامخلوق کے لئے کرر ہا ہے، تو یہ دکھاوااور ریاکاری بھی شرک ہے، جس کوشرکِ خفی کہتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ جوکام کریں، اخلاص سے کریں، جوکام کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے، تو سب کچھ ہے، اور اگر اس کی رضا کے لئے نہیں ہے، تو پھر کچھ بھی نہیں ہے، اور نہ صرف یہ کہ اس کا اجر نہیں، بلکہ اُلٹا اس پر عذاب اور وبال ہے، لہٰذا حضرت نوح علیہ السلام نے وصیت کی کہ شرک سے ہمیشہ بچیں۔

تکبر سے بچنا

دوسری وصیت یہ فرمائی کہ تکبر سے بچنا، اس لئے کہ تکبر اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، جوصرف اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے، کسی وجہ سے بھی کوئی بندہ بڑا نہیں ہوسکتا، اگر کوئی بڑا بننا چاہے گا، یا اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت میں دخل دے گا، لہٰذا تکبر حرام ہے، اس سے بچنا ضروری ہے، بندے کے لائق عاجزی ہے، تواضع ہے، انکساری ہے، خاکساری ہے۔

تکبر اسے کہتے ہیں کہ آدمی کسی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھے، اور دوسرے کو اپنے سے حقیر سمجھے، اور تواضع اسے کہتے ہیں کہ آدمی اپنے دل میں اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھے، اور دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھے، اگر وہ مسلمان ہے، تو فی الحال اس کو اپنے سے اچھا سمجھے، چاہے ظاہر میں وہ کتنا ہی برا ہو، کتنا ہی آوارہ اور بدمعاش ہو، پھر بھی اپنے دل میں اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھے، اس کو اپنے سے اچھا سمجھے، اور اگر دوسرا کافر ہے، تو فی المآل اس کو اپنے سے اچھے سمجھے، فی المآل کا مطلب یہ ہے کہ خدانہ کرے! خدانہ کرے! میرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو، اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔

تکبر ایسی خبیث عادت ہے کہ جو تقریباً ہر چیز سے پیدا ہو جاتا ہے، اور آدمی کو پتہ بھی نہیں چلتا، اور اس کے اندر تکبر ہوتا ہے، اس لئے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرے اندر تکبر نہیں ہے، بہت کم لوگ اس سے پاک ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو پاک فرمادیں۔

ہمیشہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھنا

اور دو کام ہمیشہ کرنے کے لئے فرمایا، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیشہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھنا، یعنی اس کلمۂ ایمان کو پڑھتے بھی رہنا، اور اس کے تقاضوں پر عمل بھی کرتے رہنا، فرمایا کہ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر ساتوں زمین اور ساتوں آسمان کو ملا کر ان کا ایک گول کڑا بنایا جائے، اور پھر اس کو رکھ کر یہ کلمہ اس کے اوپر رکھ دیا جائے، تو

اس کڑے کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے، اس میں اتنا وزن ہے، اس لئے حدیث میں اس کلمہ کو

"أفضل الذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

فرمایا گیا ہے، اس لئے ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ آدمی چلتے پھرتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا رہے، اس کا تو کوئی شمار ہی نہ کرے، بے شمار اور بے حساب ہی پڑھے، جتنا پڑھے، اتنا کم ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ الخ پڑھنا

چوتھی چیز فرمائی کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ پڑھنا، فرمایا کہ یہ پڑھتے رہنا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کائنات میں ہر چیز کو اس کی وجہ سے روزی عطا فرماتے ہیں، جب ہر ایک کو اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے، تو پڑھنے والے کو ضرور ملے گی، إن شاء اللّٰه تعالیٰ، اگر کوئی بہت ہی زیادہ تنگدست ہو، تو اسے چاہئے کہ ہر نماز کے بعد سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھے، اور اگر کسی کی حالت ذرا بہتر ہو، تو کم از کم سو، سو مرتبہ صبح وشام پڑھتا رہے، إن شاء اللّٰه تعالیٰ اس کی عجیب وغریب برکات اس کو نظر آئیں گی۔

اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائے، آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدللّٰه رب العٰلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

فقر و فاقہ اور تنگدستی کا علاج

(۳)

شرحِ مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۷)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیات المسلمین

موضوع: فقر و فاقہ اور تنگدستی کا علاج (۳)

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴/

تاریخ: ۴ صفر ۱۴۳۱ھ

۱۹ جنوری ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰه نحمدهٗ و نستعينهٗ و نستغفرهٗ و نؤمِنُ بهٖ و نتوكّل عليه و نعوذ باللّٰهِ من شرورِ أنفسنا و من سيّئاتِ أعمالنا مَن يهدِهِ اللّٰه فلامُضِلَّ لهٗ وَ مَنْ يُضللهُ فلا هَادِيَ لهٗ وَ أشهد أن لَّا اِلٰه اِلَّا اللّٰه وحدهٗ لا شريک لهٗ و أشهد أنّ سيّدنا و نَبِيّنَا و مولانَا محمّدًا عبدهٗ و رسولهٗ صلّى اللّٰه تعالٰى عليه و علٰى آلهٖ و اَصْحَابِهٖ و بارک و سلّم تسليمًا كثيرًا كثيرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرّجيم

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

لَا اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

(الأنبياء: آیت ۸۷)

صدق اللّٰه العظيم

ترجمہ

(یا اللہ!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک میں قصوروار ہوں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

تنگدستی دور کرنے والے اعمال

میرے قابل احترام بزرگو!

گذشتہ منگل کو مسلمانوں کا فقر وفاقہ اور تنگدستی دور ہونے کی کچھ ترکیبیں اور کچھ اعمال آپ حضرات کی خدمت میں عرض کئے گئے تھے، اور آج بھی اس سلسلے میں کچھ اور ایسے اعمال بیان کرنے کا ارادہ ہے، جو نہایت ہی مفید اور آسان ہیں، جب وہ اپنے موقع پر کتاب میں آئیں گے اس وقت ان کی تفصیل ان شاء اللہ سامنے آئے گی، لیکن ان کے تفصیلی بیان سے پہلے مختصر طور پر دو چار عمل بیان کرتا ہوں جو بہت ہی نافع اور مفید ہیں۔

گھر میں داخل ہونے کے وقت کے بابرکت معمولات

جو مسلمان بھی ان پر پابندی سے عمل کرے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ ان سے فائدہ اٹھائے گا، اور خدانخواستہ! اگر کوئی تنگدستی اور فقر وفاقہ میں مبتلا ہے، تو اس کی یہ بنیادی تکلیف بھی ان شاء اللہ تعالیٰ دور ہو جائے گی۔

ان میں سے ایک عمل وہ ہے، جو حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ حضور! میں فقر وفاقہ اور تنگدستی سے عاجز آگیا ہوں، مجھے اپنے افلاس کے دور ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ کیفیت سن کر فرمایا کہ جب تم اپنے گھر جاؤ، تو چاہے گھر میں کوئی ہو، یا نہ ہو، پہلے

سلام کرو،... جب گھر میں کوئی نہ ہو، تو پھر گھر میں داخل ہونے کا سلام یہ ہوتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِہِ الصّٰلِحِیْنَ،

...اس کے بعد مجھ پر درود شریف پڑھو،...کوئی سا بھی درود پڑھ سکتے ہیں مثلاً

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی
اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلِّمْ،

یا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ،

یا

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ،

یہ بہت ہی آسان ہے، اس میں سلام بھی ہے، اور درود بھی ہے، اس کے علاوہ نماز والا درود شریف بھی پڑھ سکتے ہیں، پھر فرمایا کہ اس کے بعد ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ عمل بتلایا، اور یہ کتنا آسان عمل ہے! جتنے بھی گھر کے افراد ہیں، سب اس کا معمول بنالیں، جن صاحب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل بتلایا، انہوں نے سنتے ہی اس کا معمول بنالیا، وہ فرماتے ہیں کہ اس معمول کی ایسی برکت ظاہر ہوئی کہ میرے گھر سے فقر وفاقہ دور ہوگیا اور ایسا لگا کہ یہ وظیفہ تو فقر وفاقہ کا صفایا کرنیوالا ہے، اس نے گھر سے فقر وفاقہ کا ایسا صفایا کر دیا کہ تنگدستی اور فقر وفاقہ کا نام ونشان نہیں رہا، اللہ پاک نے اس وظیفہ کی بدولت ایسی

برکت عطا فرمائی کہ میں نے خود بھی کھایا پیا، میرے پڑوسیوں نے بھی کھایا پیا، اور میرے پڑوسیوں کے پڑوسیوں نے بھی کھایا پیا، یعنی یا تو گھر میں کھانے کو نہیں تھا، یا اب یہ حال ہے کہ بانٹنے کی نوبت آرہی ہے، ایسا موثر عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعلیم فرمایا، یہ سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا عمل ہے، اس لئے اس کو اختیار کرنا چاہیے۔

آیتِ کریمہ کی تاثیر

ایسے ہی بعض اعمال، جو اگرچہ اس طرح صاف صاف حدیث سے ثابت نہیں ہیں، لیکن وہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، اور ان کا مفید اور نافع ہونا مسلّم ہے، مثلاً ایک آیتِ کریمہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

(الأنبیاء: آیت ۸۷)

اللہ پاک نے قرآن شریف میں اس کو نازل فرمایا، اور اس کے بارے میں وعدہ فرمایا کہ جس طرح ہم نے اس کلمے کی برکت سے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی ہے،

"وَ کَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ" (الأنبیاء: آیت ۸۸)

ترجمہ

اور اسی طرح ہم ایمان رکھنے والوں کو نجات دیتے ہیں۔ (آسان ترجمہ قرآن)

مسلمان جب یہ کلمہ پڑھیں گے، تو ان کی تکلیفیں، ان کی پریشانیاں، ان کی

مصیبتیں بھی ہم دور کریں گے، اوران کی تنگی اور پریشانی میں ہم ان کی مدد کریں گے، اس لئے مسلمانوں کے اندر اس کو مختلف تعداد میں پڑھ کر دعا کرنے کا معمول چلا آرہا ہے، بعض سوالاکھ پڑھ کر دعا کرتے ہیں، بعض ستر ہزار مرتبہ پڑھ کر دعا کرتے ہیں، تجربے سے ان کا مفید ہونا معلوم ہے، اور ایک تعداد پانچ سو مرتبہ پڑھنے کی بھی ہے، بارہا تجربے سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اگر کوئی کسی پریشانی میں مبتلا ہو، جس میں تنگدستی بھی داخل ہے، اور وہ پانچ سو مرتبہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

(الأنبياء: آيت ٨٧)

پڑھ کر دعا کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان فرمادیتے ہیں، اوراس کی تنگی دور فرمادیتے ہیں۔

دیگر خاص اذکار کا اثر

ایسے ہی لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے، جو خزانے ہیں، وہاں سے نکال کردیا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے ننانوے بیماریوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کا علاج رکھا ہے، جس میں کم سے کم فکر اور غم ہے، اللہ پاک اس کلمہ کی برکت سے تمام فکریں اور غم دور کردیتے ہیں، اگر کوئی شخص پانچ سو مرتبہ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ کر دعا کرے، تو اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی تکلیف دور فرمادیتے ہیں، اور فقر وفاقہ بھی بہت بڑی مصیبت ہے۔

ایسے ہی حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ، اللہ پاک نے اس کو بھی قرآن

شریف میں نازل فرمایا ہے، اور ایک جہاد کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے یہ کلمہ پڑھا تھا، جب ان کو تشویش لاحق ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خیرو عافیت کے ساتھ واپس لوٹایا، تو یہ حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ پریشانیوں کے خاتمے کے لئے نافع اور مجرب ہے۔

اب یہ تین کلمے ہوگئے:

(۱)..... لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ

(۲)..... لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ.

(۳)..... حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ

اگر کوئی شخص کتنی ہی بڑی سے بڑی پریشانی میں مبتلا ہو، بڑی سے بڑی مصیبت میں گرفتار ہو، اور یہ چاہتا ہو کہ میری یہ مصیبت دور ہو جائے، تو وہ یہ تینوں کلمات پانچ، پانچ سو مرتبہ پڑھے، شروع میں گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے، پھر یہ تینوں کلمات پڑھے، اور پھر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر دعا مانگے، ان شاء اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی بڑی سے بڑی مصیبت اور تکلیف با آسانی دور ہو جائے گی، بلکہ کئی حضرات کو یہ تجربہ ہوا کہ اگر وہ اچانک کسی بڑی اور خطرناک پریشانی میں آگئے، اور انہوں نے یہ کلمات پڑھنے شروع کئے، تو یہ ختم ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے وہ پریشانی دور فرما دی، اس لئے یہ کلمات بھی اس سلسلے میں نافع اور مفید ہیں۔

بعض ایسے مسلمان، جو قید میں تھے، اور ان کو سزائے موت ہو چکی تھی، یا اس

کا یقین ہو چکا تھا کہ اب سزائے موت ہی ہوگی، انہوں نے پڑھنا شروع کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے نجات دی، اس سلسلے میں عجیب عجیب واقعات ہیں، اگر کوئی آدمی اکیلا نہ پڑھ سکے، تو گھر کے دو تین افراد مل کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ کا ایک خاص عمل

ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ" کا ایک عمل بتایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی تنگدستی دور ہو جائے، اور اس کی غربت کا خاتمہ ہو جائے، تو اس کو چاہئے کہ روزانہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان تین سو اکتالیس (۳۴۱) مرتبہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ پڑھا کرے، اوّل و آخر میں کم سے کم تین مرتبہ یا گیارہ مرتبہ درود شریف بھی پڑھے، اگر حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ کے ساتھ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ بھی پڑھے، تو اور زیادہ اچھا ہے، حضرتؒ فرماتے تھے کہ اس سے بھی اللہ تعالیٰ آدمی کی تنگدستی دور فرما دیتے ہیں، بلکہ فرمایا کہ یہ نواب بننے کا نسخہ ہے، اور غالباً حضرتؒ فرماتے تھے کہ میرا بھی اس پر عمل ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا ایک مجرّب عمل

اور ایک عمل حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکیؒ سے منقول ہے، اور حضرت حاجی صاحبؒ سے حضرت تھانویؒ کو حاصل ہوا، اور حضرت تھانویؒ نے اپنے مشہور خلیفہ شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کو بتلایا، انہوں نے ہمارے حضرتؒ کو بتلایا، اور حضرتؒ نے

معارف القرآن میں بھی اس کو ذکر فرمایا، اور دیگر مقامات پر بھی اس کا ذکر فرمایا، کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو آدمی فجر کی نماز کے بعد ستر مرتبہ یہ آیت پڑھا کرے:

اللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ وَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ

(الشوریٰ: آیت ۱۹)

ترجمہ

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، وہ جسکو چاہتا ہے رزق دیتا ہے، اور وہی ہے جو قوت کا مالک ہے، اقتدار کا بھی مالک۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فراخی عطا فرماتے ہیں، کشادگی عطا فرماتے ہیں، تنگدستی اور افلاس اپنے فضل سے دور فرمادیتے ہیں۔

ادائے قرض کی دعا

ایک دعا ادائے قرض کے لئے یاد آگئی، ہمارے حضرتؒ نے اپنے رسالہ ''دافع الافلاس'' میں تحریر فرمائی ہے، اور وہ حضرت صدیق اکبرؓ سے منقول ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے میرے والد ماجد حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میں تم کو وہ دعا نہ بتلاؤں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلائی ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے حواریوں کو وہ دعا یاد کروایا کرتے تھے، اور وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ كَاشِفَ الْكُرَبِ وَ مُجِيبَ دُعَاءِ الْمُضْطَرِّ رَحْمٰنَ

الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ وَ رَحِیْمَهُمَا تَرْحَمُنِیْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِیْنِیْ بِهَا عَمَّنْ سِوَاکَ.

حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ پر کسی کا بہت سارا قرض تھا، اور میں قرض سے بہت گھبراتا تھا، اور اس کے اترنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی، جب میں نے یہ دعا پڑھنی شروع کی، چند روز ہی میں اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ بغیر کسی وراثت ملے، اور بغیر کچھ ظاہری سبب کے اللہ پاک نے روزی میں فراخی کا ایسا سبب فرمایا کہ سارا قرضہ ادا ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بھی یہ دعا یاد کرلی، اور مجھ پر بھی ایک عورت کا قرضہ تھا، اور اس کی وجہ سے میں بڑی شرمندہ اور نادم رہتی تھی کہ کیسے یہ قرضہ ادا ہو، اور اس کی ادائیگی کی صورت کیا ہو؟ میں نے یہ دعا پڑھنی شروع کی، اس کی ایسی برکت ظاہر ہوئی کہ دیکھتے ہی دیکھتے سارا قرضہ اُتر گیا، اور میں قرض کے پہاڑ سے نکل گئی، تو یہ بھی بڑی عجیب دعا ہے، اس کو بھی یاد کرلینا چاہئے، اور خدانخواستہ! کسی پر قرض کا بوجھ ہوگا، تو وہ بھی ادا ہو جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اداءِ قرض کی معروف دعا

اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے جو دعا مروی ہے، وہ بڑی مشہور و معروف ہے، وہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تلقین فرمائی کہ اے علی! اگر تم یہ دعا پڑھو گے، تو اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی تم پر قرض ہوگا، تو وہ ادا ہو جائے گا، اور وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ أَغْنِنِیْ

بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ

یہ بڑی عجیب وغریب دعا ہے، یہ دعا فجر کی نماز کے بعد ستّر مرتبہ پڑھ لینی چاہیے، لیکن عام نمازوں کے بعد بھی اگر آدمی گڑگڑا کر اس کو پڑھتا رہے، اور مانگتا رہے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ قرض کے اُترنے میں غیر معمولی آسانی ہوگی، یہاں یہ واضح ہو کہ آدمی نے قرض کسی مجبوری کے تحت لیا ہو، یہ نہیں کہ وظیفہ مل گیا ہے قرض اُتارنے کا، لہٰذا خوب قرض لیے جاؤ، اور وظیفہ پڑھے جاؤ، اور جن سے قرض لیا ہے، ان کو تنگ کیے جاؤ، بلکہ اگر کسی نے مصیبت میں قرض لیا ہو، اور پھر اس کے ادا کرنے میں پریشانی کا سامنا ہو، تو پھر دوسری جائز تدبیروں کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی پڑھو، ان شاء اللہ تعالیٰ قرض بھی اُتر جائے گا، اور تنگدستی بھی دور ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو دنیا اور آخرت میں عافیت نصیب فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

تشویش اور پریشانی کا علاج

(۱)

شرح مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۸)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

موضوع: تشویش اور پریشانی کا علاج (۱)

مقام: جامع مسجد جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۱۱ صفر ۱۴۳۱ھ

۲۶ جنوری ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنۡ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لَّآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصۡحَابِہٖ و بارکَ و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ

(الأنبیاء: آیت ۸۷)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

(یا اللہ!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک میں قصوروار ہوں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

مسلمانوں کی بدحالی کا تیسرا سبب

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الامّت، مجدد الملّت حضرت مولانا تھانویؒ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''حیاتُ المسلمین'' کے مقدمے میں مسلمانوں کی مصیبتوں، تکلیفوں اور ان کی پریشانیوں کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ایک مسلمانوں کا دین سے ناواقف اور جاہل ہونا ہے، اور دوسرا سبب مسلمانوں کا فقر و فاقہ، افلاس اور تنگدستی میں مبتلا ہونا، ان دونوں اسباب پر گذشتہ بیانات میں تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔

تیسرا سبب حضرتؒ نے بیان فرمایا: تشویشات اور پریشانیوں میں مبتلا ہونا، بہت سے مسلمان قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں، طرح طرح کی تشویشات ان کو لاحق ہیں، جس کی وجہ سے ان کی زندگی میں سکون نہیں ہے، راحت نہیں ہے، آرام نہیں ہے، وہ بے چین ہیں، اور اس تشویش اور پریشانی کی تکلیف میں بھی ہزاروں، لاکھوں مسلمان مبتلا ہیں، بلکہ فی زمانہ تو صورتحال کچھ ایسی ہے کہ شاید ہی کوئی مسلمان کسی تشویش اور پریشانی سے خالی ہو، پڑھے لکھے لوگ بھی پریشان ہیں، جاہل اور ان پڑھ بھی پریشان ہیں، شہری بھی پریشان ہیں، اور دیہاتی بھی پریشان ہیں، اب تو صورتحال ایسی ہوگئی ہے کہ جس سے ملو، وہی پریشان ہے۔

غریب، امیر سب پریشان

جس کے بارے میں اندازہ ہو کہ یہ بڑے آرام میں ہیں، بڑے سکون اور بڑی راحت میں ہیں، لیکن جب اس سے ملو، اور اس کے حالات سنو تو ظاہر میں جو کچھ ذہن میں آرہا تھا، وہ سو فیصد غلط نکلتا ہے، اور پتہ چلتا ہے کہ ارے! یہ تو ہم سے بھی زیادہ پریشان ہے، اور اس بیچارے کو کروٹ کروٹ پریشانی ہے، اور کسی لمحہ اس کو سکون نہیں ہے، پہلے زمانے میں کہا جاتا تھا کہ غریب لوگ سکون میں ہیں، ان کا تو ایک ہی غم ہے کہ غریب ہیں، تاہم مالدار ہمیشہ سے پریشان چلے آرہے ہیں، پہلے زمانے میں بھی جتنے مالدار لوگ ہوتے تھے، وہ زیادہ تر پریشان ہی ہوتے تھے۔

اس زمانے میں بھی یہی حال ہے کہ جتنا کوئی مالدار ہوتا ہے، کروڑ پتی اور ارب پتی ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ وہ بے چارہ پریشان ہوتا ہے، حالانکہ مالداری کی وجہ سے اس کو بڑا سکون ہونا چاہیے، اور بڑا بے فکر ہونا چاہیے، اور لوگوں کی ظاہری ٹھاٹ باٹھ، مال و دولت اور اسبابِ راحت کی فراوانی کی وجہ سے دھوکا بھی ہو جاتا ہے کہ فلاں مالدار آدمی تو بہت ہی سکون اور چین میں ہوگا، اس کے پاس تو گاڑی بھی بڑی اعلیٰ قسم کی ہے، اس کا بنگلہ بھی نہایت خوبصورت اور بہت وسیع ہے، اور کاروبار بھی بڑا زبردست ہے، کروڑوں کی آمدنی ہے، بڑے بڑے لوگوں میں اس کی عزت ہے، یہ تو بڑے آرام میں ہوگا، بڑے ہی سکون میں ہوگا، لیکن جب اس کا حال سنو، تو معلوم ہوگا کہ غریب اس سے اچھا ہے، یہ ہے تو امیر، لیکن

حقیقت میں غریب سے بھی بدتر ہے، اور غریب سے کہیں زیادہ پریشان اور تکلیف میں مبتلا ہے۔

پُرسکون لوگ

ہزاروں لاکھوں مسلمان قسم قسم کی پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں، مسلمانوں میں سے ایک جماعت ایسی ہے، جو پرسکون ہے، اور اس کو پریشانی بھی پریشانی نہیں ہوتی، یہ نہیں کہ ان کو کوئی پریشانی نہیں آتی، بلکہ پریشانیاں تو ان کو بھی آتی ہیں، لیکن ان کی پریشانیاں بس! نام کی ہوتی ہیں، حقیقت میں وہ بڑے سکون میں ہوتے ہیں، حقیقی راحت اور چین اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرماتے ہیں، بعض مرتبہ ظاہر میں ان کے پاس آرام و راحت کے ساز و سامان بھی نہیں ہوتے، لیکن کروٹ کروٹ ان کو اطمینان ہوتا ہے، آرام سے سوتے ہیں، آرام سے جاگتے ہیں، آرام سے کھاتے ہیں، آرام سے پیتے ہیں، آرام سے رہتے ہیں، ان کا بال بال سکون میں ہوتا ہے۔

وہ ہیں: اللہ جلّ شانہ کے فرمانبردار اور دل وجان سے تابعدار بندے، اطاعت میں مشغول اور گناہوں سے دور رہنے والے جن کو اولیاء اللہ کہتے ہیں، جن کو اللہ والا کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ مقام نصیب فرمائے، آمین، ایسا مسلمان جہاں بھی ہے، سکون میں ہے، آرام میں ہے، راحت میں ہے، اس کے پاس اتنی راحت ہے، اور اس قدر اس کو سکون میسر ہے کہ پریشان حال آدمی آکر اس سے

ملے، تو اس کی بھی پریشانی دور ہوجاتی ہے، اگر پورے طور پر ختم نہ بھی ہو، تو کم ضرور ہوجائے گی، یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے برف، وہ ٹھنڈا کرنے والی ہے، اب چاہے وہ برف شربت میں گھول کر پی لے، اور چاہے دودھ میں ڈال کر پی لے، اور چاہے کوٹ کر ویسے ہی چبالے، اور چاہے رومال میں بھر کر سر پر رکھ لے، جس طرح سے بھی برف کو استعمال کرے، وہ ٹھنڈا ہی کرے گی۔

اگر کمرے میں اے سی چلا دیں، تو گرمی ختم ہوجائے، اور کمرہ ٹھنڈا ہوجائے گا، جتنی چیزیں اس میں ہوں گی، وہ بھی ٹھنڈی ہوجائیں گی، جیسے اے سی اور برف میں ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت ہے، ایسے ہی جو اللہ شانہ کے تابعدار اور فرمانبردار بندے ہوتے ہیں، اور نیک مسلمان ہوتے ہیں، ان کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ خود بھی ٹھنڈے، اور جو ان کے پاس آجائے، وہ بھی ٹھنڈا ہوجائے، اور ان کے علاوہ دیگر جتنے بھی مسلمان ہیں، ان کے پاس! پریشانی ہی پریشانی ہے۔

مالدار بننے کے خواہشمند غریب کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص تنگدستی اور فقر و فاقہ سے بہت پریشان تھا، آپ کے سامنے تفصیل سے اس کا بیان ہوچکا ہے کہ یہ بھی پریشانی کا ایک سبب ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا، اور جا کر عرض کیا کہ حضرت! میں بڑا پریشان ہوں، جب سے میں نے آنکھ کھولی ہے، تنگدستی میں آنکھ کھولی ہے، اس میں پلا، اسی میں بڑھا، اسی میں جوان ہوگیا، اور اسی میں بوڑھا

ہوگیا، مگر میں نے کبھی سکھ نہیں دیکھا، جب کھانے، پینے، پہننے اور رہنے کو نہیں ہوگا، تو پریشانی کے سوا کیا ہوگا؟ حضرت! میں آپ کے پاس آیا ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجئے، آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، آپ کی دعا مقبول ہے، میں چاہتا ہوں کہ میں بھی کچھ مالدار ہو جاؤں، اور میں بھی کچھ مزے اڑالوں۔

کسی مالدار کو پسند کرلو

انبیاء کرام علیہم السلام جہاں اپنی امت کے خیر خواہ ہوتے ہیں، وہاں حکیم بھی ہوتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اللہ پاک نے اگر کسی کو تنگدستی میں رکھا ہے، تو کوئی نہ کوئی حکمت ہے، اس میں اس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہے، اور اس حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ اسی حالت میں رہے، لہذا حضرت نے فوراً اس کے لئے دعا نہیں فرمائی، بلکہ یہ فرمایا کہ اچھا بھئی! ایک کام کرو، تم بازار جا کر کسی مالدار کو پسند کرلو، اور جب تم مطمئن ہو جاؤ کہ یہ آدمی بہت صحیح ہے، ایسا بننا چاہئے، تو مجھے آ کر بتا دینا، میں دعا کر دوں گا کہ یا اللہ! اس کو بھی ویسا ہی بنا دیجئے، وہ بڑا خوش ہوا کہ اب مسئلہ حل ہوگیا، چلو! بازار چلتا ہوں، چنانچہ وہ بازار میں گیا، اور دوکانداروں کو دیکھنا شروع کیا، اگر کوئی پسند آیا، تو اس سے ملاقات بھی کرلی، ملاقات کے بعد جب وہ دوکاندار کی کہانی سنتا، اس کا حال جانتا، تو کان پکڑ لیتا کہ میں کہاں آ گیا، میں اس سے لاکھ گنا اچھا ہوں، خیر! عرصہ تک وہ مختلف دوکانوں کا دورہ کرتا رہا۔

جوہری بن جاؤں

آخر اس کو جیولر کی ایک دوکان پسند آئی جو بڑی چمکدار اور روشن تھی، سونا،

چاندی اور ہیرے جواہرات رکھے ہوئے تھے، سیٹھ صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، چاروں طرف نوکر چاکر کام میں لگے ہوئے تھے، خود سیٹھ صاحب بھی لال سرخ ہیں، بیٹے بھی گلاب کی طرح لال ہیں، دیکھتے ہی وہ جوہری اس کے دل میں اُتر گیا۔

لیکن اس نے سوچا کہ پہلے پوچھ لوں کہ اس کا کیا حال ہے؟ چنانچہ وہ جا کر دوکان پر بیٹھ گیا، گاہک آرہے ہیں، جارہے ہیں، اور کاروبار ہورہا ہے، دوکاندار نے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ اس نے کہا کہ جی! میں آپ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں، جب تنہائی میں ملا، تو اس نے کہا کہ جناب! میں بڑا بدحال آدمی ہوں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میں نے درخواست کی تھی کہ حضرت! میرے لئے یہ دعا کردیجئے، حضرت نے فرمایا کہ تم بازار میں جاؤ، کسی مالدار کو دیکھ کر اسکو پسند کرلو، پھر آ کر مجھے بتادینا، میں تمہیں بھی اس جیسا ہونے کی دعا کردوں گا، مجھے گھومتے ہوئے کافی دن ہوگئے ہیں آخر آپ پر نظر پڑگئی، آپ کو دیکھا، تو آپ مجھے بہت اچھے لگے، ظاہری طور پر ہر چیز بالکل سیٹ نظر آئی، میں نے سوچا کہ آپ جیسا بننے کی دعا کروالوں۔

مجھ جیسا نہ بننا

اس نے یہ سن کر کہا کہ بھائی! توبہ کر، میرے جیسا ہونے کی کوشش نہ کر، اچھا ہوا، تم نے مجھ سے بات کرلی، دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی پریشان نہیں ہے، اس نے

حیران ہوکر پوچھا کہ بھئی! تمہاری اتنی بڑی دوکان ہے، اتنے نوکر چاکر ہیں، اتنا بڑا کاروبار ہے، پھر کیسے پریشان ہو؟ اس پر اس نے اپنا قصہ سنایا، کہ دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خوبصورتی بھی دی تھی، صحت بھی دی تھی، کاروبار بھی اللہ تعالیٰ نے خوب دیا، آمدنی میں کوئی کمی نہیں ہے، پھر اللہ نے میری شادی کروادی، شادی بھی الحمدللہ! اچھے گھرانے میں ہوئی، بیوی بھی بہت خوبصورت اور خوب سیرت ملی، اور اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں میں محبت بھی بہت پیدا فرمائی۔

اس کے بعد ایک دن اچانک میری بیوی بیمار ہوگئی، اور ایسی بیمار ہوئی کہ میں نے پیسے پانی کی طرح بہادیے، لیکن جتنا علاج کیا، اتنی ہی بیماری بڑھتی چلی گئی، آخر وہ اتنی بیمار ہوئی کہ میں اس کی زندگی سے بالکل ہی ناامید ہوگیا، میں اس کی تیمارداری کے لئے اس کے پاس بیٹھا تھا، اس نے کہا کہ میں تو اب تھوڑی دیر کی مہمان ہوں، اور اب دنیا سے رخصت ہوجاؤں گی، میرے مرنے کے بعد تم کسی اور عورت سے شادی کرلوگے، اس نے ایسی بات کہی، جو میرے دل میں تیر کی طرح لگی، کیونکہ مجھے اسی سے محبت تھی، اس کے علاوہ کسی سے نہیں تھی، میں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تمہیں دل دیکر پھر کسی اور کو دل دے دوں؟ اس نے کہا کہ نہیں! یہ سب باتیں کہنے کی ہوتی ہیں، اب میری حماقت سمجھو، یا کچھ اور سمجھو، بہرحال! میں نے اس کو یہ یقین دلانے کے لئے کہا میں اب تمہارے بعد کسی اور سے شادی نہیں کروں گا، میں نے صرف تم سے محبت کی ہے، میں کسی اور سے

محبت نہیں کروں گا، اور میں نے اپنا عضوِ خاص کاٹ ڈالا، اور اپنے آپ کو بالکل ناکارہ بنالیا۔

اب میں یہ کرتو گزرا، لیکن خدا کی شان کہ ابھی اس کی زندگی تھی، اور وہ آہستہ آہستہ صحت مند ہوگئی، دیکھتے ہی دیکھتے وہ پھر پہلے کی طرح تندرست ہوگئی، اور میں بالکل بے کار ہوگیا، اب وہ جوان تھی، اور میں اس کے لئے بیکار تھا، لہٰذا وہ کہاں تک ساتھ چلتی، لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے نوکروں سے اس کے ناجائز تعلقات ہوگئے، اور یہ جو تم بچے دیکھ رہے ہو، یہ سب انہی کی پیداوار ہیں، اب میرے پاس سوائے ذلّت کے، سوائے رسوائی کے اور سوائے خاموشی کے اور کچھ بھی نہیں ہے، نہ کھانے کا مزہ، نہ پینے کا مزہ، نہ پہننے کا مزہ، نہ کاروبار کا مزہ، رات دن میں اسی غم میں گھلتا ہوں، اب میں کچھ کر بھی نہیں سکتا، چھوڑ بھی نہیں سکتا، اور اپنی نظروں کے سامنے یہ سب دیکھتا ہوں اور کڑھتا رہتا ہوں، خدا کے لئے مجھ جیسا ہونے کی دعا نہ کروالینا۔

میری حالت بہت اچھی ہے

وہ کہتا ہے کہ یہ دردناک داستان سنتے ہی میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، اور میں نے سوچا کہ بھئی! میری جو حالت ہے، وہی اچھی ہے، میں صحت مند بھی ہوں، بیوی بھی میری ٹھیک ٹھاک ہے، میرے بچے بھی حلال کے ہیں، اور میری دال روٹی بھی چلتی ہی رہتی ہے۔

اب یہ دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں گیا، حضرت نے پوچھا

ہاں بھئی! کوئی پسند آیا، اس نے کہا کہ حضرت! جس کو دیکھا، وہ ایسا نکلا کہ میں کان پکڑ کر بیٹھ گیا، بڑی مشکلوں سے گھوم پھر کر ایک پسند آیا تھا، اور اس کی کہانی سنی، تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، حضرت! میں ان سارے مالداروں سے اچھا ہوں، یہ سب بیچارے عذاب میں ہیں اور سخت پریشانی میں مبتلا ہیں، یہ صرف دیکھنے کے خوشحال ہیں، فرمایا: اسی لیئمیں نے کہا تھا کہ پہلے جا کر دیکھ لو۔

شکر گزار بنتے ہی تکلیف دور ہوگئی

حکمت کیساتھ حضرت نے پہلے اس کو مشاہدہ کروایا، مشاہدے سے پہلے وہ پریشان تھا، اس کے بعد وہ شکر گزار بن گیا اور شکر گذار ہوتے ہی اسکی تکلیف دور ہوگئی۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ بیچارے دنیادار ہمہ وقت پریشان ہی پریشان رہتے ہیں، چاہے مال کے اعتبار سے کتنے دولتمند ہوں، اسی طرح عہدے اور منصب کے اعتبار سے کتنے سربلند ہوں، آپ خود دیکھ لیں کہ ہمارے ملک میں سربراہوں کا کیا انجام ہے؟ لاکھوں ڈالر جمع کر لیے، سونا جمع کر لیا، لیکن ان کا انجام کیا ہوا؟

ایک بیمار نواب صاحب کا قصہ

ایک قصہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ کا یاد آ گیا، ایک نواب صاحب تھے، ان کا ایک قلعہ تھا، قلعے کے اندر محل ہوتا ہے، نوال صاحب کبھی کبھی اپنے قلعے کی دیوار پر بھی ٹہلنے کے لئے نکلا کرتے تھے، تاکہ قلعے کے باہر، جو غریب، مفلس اور مسکین لوگ آباد ہیں، ان کا حال دیکھیں کہ وہ کس حال میں ہیں؟ اور ان نواب صاحب کا

حال یہ تھا کہ سدا کے بیمار تھے، ایسا لگتا تھا کہ کبھی ان کو صحت ہوئی نہیں، معدہ اتنا کمزور تھا کہ کوئی چیز اس میں ہضم نہیں ہوتی تھی، اور جب ہضم نہیں ہوگی، تو طاقت کہاں سے آئے گی؟ اور جب طاقت نہیں ہوگی، تو آدمی نام کا نواب ہے، حقیقت میں بیمار ہے، اور ایسا بیمار کہ اس کی زندگی موت سے بھی بدتر۔

نواب صاحب کی خوراک چوبیس گھنٹے میں ایک تولہ ابلا ہوا قیمہ کپڑے میں باندھ کر صرف چوسنا تھی، یہ بھی بمشکل ان کو ہضم ہوتا تھا، اب جب غذا کا یہ عالم ہو، تو پھر جسم کا کیا حال ہوگا؟ اور رہتے تھے قلعے کے اندر، ایک دن نواب صاحب اپنے قلعے کی دیوار پر ٹہل رہے تھے، کیا دیکھتے ہیں کہ نیچے ایک مزدور کھیت میں کام کر کے دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے ایک درخت کے نیچے آیا، اور اس نے ایک کپڑے میں سے دو روٹ نکالے، ایک ہوتی ہے: چپاتی، وہ تو بالکل کاغذ کی طرح پتلی ہوتی ہے، ایک ہوتی ہے: روٹی، جیسا کہ عام طور گھروں میں پکتی ہے، اور ایک ہوتا ہے: روٹ، موٹی روٹی، تو اس نے موٹے موٹے دو روٹ نکالے، اور ایک پیاز لی، اور ایک مکا مار کر اس پیاز کو توڑا، اور اس پیاز سے اس نے وہ موٹی موٹی دو روٹیاں کھالیں، اور غٹ غٹ پانی پیا، اور پھاوڑے پر سر رکھ کر سو گیا، اور خراٹے لینے لگا، نواب صاحب یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے، اور ترس رہے تھے، اور اس کی صحت کو دیکھ کر کہنے لگے کہ کاش! کوئی یہ نوابی مجھ سے لے لے، اور یہ صحت مجھے دیدے، میں اس محل میں رہتے ہوئے عذاب میں ہوں، اور یہ اس درخت کے نیچے سکون

سے سو رہا ہے۔

آج کل غریب بھی پریشان ہیں

پہلے زمانے میں غریبوں کے بارے میں یہی سمجھا جاتا تھا کہ ان کو کوئی پریشانی نہیں ہے، لیکن آج کل غریب لوگ بھی پریشان ہیں، ہر ایک کی پریشانی کی نوعیت الگ ہے، لیکن بہت بڑی تعداد اس تشویش اور پریشانی میں گرفتار ہے، جس کی وجہ سے طرح طرح کے مسائل اور طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہیں، اب یہ تشویشات کیسے دور ہوں؟ اور یہ پریشانیاں کس طرح ختم ہوں؟ اور سکون، چین، آرام اور راحت، جو عنقاء ہے، وہ کیسے میسر ہو؟ حضرتؒ نے اسی کا حل اس کتاب ''حیاتُ المسلمین'' میں لکھا ہے، اس میں بیان کیے گئے اعمال میں سے ہر عمل ایسا ہے کہ جو شخص ان کو اختیار کر لے گا، اس کی پریشانی دور ہو جائے گی۔

عمل کی نیت سے سننا اور عمل کی کوشش کرنا

پریشانی کے ان تینوں اسباب کا علاج حضرتؒ نے اس کتاب میں تجویز فرمایا ہے، اس سے اندازہ لگایئے کہ یہ کتاب کس قدر اہم ہے، اور ہمیں اس کی کتنی ضرورت ہے؟ اس کے اندر بیان کیے گئے اعمال کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ جہالت بھی دور ہوگی، فقر وافلاس بھی ختم ہوگا اور پریشانیاں بھی ختم ہوں گی، لہٰذا! ابھی سے ہم سب کو اپنے دل میں اس بات کا تہیہ کر لینا چاہیے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ جب ان اعمال کا بیان شروع ہوگا، ایک تو پابندی کے ساتھ اس بیان میں

شریک ہوں گے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی عمل کا بیان چھوٹ جائے، اور ہم اسے نہ سن سکیں، اور پھر اس سے محروم رہ جائیں، دوسرے یہ کہ عمل کرنے کی نیت سے شرکت کریں، اور پھر عمل کرنے کی کوشش بھی کریں، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ جیسے جیسے وہ باتیں ہمارے عمل میں آتی جائیں گی، جو عین قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، اور حضرتؒ نے قرآن وحدیث سے ان کو ثابت فرمایا ہے، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی عافیت کی زندگی نصیب ہوگی، اور آخرت میں بھی ان شاء اللّٰہ تعالیٰ صلاح وفلاح نصیب ہوگی۔

گناہوں سے کنارہ کشی ضروری ہے

لیکن جس طرح میں نے جہالت کے بیان کے سلسلے میں کچھ طریقے اختصار کے ساتھ بیان کیے تھے، فقر وفاقہ کے دور کرنے کے لئے بھی کچھ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کیں تھیں، اسی طرح تشویش وپریشانی دور ہونے کے سلسلہ میں چند اہم اہم باتیں پہلے بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، تا کہ فوری طور پر ان کو اختیار کرلیا جائے، وہ چند باتیں یہ ہیں:۔

گناہوں سے بچنا

ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی جتنی پریشانیاں ہیں، اور جو بھی کسی تشویش میں مبتلا ہے، اس تشویش اور پریشانی کی جو بنیادی وجہ ہے، وہ معصیت ہے، وہ گناہوں کا ارتکاب ہے، وہ اللہ جلّ شانہ کی نافرمانی ہے، اللہ تعالیٰ کی

معصیت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ایسا عمل ہے، جیسے آگ پر پٹرول ڈالنا، آگ پر پٹرول یا مٹی کا تیل ڈالنے سے آگ اور زیادہ بھڑکتی ہے، ایسے ہی گناہوں کی کثرت سے آدمی کا سکون ختم ہو جاتا ہے، چین اور راحت ختم ہو جاتی ہے، اور جو مسلمان اس میں مبتلا رہتا ہے، اس کی پریشانیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اس کی مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اس کے کاموں میں رکاوٹیں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں، اور اس پر مصائب کے پہاڑ گر جاتے ہیں۔

جیسے جیسے یہ نافرمانی کرتا ہے، ویسے ویسے یہ مصیبتوں میں، پریشانیوں میں، تکلیفوں میں گھرتا چلا جاتا ہے، اور یہ بات قرآن وحدیث سے تحقیق کے ساتھ ثابت ہے، اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور جب تک خدانخواستہ! کسی مسلمان میں یہ وجہ باقی ہے، وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ کرنے میں لگا ہوا ہے، وہ یہ چاہے کہ میں من چاہی بھی کرتا رہوں، اور پھر مجھے پریشانیاں بھی نہ آئیں:

ایں خیال است و محال است و جنوں

یہ پاگل پن کی باتیں ہیں، ایسا کبھی ہوا ہے، نہ ہو سکتا ہے، وہ مزید پریشان تو ہو سکتا ہے، اس پر پریشانیوں کی مزید بارش تو ہو سکتی ہے، لیکن اسے سکون نصیب نہیں ہو سکتا، راحت نصیب نہیں ہو سکتی، چین نہیں آسکتا، اگر چاہتا ہے کہ مجھے چین ملے، راحت ملے، سکون ملے، تو اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ گناہوں سے دور رہے، سب سے پہلے اپنے گناہوں کا جائزہ لے، کہ میں کن کن گناہوں میں مبتلا ہوں،

میرا ظاہر کیسا ہے؟ میرا باطن کیسا ہے؟ میری زندگی کس طرح گزر رہی ہے؟ اگر گناہ معلوم ہو جائیں، تو فوراً توبہ کرے، گناہوں سے باز آجائے، اور اللہ تعالیٰ کی تابعداری اختیار کرے۔

''گناہِ بے لذّت'' اور ''جزاء الاعمال''

ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ نے اردو میں ایک کتاب لکھی ہے: ''گناہِ بے لذت'' اس میں حضرتؒ نے کبیرہ گناہوں کی فہرست بھی لکھی ہے، اور صغیرہ گناہوں کی بھی فہرست لکھی ہے، اب ہر آدمی اس کا مطالعہ کر کے اپنے گناہوں کو دیکھ سکتا ہے کہ میں کن کن گناہوں میں مبتلا ہوں؟۔

ایک کتاب حضرت تھانویؒ نے لکھی ہے، جس کے پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری آنکھیں کھل جائیں گی، اور پتہ چل جائے گا کہ گناہوں کی وجہ سے ہمیں کیا کیا پریشانیاں آئی ہوئی ہیں؟ اس کا نام ہے ''جزاء الاعمال'' وہ الحمدللہ! اصلاحی نصاب میں موجود ہے، اس میں حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ دیکھو! فلاں گناہ کا یہ اثر ہے، فلاں گناہ کا یہ اثر ہے، فلاں گناہ کی یہ تباہی ہے، فلاں گناہ کی یہ پریشانی ہے، فلاں گناہ سے یہ تشویش ہوتی ہے، فلاں گناہ سے یہ نقصان ہوتا ہے، پڑھیں گے، تو پتہ چلے گا کہ ہماری زندگی عذاب کیوں بنی ہوئی ہے؟ یہ دو کتابیں اِن شاء اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہیں، ان کا مطالعہ کریں، اور مطالعہ کر کے اپنا جائزہ لیں، پھر جو گناہ نظر آئے، اس سے توبہ کر لیں، اور جن گناہوں سے بچے

ہوئے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اپنا صحیح جائزہ لینے کی، اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

تشویش اور پریشانی کا علاج

(۲)

شرحِ مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۹)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

موضوع: تشویش اور پریشانی کا علاج (۲)

مقام: جامع مسجد جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۱۸ صفر ۱۴۳۱ھ

۲ فروری ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

میرے قابلِ احترام بزرگو!

پریشانیوں کی وجہ گناہ ہیں

گذشتہ منگل کو ایک عمل عرض کیا تھا، اگر ہم اس پر عمل کریں گے، تو اِن شاء اللہ تعالیٰ ہماری بہت سی پریشانیاں دور ہو جائیں گی، اور وہ عمل ہے ''گناہوں سے بچنا'' کیونکہ پریشانیاں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں، یوں تو پریشانیوں کے آنے کی بہت ساری وجوہات ہیں، لیکن پریشانیوں کی ایک بڑی وجہ ہمارے گناہ ہیں، قرآن وحدیث اس پر گواہ ہیں۔

اور چونکہ عام طور پر مالدار لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور تابعدار کم ہوتے ہیں، اس لئے ان کے یہاں گناہوں کا ارتکاب بہت زیادہ ہوتا ہے، چنانچہ مالدار ہونے کے باوجود وہ عموماً پریشان رہتے ہیں، لیکن فی زمانہ امیر غریب دونوں پریشان ہیں، ہماری پریشانی کی بنیادی وجہ ہمارے گناہ ہیں، جو بھی گناہوں کا ارتکاب کرے گا وہ پریشانیوں سے دوچار ہوگا، اس لیے اس سبب کو فوری طور پر دور کرنے کی ضرورت ہے۔

اپنا جائزہ لینے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو کتابوں ''گناہِ بے لذت'' اور ''جزاء الأعمال'' کا مطالعہ کریں، ''گناہِ بے لذت'' میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی فہرست ہے، ہر آدمی اس کو پڑھ کر اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ میں کن کن گناہوں میں مبتلا ہوں؟ اور یہ بھی

کھانی پڑے گی، یا آپریشن ہوگا، مریض کہے کہ میں ٹیسٹ نہیں کراؤں گا اور یہ کبھی نہیں بتاؤں گا کہ کیا تکلیف ہے؟ بس! آپ علاج کردیں، وہ ڈاکٹر کہے گا کہ اس کو پاگل خانے بھیج دو، اس کا علاج وہیں ہوگا، ایسے ہی یہاں پر بھی سب کی زبان پر یہ رونا ہے کہ ہائے پریشانی، یہ پریشانی، وہ پریشانی، یہ تکلیف ہے، وہ تکلیف ہے، سکون اور چین نہیں ہے، آرام اور راحت نہیں ہے، ہر وقت طبیعت پریشان پریشان رہتی ہے، اس کا سبب تلاش کرو کہ اس کا کیا سبب ہے؟ یہ بلاوجہ نہیں ہوسکتا، اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی، اس کی ایک موٹی وجہ ہمارے گناہ ہیں۔

کسی اللہ والے کی صحبت بھی ضروری ہے

یہ کیسے پتا چلے گا کہ میں کون کون سے گناہوں میں مبتلا ہوں؟ اس کے لیے علم اور صحبت کی ضرورت ہے، علم کے لیے میں نے دو کتابیں بتائی ہیں کہ ان دو کتابوں کو لے لیں، انہیں پڑھیں، جب باقاعدگی سے وقت نکالیں گے، اور مطالعہ کریں گے، ان میں غور کریں گے، اور اپنا جائزہ لیں گے، تو اپنے گناہوں سے متعلق آسانی سے پتا چل جائے گا، آپ کو دو قسم کے گناہوں کا علم ہوگا، بعض گناہ ان میں ایسے ہوں گے، جن کا چھوڑنا کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا، ان کو فوراً چھوڑ دیں، اور ہوسکتا ہے کہ کسی کے لیے بعض گناہ فوری طور پر چھوڑنا ظاہراً مشکل ہو، گو حقیقۃً مشکل نہیں ہے، اس میں مشورہ کی ضرورت پڑے گی، جس کا کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق ہو، وہ اُس سے مشورہ کرلے کہ مجھ سے یہ گناہ ہوتا ہے، میں اس گناہ کو چھوڑنا چاہتا

ہوں، یہ مجھ سے چھوٹ نہیں پاتا، کیا کروں، کس طرح بچوں؟ اللہ پاک نے مشورہ میں برکت رکھی ہے، مشورہ سے سہولت اور آسانی ہوجاتی ہے، ہمت بھی پیدا ہوجاتی ہے، آدمی کے لیے گناہوں کو چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے، صحبت اس لیے ضروری ہے کہ آدمی کو نیک صحبت میں بیٹھنے سے اپنے بہت سے عیبوں کا، اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا پتا چلتا ہے۔

اپنا حال بتانے سے کام بنے گا

صحبت کی دو قسمیں ہیں: ایک صحبت عام اور ایک صحبت خاص، صحبت عام تو یہی ہے کہ کسی بھی بزرگ کی مجلس میں جاکر بیٹھ گئے اور ان کا بیان سُن لیا، اس سے گناہوں کا پتہ چلتا ہے، اور گناہوں سے بچنے کے طریقوں کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے، صحبت خاص کا مطلب یہ ہے کہ اللہ والوں سے اپنے حالات کی خط وکتابت کی جائے، اور رابطہ رکھا جائے، اگر کوئی خاص وقت مل جائے، تو ان کے پاس جاکر بیٹھیں، اور ان کو اپنا حال بتا کر مشورہ لیں، چاہے ان کی خدمت میں تھوڑی دیر کے لیے بیٹھیں، چاہے دس منٹ ہی ہو، چاہے ہفتے میں ایک مرتبہ ہو، یا پندرہ دن میں ایک مرتبہ ہی ہو، اور اس کا موقع نہ ملے، تو خط وکتابت لازم ہے، آدمی سب کے سامنے اپنا حال نہیں بتا سکتا، یا بتانے کا زبانی موقع نہیں ملتا، تو خط کے ذریعے بتادے، اپنا حال خط کے ذریعے بتانا کسی کے لیے مشکل نہیں ہے، یہ سب کے لیے آسان ہے، ہر آدمی اپنے اپنے بزرگوں کو اپنا اپنا حال لکھتا رہے، اور ان سے مشورہ

لیتا رہے، یہ خصوصی تعلق اور خصوصی مجالست کہلاتا ہے، اور اس خط و کتابت سے اصل فائدہ ہوتا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ میرے اندر کیا کیا خامیاں ہیں؟ کیا کیا خرابیاں ہیں؟ اور کیا کیا کمزوریاں ہیں؟ خصوصی مجالست کی طرف لوگوں کی بہت کم توجہ ہے، جو اصل ہے، اس چیز کی طرف توجہ بہت ہی کم ہے۔

جو اس سے کم تر ہے، یعنی صحبت عام، کسی اللہ والے کی مجلس میں بیٹھنا، اس کی طرف تھوڑی بہت توجہ ہے، اس کی بھی زیادہ پابندی نہیں ہے، ان کتابوں کے مطالعے سے، اور صحبت سے آپ کا جائزہ مکمل ہوجائے گا، اور پھر جیسے ہی ان گناہوں کا قلع قمع ہوگا، ان سے سچی توبہ ہوگی، اور آئندہ بچنے کا اہتمام ہوگا، اسی دن سے آپ اپنی زندگی میں تبدیلی محسوس کریں گے، یہ بالکل ایسا ہی ہے، جیسے درد کی گولی کھانے سے تھوڑی دیر میں درد دُور ہوتا محسوس ہوتا ہے، بخار اُتارنے کی دوا کھالو، تو ذرا سی دیر میں پسینہ آتا ہے اور بخار غائب ہوجاتا ہے، مریض لیٹا ہوا تھا، کھڑا ہوگیا، جیسے دواؤں میں اللہ تعالیٰ نے اثر لکھا ہے، اس سے زیادہ اللہ پاک نے یہاں اثر رکھا ہے۔

فرائض وواجبات کی ادائیگی تقویٰ میں داخل ہے

گناہوں سے بچنے اور گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جس طرح گناہوں سے توبہ اور ان سے آئندہ بچنے کا عزم مصمم ضروری ہے، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی فرائض وواجبات اور بندوں کے حقوق ادا

کرنے پر بھی پوری توجہ دے، گناہوں سے بچنے میں فرائض وواجبات کی ادائیگی بھی داخل ہے، فرض نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کرنا ضروری ہے، ان کو بلا عذرِ شرعی قضاء کرنا گناہ کبیرہ ہے، رمضان شریف میں روزے رکھنا بھی فرض ہے اور بلا عذرِ شرعی نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے، اس کا بڑا عذاب اور وبال ہے، اسی طریقے سے زکوٰۃ نہ دینا، حج فرض نہ کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔

حقوق العباد میں کوتاہی دور کریں

اور اسی طریقے سے حقوق العباد میں کوتاہی کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے، ماں باپ کا ادب واحترام کرنا، ان کی خدمت خوشدلی کے ساتھ کرنا اور اپنے کسی طرزِ عمل سے ان کو ادنیٰ تکلیف نہ پہنچنے دینا فرض ہے، جیسے ٹی وی دیکھنے سے بچے، گانا سننے سے بچے، فلم دیکھنے سے بچے، چوری کرنے سے بچے، ایسے ہی ماں باپ کو ستانے سے بھی بچے، بعض لوگ اس بات کو دین میں داخل ہی نہیں سمجھتے، ایک طرف تو وہ حاجی نمازی اور ذاکر شاغل ہیں، اور دوسری طرف ماں باپ کو ستا رکھا ہے، بیوی پر شوہر کے حقوق ہیں، شوہر پر بیوی کے حقوق ہیں، ان میں کچھ حقوق واجب ہیں، اور کچھ غیر واجب ہیں، حقوق واجبہ کو ادا نہ کرنا بھی گناہ کے اندر داخل ہے۔

اس قسم کے گناہوں پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، شوہر کے حقوق بیوی کے اوپر ہیں، بیوی کے حقوق شوہر کے اوپر ہیں، ماں باپ کے حقوق اولاد اوپر ہیں، اولاد کے حقوق ماں باپ پر ہیں، پڑوسیوں کے حقوق پڑوسیوں کے اوپر ہیں، ایسے

ہی اپنے معاملات کو درست کرنا، اگر کاروبار کرتے ہیں ،تو کاروبار کو شرع کے مطابق نہ کرنا گناہ ہے، کیونکہ حلال کمانا فرض ہے اور حرام سے بچنا فرض ہے، اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی فرائض میں داخل ہے، اس میں جو جو صورتیں معصیت اور گناہ کی ہیں، اُن سے بچیں۔

نماز میں کوتاہی

یہ بات میں نے اس لیے عرض کی کہ ہم عام طور پر جب کہتے ہیں کہ گناہوں سے بچو، تو ذہن اِدھر جاتا ہے کہ گانا مت گاؤ، ناچ مت دیکھو، فلم مت دیکھو، جھوٹ مت بولو، غیبت مت کرو، یہ بالکل صحیح ہے، بلاشبہ یہ گناہ ہیں، لیکن فرائض وواجبات کی ادائیگی کی طرف ذہن نہیں جاتا، جماعت نکل رہی ہے ،تو پروا نہیں ہے، نماز قضاء ہورہی ہے،تو پروانہیں ہے، شادی میں شرکت کی ،تو معلوم ہوا عشاء کی نماز گئی، اور فجر کی نماز بھی گئی، شادی کی تقریب میں شریک ہونا نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، لیکن مردوں کو عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے، اور ادا پڑھنا فرض ہے، اور عورتوں پر بھی ادا پڑھنا فرض ہے۔

آپ دیکھئے ہمارے یہاں کتنی تقریبات ہوتی ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے نہ عشاء کی نماز پڑھتے ہیں اور نہ فجر کی نماز پڑھتے ہیں، دونوں قضاء ہوجاتی ہیں، بعض تو پڑھتے ہی نہیں ہیں، اور بعض قضاء پڑھ لیتے ہیں، غرض کہ معروف گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ فرائض وواجبات ادا کرنے کی طرف توجہ دینا

بھی بے حد ضروری ہے۔

سارے گناہوں کو چھوڑنا ہوگا

بعض لوگ کچھ نیک کام کرتے ہیں، اور کچھ فرائض وواجبات بھی ادا کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ گناہ بھی نہیں چھوڑتے، ایسے لوگوں کی اکثریت ہے، مجموعی طور پر ایسے حضرات بہت تھوڑے سے ہیں، جو حقیقی دیندار کہلاتے ہیں، اور جو کسی بزرگ سے وابستہ ہو کر اپنی اصلاح چاہتے ہیں، اور ان کے اندر اصلاح کی خواہش ہے، اور وہ کچھ کرتے کراتے بھی ہیں، ان میں ایسے لوگوں کی کثرت ہے، جو ظاہر کے کچھ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں کہ اُن کے وہ گناہ چل رہے ہیں، تو چل رہے ہیں، ان کی طرف نہ توجہ ہے، اور نہ اُنہیں چھوڑنے کا خیال آتا ہے، ان کے باطن کا بھی یہی حال ہے، باطن میں بہت سے گناہ بھرے پڑے ہیں، یا تو پتہ ہی نہیں ہے، یا پتہ ہے، لیکن ان گناہوں کو اس لیے نہیں چھوڑتے کہ انکے چھوڑنے میں قربانی دینی پڑیگی، مونچھ نیچی کرنی پڑے گی، اس لیے اس طرف توجہ نہیں ہے۔

صرف نوافل کافی نہیں ہیں

نوافل کی طرف بہت زور ہے، نفلی عبادات کی طرف بہت توجہ ہے، تلاوت باقاعدگی سے ہوتی ہے، ذکر باقاعدگی سے ہوتا ہے، تسبیحات خوب پڑھی جاتی ہیں، صدقہ بھی کیا جاتا ہے، حج کرنے کا بہت شوق ہے، عمرہ کرنے کا بہت شوق ہے، بہت سارے نیک کام ہورہے ہیں، یہ کام ہونے بھی چاہئیں، ان سے منع کرنا

مقصود نہیں ہے، لیکن ظاہر اور باطن کے گناہوں کی طرف توجہ بالکل نہیں ہے، ان سے بھی بچنا چاہئے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی پریشانی دور نہیں ہوتی، وہ پریشان رہتے ہیں، بعض لوگ ایسے دینداروں کا حال دیکھ کر سوچتے ہیں کہ یہ بڑے تہجد گزار آدمی ہیں، یہ بڑے **قائم اللیل** اور **صائم النہار** آدمی ہیں، یہ تو فلاں بزرگ کے پاس بھی بیٹھتا ہے، ایسا ہے اور ویسا ہے، یہ بھی اتنا پریشان ہے۔

گناہوں سے بچنے والے کی ایک عجیب مثال

جو شخص فرائض و واجبات ادا کرتا ہے، اور گناہوں سے بچتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جون جولائی کا مہینہ ہو، دوپہر کا وقت ہو، آسمان پر بادل کا نام و نشان نہ ہو، سخت گرمی اور لو چل رہی ہو، اور زبردست دھوپ پڑ رہی ہو، ایک آدمی ننگے بدن، ننگے سر اور ننگے پیر دھوپ میں کھڑا ہو، اندازہ کریں! اس کو کس قدر لُو اور تپش محسوس ہو رہی ہوگی، اس کو کس قدر تکلیف محسوس ہو رہی ہوگی، پیر جل رہے ہوں گے اور حلق میں بھی کانٹے پڑے ہوئے ہوں گے، کوئی اس کو کہے کہ جلدی سے اے سی والے کمرے میں چلو، جہاں گرم ہوا اور دھوپ کا نام و نشان نہیں ہے، سایہ بھی ہے اور ٹھنڈک بھی ہے، وہ آدمی جب اے سی والے کمرے میں پہنچا، تو ساری گرمی ختم ہوگئی، ساری تکلیف اور پریشانی ختم ہوگئی، ساری پیاس دور ہوگئی، اس کو ایسی ٹھنڈک محسوس ہوئی کہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

یہ مثال گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے

کی ہے، گنہگار آدمی گناہوں کی وجہ سے ایسا ہے کہ جیسے دھوپ اور گرمی میں ہو، جو گناہوں میں مبتلا ہوگا، وہ ایسے ہی پریشان ہوگا، اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرلے گا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے وہ اے سی والے کمرے میں آ گیا، اس کو سکون ہی سکون، آرام ہی آرام اور راحت ہی راحت نصیب ہوجائے گی۔

نیکی کے ساتھ گناہ کرنے والے کی مثال

جو شخص کچھ نیک کام کرتا ہے اور کچھ گناہ بھی کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اے سی کے کمرے میں جانے کے بعد وہاں کسی کونے میں ایک بھٹی لگالے، اور اس کے اندر بڑے بڑے گیس کے چولہے لگوالے، اور اے سی چلانے کے ساتھ ساتھ بھٹی بھی گرم کرلے، دیا سلائی لگا کر سوئی گیس کے بڑے بڑے چولہے جب جلیں گے، تو آپ دیکھیں گے کہ ذرا سی دیر میں کمرے سے ٹھنڈک غائب ہوجائے گی، اور پورے کمرے میں گرمی ہی گرمی پھیل جائے گی، کمرہ بند ہونے کی وجہ سے گرمی غالب آجائے گی، اے سی فیل ہوجائے گا، بھٹی غالب آجائے گی، بھٹی کی تپش اور آگ اندر بھر جائے گی، دھواں ہی دھواں ہوجائے گا، اب اے سی بھی چل رہا ہے، وہ کولنگ بھی کررہا ہے، لیکن بھٹی اتنی تیز چل رہی ہے کہ جس کے نتیجے میں اس کمرہ کے اندر دھواں اور تپش بھر گئی۔

ظاہر ہے کہ ایسی جگہ میں گرمی غالب ہوگی، وہاں جو بیٹھے گا، اُسے کیا سکون

ملے گا، وہ پریشان ہوگا، جو بھی وہاں جانا چاہے گا، اُسے کہے گا، اندر نہیں جانا ورنہ پریشان ہوجاؤ گے، وہ بھٹی اتنی تیز جل رہی ہے کہ اس کی آگ کی وجہ سے اے سی فیل ہوگیا ہے، وہ کام نہیں کررہا، جیسے گرمیوں میں پنجاب کے اندر اے سی فیل ہوجاتے ہیں، بالکل ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے، جو کچھ نیک کام کرتے ہیں اور اس کے ساتھ گناہ بھی کرتے ہیں، جیسے نیک کام نہیں چھوڑتے، ویسے گناہ بھی نہیں چھوڑتے، ان کی پریشانی کی وجہ یہی ہے، جو اس مثال سے ہم اور آپ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

لہٰذا مکمل سکون اور راحت حاصل کرنے کے لیے کمرے سے بھٹی نکالنا بھی ضروری ہے، جب تک کمرے میں بھٹی رہے گی، اے سی بے کار رہے گا، اس بھٹی کو بھی یہاں سے نکالو۔

سوراخ اور کھڑکیاں بند کیے بغیر چارہ نہیں

گرم کرنے والی کوئی چیز اندر نہ ہو، اور کمرے میں کہیں سوراخ بھی نہ ہو، ورنہ کولنگ وہاں سے نکل جائے گی، تو کمرے کی ٹھنڈک کم ہوجائے گی، یا ٹھنڈک ختم ہوجائے گی، کھڑکیوں کا بند رہنا بھی ضروری ہے، جیسے باطن میں کوئی گناہ نہ ہو، ظاہری اعضاء سے بھی کوئی گناہ سرزد نہ ہو، آنکھوں کی کھڑکی بھی بند رکھو، کان کی کھڑکی بھی بند رکھو، زبان کی کھڑکی بھی بند رکھو، اعضاء وجوارح کی کھڑکیاں بھی بند رکھو، جن جن اعضاء سے گناہ ہوتے ہیں، ان کو گناہوں سے دور رکھو، اگر ظاہری

اعضاء کو گناہوں میں لگائے رکھا، تو یہ ایسا ہے جیسے کمرہ تو بہت شاندار ہے، اس کا اے سی بھی بہت شاندار ہے، لیکن ساری کھڑکیاں اور دروازے کھلے ہوئے ہیں، تو باہر کی ساری گرمی اندر گھس جائے گی اور کمرہ ہرگز ٹھنڈا نہیں ہوگا، ان مثالوں کو ذہن میں رکھیں۔

بیان کا خلاصہ

لہٰذا ہماری اور عام مسلمانوں کی پریشانیوں کا ایک بڑا سبب گناہ ہیں، اور گناہوں میں فرائض وواجبات کی عدم ادائیگی بھی داخل ہے، یہ بھی گناہ ہے، من جانب اللہ صبح سے شام تک جو فرائض وواجبات ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں، ان کو اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کریں، اور گناہوں کے جو مواقع سامنے آتے ہیں، ان سے بچنے کا اہتمام کریں، اور جو گناہ ہو چکے ہیں، ان سے سچی توبہ کریں، اور آئندہ کے لیے پکا ارادہ ضروری ہے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، لیکن کوئی گناہ نہیں کریں گے۔

جب آئندہ گناہوں سے بچنے کا عزم ہوگا، اور کسی اللہ والے کی خدمت اور صحبت کا اہتمام ہوگا، تو پھر اِن شاء اللہ تعالیٰ اے سی کا کمرہ نصیب ہوگا کہ باہر تو بلا کی گرمی پڑ رہی ہے اور وہ اندر جون جولائی میں کمبل اوڑھ کر سوئے ہوئے ہیں، یعنی اطمینان اور سکون نصیب ہوگا۔

اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ آئندہ پریشانیوں سے بچنے کے چند طریقے اور بیان

کروں گا، جن سے ہماری پریشانیاں دور ہوں گی اور ان کا قلع قمع ہوگا، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دیں، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ ربّ العلمین

❁❁❁

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

کثرتِ ذکر اللہ کی برکت

شرح مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۱۰)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیات المسلمین

موضوع: کثرتِ ذکراللہ کی برکت

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۲۴ صفر ۱۴۳۱ھ

۹ فروری ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لَّآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علٰی آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارکَ و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الَّذِینَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (رعد: آیت ۲۸)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں، اور جنکے دِل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، یاد رکھو کہ صرف اللہ تعالیٰ کا ذِکر ہی وہ چیز ہے، جس سے دِلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

پریشانیاں دور کرنے والے اعمال

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الأمت حضرت مولانا تھانویؒ نے ''حیاتُ المسلمین'' کے مقدمے میں مسلمانوں کی مصیبتوں، ذلتوں، طرح طرح کے مصائب اور پریشانیوں کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں، جن میں سے تیسرا سبب ہے:

مسلمانوں کا پریشانیوں اور تشویشات میں مبتلا رہنا۔

یہ تیسرا سبب بھی بکثرت پایا جاتا ہے، اور شاید ہی کوئی آدمی پریشانی سے خالی ہو، ہر شخص کسی نہ کسی پریشانی سے دوچار ہے، امیر غریب، عالم غیر عالم، صحت مند بیمار کوئی بھی اس سے خالی نہیں، اور ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی پریشانی دور ہو جائے، اس کو سکون حاصل ہو جائے۔

یہ پریشانیاں کیسے دور ہوں، اور آدمی کو سکون، راحت، عزت وعافیت کیسے ملے؟ پریشانیاں اوّل تو آئیں نہیں، اور اگر آئیں، تو فوراً چلی جائیں، اس کے لئے حضرتؒ نے ''حیاتُ المسلمین'' میں متعدد اعمال ذکر فرمائے ہیں، اس سلسلے میں گذشتہ دو منگلوں کو فوری طور پر اپنی پریشانیوں کو دور کرنے کیلئے دو عمل بتائے گئے تھے، اور آج اِن شاءاللہ تعالیٰ تیسرا عمل بتایا جائے گا۔

سچی توبہ

جو دو عمل بتائے جاچکے ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ ہر شخص گناہوں سے سچی

توبہ کرکے آئندہ گناہوں سے بچنے کا پوراپورااہتمام کرے، کیونکہ گناہ بھی انسان کو پریشان کرنے کا زبردست ذریعہ ہیں، جس کیجتنے گناہ زیادہ ہوں گے، اتناہی اس کی پریشانیوں میں اضافہ ہوگا۔

آج مسلمان قسم قسم کے گناہوں میں مبتلاہیں، اسی لئے قسم قسم کی پریشانیوں میں بھی مبتلاہیں، گناہوں سے سچی توبہ کرکے آئندہ بچنے کااہتمام کیاجائے، اگرتوبہ کرلی، اور بچنے کااہتمام نہ کیا، توبھی پریشانی دورنہیں ہوگی، یہ ایسے ہی ہے، جیسے جلتی لکڑی کوبجھا کردوبارہ پٹرول ڈال کرآگ لگادی جائے، اگرتوبہ کرکے آئندہ گناہوں سے بچنے کااہتمام نہ کیا، توپھرپریشانیاں ختم نہیں ہوں گی، پریشانیوں سے بچنے کے لئے گناہوں کی آگ بجھاناضروری ہے۔

ادائیگیِ حقوق

دوسراعمل یہ بتایاتھاکہ اللہ تعالیٰ نے ہرہرمسلمان مردوعورت پرجوجوفرائض وواجبات ،اورجوجوحقوق اللہ اورحقوق العبادفرض وواجب کئے ہیں، ان کوبھی اداکرنے کااہتمام کیاجائے ،نمازنہیں پڑھتا، تونمازکی پابندی کرے، مردوں کے لئے لازم ہے کہ نمازباجماعت اداکریں، اورعورتوں کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے گھرمیں وقت پرنمازاداکرنے کااہتمام کریں۔

اسی طرح میاں بیوی کے حقوق ہیں، اولاداوروالدین کے حقوق ہیں، ان حقوق کی ادائیگی کاپوراخیال اوراس کاپورااہتمام کرے، ان فرائض وحقوق کوادانہ

کرنا بھی گناہ ہے، لہٰذا گناہوں سے بچنے میں یہ بھی داخل ہے کہ ان فرائض وحقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے۔

اسی طرح اگر نمازیں قضا ہوئی ہیں، یا روزے قضا ہوئے ہیں، یا منّت مانی تھی، اور وہ پوری نہیں کی، یا قسم کھائی تھی، پھر توڑ دی اور کفارہ ادا نہیں کیا، یہ سب بھی واجب ہیں، ان کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔

اس طرح سے جب گناہوں سے بچے گا، فرائض وحقوق کی ادائیگی کرے گا، تو اِن شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد سکون اور راحت کی زندگی پالے گا۔

ایک بہت آسان اور مفید عمل

تیسرا عمل ایسا ہے، جو سکون کی کنجی ہے، راحتوں کو کھینچنے والا ہے، عافیتوں کو لانے والا ہے، پریشانیوں کو بھگانے والا ہے، اور دنیا وآخرت میں عزت دلانے والا ہے، اور اتنا آسان کہ شاید اس سے بڑھ کر کوئی اور عمل آسان نہ ہو، لیکن اس کے اتنا آسان اور اتنا نافع ہونے کے باوجود اس کے کرنے والے بہت کم ہیں، کریں گے، تو فائدہ ہوگا، محض دواؤں کے نام سن لینے سے بیماری نہیں جاتی، گولی کھانی پڑتی ہے، انجیکشن لگوانا پڑتا ہے، خدانخواستہ! آپریشن کی نوبت آگئی، تو وہ بھی کروانا پڑے گا، تب جا کر صحت بحال ہوگی، اور اگر مریض یہ کہے کہ نہ میں گولی کھاؤں گا، نہ انجیکشن لگواؤں گا، اور نہ آپریشن کرواؤں گا، آپ مجھے ایسے ہی ٹھیک کردو، تو ایسے کیسے ٹھیک ہوسکتا ہے؟

یہ عمل مفید کب ہوگا؟

ابھی جو تیسرا عمل میں بتلانے والا ہوں، اس کے نافع ہونے کے لئے بھی چند شرائط ہیں، بعض لوگوں کو یہ دھوکا لگ جاتا ہے کہ چونکہ یہ بہت ہی آسان ہے، اور بہت زیادہ مفید بھی ہے، لہٰذا! یہی کافی ہے، لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے نہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، نہ فرائض وحقوق ادا کرنے کی طرف کوئی توجہ دینے کی ضرورت ہے، یادرکھو! یہ شیطان کا دھوکا ہے، نفس کا فریب ہے، ایسے شخص کو کبھی بھی مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔

راحت اور پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے گناہوں سے بچنے، فرائض وواجبات ادا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ تیسرا عمل واقعۃً زیرِ عمل لانا ضروری ہے، تب اس کے فوائد محسوس ہوں گے۔

کثرتِ ذکراللہ

یہ تیسرا عمل ہے: ''کثرتِ ذکراللہ'' اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرنا، اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے میں اللہ پاک نے بے شمار فوائد رکھے ہیں، بے حساب اجر و ثواب رکھا ہے، قرآن وحدیث اس کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں، حضرتؒ نے بھی ''حیاتُ المسلمین'' میں ایک مستقل روح اس پر تحریر فرمائی ہے، اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا سکون کی کنجی ہے، راحت کی کنجی ہے، پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے تیر بہدف نسخہ ہے، اور کیوں نہ ہو، جبکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

خود ہی فرمایا۔

اور آسان اتنا کہ اس سے آسان کوئی چیز نہیں، اور یہ کئی وجہ سے آسان ہے، ایک یہ کہ اس کے لئے کوئی تعداد ضروری نہیں ہے، ہر آدمی اپنی مصروفیت و مشغولیت کے اعتبار سے کوئی خاص تعداد اپنے لئے مقرر کرسکتا ہے، اور اس کی بھی پابندی ضروری اور لازم نہیں ہے۔

اسی طرح ذکر کرنے میں کسی خاص وقت کی پابندی بھی نہیں ہے، جیسے نماز ہے، وہ وقت کے اندر ادا ہوگی، تو ادا کہلائے گی، ورنہ وقت نکلنے پر قضا ہوجائے گی، روزہ ہے، وہ دن میں ہی ہوگا، رات میں نہیں ہوگا، اسی طرح رمضان کا روزہ رمضان ہی میں ہوسکتا ہے، بعد میں ہوگا، تو قضا ہوگا، لیکن ذکر کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، یہ ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح ذکر کرنے کے لئے باوضو ہونا بھی ضروری نہیں ہے، باوضو ہو، تو بہتر ہے، ذکر بے وضو بھی بلاشبہ جائز ہے، یہاں تک کہ حالتِ جنابت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاسکتا ہے، درود شریف پڑھ سکتا ہے، البتہ تلاوت نہیں کرسکتا، خواتین اپنے مخصوص ایام میں تلاوت نہیں کرسکتیں، نماز، روزہ نہیں کرسکتیں، البتہ ذکراللہ کرسکتی ہیں، تسبیحات پڑھ سکتی ہیں، درود شریف پڑھ سکتی ہیں، دعا کرسکتی ہیں، اور دعا کرنا بھی ذکر میں داخل ہے۔

اسی طرح ذکر کرنے کے لئے قبلے کی طرف منہ کرنا بھی شرط نہیں ہے، قبلہ رُخ

ہو کر بیٹھیں، تو بہتر ہے، نہ بیٹھیں، تو کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح کوئی خاص ہیئت بھی لازم نہیں، بیٹھے ہوئے بھی کر سکتے ہیں، کھڑے ہوئے بھی کر سکتے ہیں، اسی طرح چلتے ہوئے، کام کرتے ہوئے، لیٹے ہوئے غرض کسی بھی حالت میں کر سکتے ہیں۔

اس کے لئے ہاتھ میں تسبیح لینا بھی کوئی شرط نہیں ہے، جس کا جتنا دل چاہے، وہ اللہ کا ذکر کرتا رہے، نہ تسبیح پر گنے، نہ ہاتھوں پر گنے۔

ریاکاری خود بخود نہیں چپکتی

بعض لوگ ہاتھ میں تسبیح لیکر ذکر کرنے سے گھبراتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو ریاکاری ہو جائے، دکھاوا ہو جائے، اور لوگ سمجھیں کہ بھئی! یہ تو بڑا اللہ والا آدمی ہے، یاد رکھیے! دکھاوا اور ریاکاری نیت کرنے سے ہوتی ہے، بغیر نیت کے خود بخود نہیں چپکتی، لہٰذا اگر کسی آدمی نے یہ نیت کی کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے، اور کثرت ذکر اللہ کا جو ثواب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، اس کو حاصل کرنے کے لئے، اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت اپنے دل میں پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوں، اور پھر وہ اپنے ہاتھ میں تسبیح لے لیتا ہے، تو یہ ریاکاری نہیں ہے۔

اس نے جو نیت شروع میں کی ہے، اس کی وہی نیت رہے گی، اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ ہر تسبیح کے بعد اپنی نیت کو تازہ کرے، جب تک اپنے اختیار سے اپنی اس نیت کو نہیں بدلے گا، اس وقت تک اس کی یہی پہلی نیت باقی رہے گی، اور ایک

نہیں، اگر ایک لاکھ مرتبہ بھی اس کے دل میں یہ خیال آئے کہ لوگ تجھے بڑا عابد و زاہد سمجھ رہے ہیں، اللہ والا سمجھ رہے ہیں، فرشتہ سمجھ رہے ہیں، چل چھوڑ، اُٹھ بھاگ، ان خیالات سے قطعاً ریاکاری نہیں ہوگی۔

شیطان کے اوچھے ہتھکنڈے

اسی طرح شیطان ذکر کرنے میں ایک دھوکا دے کر ذکر سے روک دیتا ہے، وہ یہ کہ ذکر کرنے میں دھیان اور دل تو لگتا نہیں ہے، خالی زبان سے اللہ، اللہ کرنے کا کیا فائدہ؟ جیسے شیطان بعض لوگوں کو نماز کے اندر بھی یہ دھوکا دے دیتا ہے، ہم کیا، اور ہماری نماز کیا؟ نیت باندھی، اور پتہ ہی نہیں کہ ہم کہاں ہیں؟ یہاں تک کہ رکعت میں بھی شبہ ہو جاتا ہے، شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ ایسی نماز کا کیا فائدہ ہے؟ یاد رکھیے! ایسا ذکر بھی نفع سے خالی نہیں ہے، اس لئے کہ اگر دل نہیں لگ رہا، زبان تو اللہ، اللہ کر رہی ہے، جس کی زبان بھی اللہ، اللہ نہیں کر رہی، اس سے لاکھ درجے بہتر ہے، اور اگر زبان ہی کی بخشش ہوگئی، تو اِن شاء اللّٰہ اس کے طفیل باقی اعضاء کی بھی بخشش ہو جائے گی، لہٰذا! اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے، اور تن من دھن اللہ تعالیٰکے ذکر میں لگا دے، ہر وقت اللہ تعالیٰکا ذکر کرتا رہے۔

حق تعالیٰ کی بے انتہاء رحمت

حضرت تھانویؒ نے ''زادالسعید'' میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی ہوگی، اور اس کے دوزخ میں جانے

کا فیصلہ ہوجائے گا، وہ فیصلہ سن کر مایوس ہوکر دربارِ خداوندی سے چلے گا، چلتے چلتے اس کی آنکھ کی پلکوں میں سے ایک بال بولے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بولنے کی طاقت دیدیں گے، وہ کہے گا کہ پروردگار! میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟ وہ کہے گا کہ پروردگار! ایک دن یہ بندہ آپ کے خوف سے رویا تھا، تو مجھے اس کے آنسوؤں کی ہلکی سی سیم لگ گئی تھی، اور آپ کے حبیب ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئے گی، اس پر جہنم حرام ہے، میں اس قاعدے سے مستثنیٰ ہورہا ہوں، مجھے دوزخ میں جانے سے بچالیجئے، اللہ پاک فرمائیں گے کہ ہم نے تجھے بھی بخشا اور اسے بھی بخشا۔

"ذکراللہ" کسی حال میں نفع سے خالی نہیں

جس کی زبان اللہ، اللہ کررہی ہے، اگرچہ دل اس کے ساتھ نہیں ہے، وہ اس سے لاکھ درجے بہتر ہے، جو زبان سے بھی ذکر نہیں کررہا۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! جو صرف زبان سے ذکر کرتا ہے، اور دل سے نہیں کرتا، وہ بھی نفع اور اثر سے خالی نہیں ہے، وہ اثر یہ ہے کہ شروع میں سب زبان ہی سے ذکر کرتے ہیں، زبان سے ذکر کرتے کرتے پھر دل بھی ساتھ دینے لگتا ہے، پھر دل بھی ذکر میں لگنے لگتا ہے، جیسے شروع میں نماز میں سب کو طرح طرح کے خیالات ووساوس آتے ہیں، لیکن جو لوگ برابر کوشش کرتے رہتے ہیں، اور اپنا دھیان برابر نماز کی طرف لگاتے رہتے ہیں، آہستہ آہستہ ان کا دھیان

نماز کے اندر لگنے لگتا ہے، ایسی ہی ذکر کے اندر بھی سمجھ لیں کہ آدمی شروع میں زبان سے ذکر کرے گا، لیکن دل و دماغ اور دھیان کہیں اور ہوں گے، لیکن آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کو بھی اپنی طرف کھینچنا شروع کر دے گا، پھر دل اور زبان دونوں سے اللہ کا ذکر ہونا شروع ہو جائے گا۔

اس کے لئے اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہئے، کوشش یہی ہے کہ اپنے اختیار سے جہاں تک ہو سکے، ذکر کی طرف دھیان لگا تا رہے، دھیان بار بار ہٹے، تو بار بار لگا تا رہے، اس بار بار ہٹنے کا کوئی غم نہ کرے، اور لگانے میں کوتاہی نہ کرے۔

لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ذکر کس کام کا، جس میں توجہ اور دھیان نہ ہو، یہ بھی نفس و شیطان کا دھوکا ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

غرضیکہ ذکر نہایت ہی آسان عمل ہے، ہر آدمی اپنی مصروفیت کے اعتبار سے کوئی تعداد مقرر کر لے، اور بہتر یہ ہے کہ اپنے شیخ کے مشورہ سے کوئی تعداد مقرر کر لے، کیونکہ شیخ کے مقرر کرنے میں برکت ہوگی، اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس میں بھی شیخ کی اجازت ضروری ہوگی، شیخ کی اجازت کے بغیر ہم ذکر نہیں کر سکتے، یہ بات صحیح نہیں ہے، ہر مسلمان، مرد و عورت بغیر کسی شیخ کی اجازت کے وہ تمام اذکار کر سکتے ہیں، جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، اور ہر آدمی اپنی سہولت سے اپنے لئے جو ذکر مناسب سمجھے، وہ مقرر کر سکتا ہے، اور جس کا کسی شیخ سے تعلق ہو، تو اس کو اپنے شیخ سے مشورہ کر کے کوئی ذکر اپنے لئے تجویز کروانا بہتر ہے۔

ذکراللہ کے اثرات

ذکراللہ کے اندراللہ پاک نے ایسی تاثیررکھی ہے کہ اس سے دھیرے دھیرے دل کے اندراللہ پاک کی محبت پیداہونی شروع ہوجاتی ہے،اورجوں جوں اللہ تعالیٰ کی محبت پیداہوتی ہے،ویسے ویسے سکون آناشروع ہوجاتاہے، اورجتنا سکون آئے گا،اتنی ہی پریشانیاں کافورہوجائیں گی۔

انسان کی بہت سی پریشانیوں کی وجہ حبِّ دنیا اورحرصِ دنیاہے، ذکراللہ کی برکت سے اِن شاء اللہ تعالیٰ ان کا خاتمہ ہوجائے گا،اورکم توہوہی جائیں گی، اللہ تعالیٰ کی محبت اوراللہ تعالیٰ کی یادکی چاشنی سے دوسری قسم کی پریشانیاں جولاحق ہوں گی،وہ بھی بجائے سچ مچ کی بننے کے کاغذکی بن جائیں گی،جیسے ایک سانپ سچ مچ کاسانپ ہوتاہے،اورایک کاغذکاسانپ ہوتاہے،دونوں میں بہت فرق ہے،سچ مچ کے سانپ کابچہ بھی یہاں آجائے،توسب اُچھل پڑیں گے،اورجھوٹ موٹ کا اژدھابھی بناہواہوگا،توکوئی ایک بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔

کثرتِ ذکراللہ کرنے والوں اوراللہ تعالیٰ کی دل وجان سے فرمانبرداری کرنے والوں اورگناہوں سے بچنے والوں کی پریشانیاں بجائے حقیقی سانپ ہونے کے کاغذکے سانپ کی طرح بن جاتی ہیں، پریشانی ہے،لیکن پریشان نہیں ہے، بلکہ حال یہ ہوجاتاہے کہ ؂

نکل جائے دم ترے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

یہی آرزو ہے کہ جانِ من تیرا نام لیتا ہوا مروں
تیرے کوچے میں نہ سہی مگر تیری رہ گزر پہ مزار ہو

اِک ہوک سی دل میں اُٹھتی ہے اِک درد سا دل میں ہوتا ہے
میں رات کو اُٹھ کر روتا ہوں، جب سارا عالم سوتا ہے

کون سا ذکر کرے؟

ہمیں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، ہمہ وقتی ذکر کے لئے اللہ، اللہ کہتا رہے، یا لا إلٰه إلّا اللّٰه کہتا رہے، یا درود شریف کا ورد رکھیں، جس کو جس میں سہولت اور آسانی ہو، یا جس کے لئے اس کا شیخ جو مقرر کردے وہ کرے، یاد رکھیئے چلتے پھرتے، آتے جاتے آدمی کا بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے، عموماً اِدھر اُدھر کے خیالات میں آدمی منہمک رہتا ہے، اس سے بچ کر اس وقت کو اللہ کے ذکر میں لگالے، زبان سے اللہ کا ذکر کرے، دھیان بھی لگانے کی کوشش کرے، اس کے علاوہ کوئی ضروری بات سوچنی ہو، تو بلا شبہ سوچ لے، بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ہاتھ سے کرنے کے ہوتے ہیں، ان میں زبان کو کوئی دخل نہیں ہوتا، تو زبان

سے اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔

کچھ مخصوص اذکار

کچھ اذکار ایسے ہیں، جو صبح وشام کے ہیں، یا نمازوں کے بعد کے ہیں، جیسے سبحان اللّٰہ، الحمدللّٰہ، اللّٰہ اکبر، لاإلٰہ إلااللّٰہ، سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم، تیسرا کلمہ، استغفار، درودشریف جیسے صلّی اللّٰہ علیہٖ وسلّم، یا اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد و علیٰ آل محمّد، یاصلّی اللّٰہ علی النّبیّ الأمّیّ، سب سے بہتر نماز والا درودشریف ہے، ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیح فاطمی پڑھنے کا معمول بنالیں، روزانہ بلاناغہ قرآن شریف کی تلاوت کریں، مناجاتِ مقبول کی ایک منزل پڑھ لیں، ذریعۃ الوصول کی ایک منزل پڑھ لیں، یا دلائل الخیرات کی ایک منزل پڑھ لیا کریں۔

ایک بہت آسان ذکر

ایک بہت ہی آسان اور مفید ذکر ہے، وہ ہے: مسنون دعائیں، جو موقع بہ موقع منقول ہیں، اور عام طور پر بچوں کو مکاتب میں چالیس دعائیں یاد کروائی جاتی ہیں، مناجاتِ مقبول کے آخر میں حضرتؒ نے بھی ان کو تحریر فرمایا ہے، یہ بڑی بابرکت دعائیں ہیں، وہ سب یاد کر لینی چاہئیں، اور موقع بہ موقع ان کو پڑھ لینا چاہئے۔

جب گناہوں سے بچنے کا اہتمام ہوگا، فرائض وواجبات اور دیگر حقوق ادا کرنے کا اہتمام ہوگا، اور زبان ودل اللہ کے ذکر میں مشغول ہوجائیں گے، تو ان

شاء اللہ تعالیٰ پریشانیاں کافور ہو جائیں گی۔

یہ مطلب نہیں کہ پریشانیوں کا وجود مٹ جائے گا، بلکہ جب تک دنیا ہے، پریشانیاں رہینگی، لیکن وہ ہلکی ہو جائیں گی، غیر مضر ہو جائیں گی، اور ان پریشانیوں میں بھی خوش رہنا آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں کثرت سے اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدللہ ربّ العلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

پریشانیوں کے اسباب

اور انکا علاج

شرح مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۱۱)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیات المسلمین

موضوع: پریشانیوں کے اسباب اور انکا علاج

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

۱۶ فروری ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدِہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لَّآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْد" O

(ابراہیم: آیت نمبر ۷)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

اور وہ وقت بھی (یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرمادیا تھا کہ اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقین جانو، میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابل احترام بزرگو!

پریشانیوں کے تین سبب

حکیم الأمت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب ''حیات المسلمین'' کے مقدمے کی وضاحت ہورہی ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقدمے میں مسلمانوں کی مصیبتوں اور آفتوں، ذلّتوں اور رسوائیوں کے تین بنیادی اسباب بیان فرمائے ہیں، جن میں سے:

(۱).....ایک سبب مسلمانوں کی دین سے جہالت اور ناواقفیت ہے۔

(۲).....دوسرا سبب فقر وفاقہ اور تنگدستی ہے۔

(۳).....تیسرا سبب پریشانیاں اور تشویشات ہیں، جن میں مسلمان مبتلا ہیں۔

ان اسباب کی وجہ سے مسلمان طرح طرح کی تکلیفوں سے دوچار ہیں، پہلے اور دوسرے سبب کی تشریح بیان ہوچکی ہے، تیسرے سبب کی تشریح چل رہی ہے۔

تقویٰ اور ذکر اللہ

اس سلسلے میں اب تک دو باتیں بیان ہوچکی ہیں کہ اگر ہم ان دو باتوں کو اختیار کرلیں گے، تو تشویش اور پریشانی ختم ہوجائے گی، سکون میسر آئے گا، اور عافیت نصیب ہوگی، ان میں سب سے پہلی چیز تقویٰ ہے، تقویٰ اختیار کرنے سے انسان کی پریشانیوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے، کیونکہ تقویٰ کے اتنے فضائل ہیں کہ بیان سے باہر ہیں، ان سے انسان کو عزت، سلامتی اور عافیت نصیب ہوجاتی ہے، اور اللہ

تعالیٰ کی مدد قدم قدم پر شاملِ حال ہونا شروع ہو جاتی ہے، ظاہر ہے کہ جتنی اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی، اتنی پریشانی ختم ہوگی۔

دوسرا عمل کثرتِ ذکراللہ بتایا تھا، ذکرُاللہ کی کثرت ایک ایسا بہترین اور آسان ترین عمل ہے، جس سے رفتہ رفتہ بندہ کے دل میں اللہ جلّ شانہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے

از محبت تلخہا شیریں شود

(محبت سے تلخ اور کڑوی چیز بھی میٹھی ہو جاتی ہیں)

اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ محبت پیدا ہوگی، اتنی ہی زیادہ پریشانیاں پھول کی پتیاں بن جائیں گی، ذکرُاللہ سے انسان کی پریشانیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

پریشانیوں سے بچنے کا تیسرا طریقہ

تیسرا عمل جو اس وقت بیان کرنا ہے، وہ ''شکر کرنا'' ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر شکر بجالانا، ایک عظیم عمل اور عظیم نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو خوب نصیب فرمائے، آمین، شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت میں اضافے اور ترقی کا وعدہ ہے، شکر کرنے سے نعمتیں بڑھیں گی، تو پریشانیاں گھٹیں گی، صرف شکر کرنے میں ہی اللہ پاک نے ایسی خاصیت اور ایسا زبردست اثر رکھا ہے کہ جس آدمی کو شکر کی دولت مل جاتی ہے، اس کی پریشانیوں کی پوٹ ختم ہو جاتی ہے، اور شکر ایسی چیز ہے، جس کا بندہ ہر وقت محتاج ہے۔

صبر اور شکر کی ہر وقت ضرورت ہے

روزمرہ کی زندگی میں ہر شخص کسی بھی وقت دو حال سے خالی نہیں، وہ وقت، وہ لمحہ، وہ حال، وہ کیفیت، وہ حالت، طبیعت کے مطابق ہوگی، یا طبیعت کے خلاف ہوگی، طبیعت کے مطابق ہے، تو شکر ادا کرے، اور طبیعت کے خلاف ہے، تو صبر کرے، صبر نفع سے خالی نہیں ہے، شکر بھی نفع سے خالی نہیں ہے، مؤمن کسی حال میں نفع سے خالی نہیں ہے، شکر کرنا پڑے گا، اور صبر کرنا پڑے گا۔

شکر کرنے سے فائدہ ہوگا، صبر کرنے سے نفع ہوگا، آدمی چاہے لیٹا ہو یا بیٹھا ہو، کسی کام میں مشغول ہو یا فارغ ہو، ایک لمحے کے لیے اپنے دل کی طرف متوجہ ہوکر یہ سوچے کہ اس وقت میں سکون سے ہوں، یا تکلیف میں ہوں؟ میری یہ حالت حسبِ منشاء ہے، یا خلافِ منشاء؟ وہ حسبِ منشاء ہے، تو نعمت ہے، اگر وہ خلافِ طبیعت ہے، تو زحمت ہے، زحمت پر صبر کرے، اور نعمت پر شکر کرے، اس لئے بندہ صبر وشکر سے خالی نہیں رہ سکتا، اس سے اندازہ کرو کہ صبر کتنا زیادہ کرنا چاہئے! اور شکر کتنا زیادہ کرنا چاہئے!، مگر ہم نہ اتنا شکر کرتے ہیں اور نہ اتنا صبر کرتے ہیں، جس کی وجہ سے پریشان ہیں، اگر کوئی پریشانی نہیں ہے، تو شکر کریں، اور پریشانی ہے، تو اس میں صبر کی تلقین اور تاکید ہے۔

صبر کے اجر وثواب کو سوچیں

صبر کرنے کے بعد پھر کیا پریشانی رہی؟ پھر اگر پریشانی ہوگی، تو طبعی اور فطری

پریشانی ہوگی، اور ہونی بھی چاہئے، کیونکہ اس کے بغیر صبر کا ثواب کیسے ملے گا؟ انسان اینٹ پتھر نہیں ہے، درخت اور دیوار نہیں ہے کہ اس کو گھونسہ مارو، اور وہ ہائے بھی نہ کرے، طبعی طور پر انسان اور دیوار میں فرق ہونا چاہئے، اگر دیوار کہے کہ میں بہت صابر ہوں، اس میں اس کا کیا کمال ہے؟ انسان صبر کر کے دکھائے، تو کمال ہے، پھر اگر پریشانی رہے گی، تو طبعی اور فطری رہے گی، عقلاً پریشانی نہیں ہوگی، اور جب آدمی کی پریشانی صرف طبعی طور پر ہو، اور آدمی عقلی طور پر بالکل مطمئن ہو کہ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ بالکل صحیح ہو رہا ہے، آدھی پریشانی تو اسی سے ختم ہو جائے گی، اور جب صبر کے اجر و ثواب کو سوچ کر صبر کرے گا، تو وہ رہی سہی پریشانی بھی ختم ہو جائے گی، بہر حال! ہمیں ہر لحہ صبر یا شکر اختیار کرنا چاہئے۔

شکر کسے کہتے ہیں؟ اور شکر کیسے ادا کریں؟

شکر اس کا نام ہے کہ جب کوئی نعمت ملے، یا کوئی کیفیت، کوئی لحہ اور کوئی وقت حسبِ منشاء میسر ہو، کہ یہ وقت بالکل میری مرضی کے مطابق گزر رہا ہے، میں آرام سے ہوں، راحت سے ہوں، سکون سے ہوں، کھانے پینے کو ہے، پہننے رہنے کو ہے، بال بچے ٹھیک ہیں، یہ دیکھ کر اپنے دل میں سمجھے کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، میں اس نعمت کے لائق نہیں ہوں، اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے مثلاً:

"اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ"

کہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے، یا اللہ! ساری تعریفیں آپ کے لئے ہیں، یا اللہ! آپ کا شکر ہے، یا اللہ! آپ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، یا اللہ! آپ نے عافیت عطا فرمائی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، یا اللہ! آپ نے عزت عطا فرمائی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، یا اللہ! آپ نے نوکری عطا فرمائی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، یا اللہ! آپ نے صحت عطا فرمائی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، یا اللہ! آپ نے توانائی عطا فرمائی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، یا اللہ! آپ نے سمجھ عطا فرمائی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

نعمتوں کو نافرمانی میں خرچ نہ کریں

شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے، اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جھکا دے، اس کے دو پہلو ہیں، ایک تو یہ کہ اپنی جان کو، اپنے مال کو اور اپنی توانائی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیک کاموں میں لگا دے، یہ اعلیٰ درجے کا شکر ہے، دوسرا پہلو یہ ہے کہ کم سے کم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں نہ لگنے دے، مثلاً فرصت اور سکون کا لمحہ میسّر ہے، تو اس وقت کسی سے حسد کی باتیں اپنے دل میں نہ سوچے، غیبت نہ کرے، اپنے دل میں بغض نہ رکھے اور اول فول نہ بکے، کسی کو گالی نہ دے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کوئی بھی کام نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے مال دے دیا اسے اُڑا رہا ہے، عیاشی کر رہا ہے، بے حیائی کے کاموں میں مشغول ہے، ٹی وی دیکھ رہا ہے، گانے گا رہا ہے، گانوں اور فلموں کی کیسٹیں اور سی ڈیاں لا رہا ہے اور فلمیں دیکھ رہا ہے، فحش فلمیں دیکھ رہا ہے، یہ اللہ

تعالیٰ کی نعمت کی سخت ناشکری اور ناقدری ہے، یہ سراسر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، ناشکری سے نعمت کو زوال آتا ہے اور زوالِ نعمت میں انسان کو پریشانیاں آگھیرتی ہیں، اس کی بے عزتی ہوجاتی ہے، ذلت ورسوائی ہوجاتی ہے اور انسان طرح طرح کی مصیبتوں میں گِھر جاتا ہے۔

شکر کی عادت ڈالنے کی وجہ سے کچھ عرصے کے بعد اس کی پریشانیوں کے اندر کمی آنا شروع ہوجائے گی۔

مقامِ شکر حاصل کرنے کا طریقہ

طریقۂ شکر یہ ہے کہ روزانہ اپنا کچھ وقت مقرر کرلے، چاہے سونے سے پہلے، چاہے فجر سے پہلے یا فجر کے بعد، چاہے عشاء کی نماز کے بعد، چاہے مغرب کے بعد، مسجد میں یا گھر میں کوئی ایسا وقت مقرر کرے جس میں یکسوئی سے کچھ سوچ سکے، اور صرف دس منٹ نکال لے، یہ کافی ہیں، پہلے ذہن کو اِدھر اُدھر کے تفکرات اور خیالات سے خالی کرے، پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنا شروع کرے، ہمارے جسم کے اندر اللہ پاک نے جو نعمتیں عطا کی ہوئی ہیں، پہلے ان نعمتوں میں غور کرے، جو ہمیں نظر آرہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں، کان دیے ہیں، ناک دی ہے، منہ دیا ہے، سر دیا ہے، ہاتھ دیے ہیں، پیر دیے ہیں، پیٹ دیا ہے، پیٹھ دی ہے، تین سو ساٹھ جوڑ عطا فرمائے ہیں، ان نعمتوں کو دیکھے اور سوچے کہ ہزاروں افراد ایسے ہیں جو ان نعمتوں سے محروم ہیں، ایک ایسی نعمت ہے جو بدیہی اور واضح

ہے، وہ ہمارا وجود ہے، کیونکہ جو لوگ دنیا میں نہیں آئے، وہ نعمتِ وجود سے محروم ہیں، ہمیں اللہ پاک نے وجود کی نعمت عطا فرمائی ہے، لنگڑا، لولا، اندھا، کانا بھی نعمتِ وجود سے مالا مال ہے، یہ بہت بڑی نعمت ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ہزاروں نعمتیں دی ہیں، ان کو سوچے، پھر اپنے جسم کے اندر دیکھے، دل ہے، گردے ہیں، دماغ ہے، پھیپھڑے ہیں، پتہ ہے، مثانہ ہے، اندر بے شمار مشینیں فِٹ ہیں، ایک ایک نعمت ایسی لگی ہوئی ہے کہ دنیا میں کوئی چیز اور مال و دولت اس کا بدل نہیں ہو سکتے، دل فیل ہو جائے، تو کوئی ایسا دل لگا نہیں سکتا، انسان اتنے اتنے قیمتی اعضاء لیے پھرتا ہے، اور پھر کہتا ہے کہ کچھ نہیں ہے۔

ہسپتال کا چکر لگالیں

مزید ان نعمتوں کی قیمت پہچاننی ہو، تو کسی ہسپتال کا دورہ کرلیں، اور ہر وارڈ میں جا کر مریضوں سے مل لیں، تو دل گواہی دے گا کہ اوہو! میں سب سے زیادہ صحت مند ہوں، اس کی ٹانگ نہیں ہے، اس کے کان نہیں ہیں، اس کی آنکھ نہیں ہے، اسکا گردہ نہیں ہے، میرے پاس سب کچھ ہے، اس کی ڈاکٹروں سے دوستیاں ختم ہو جائیں گی، اس کے دل میں ان نعمتوں کی قدر پیدا ہو جائے گی، پھر اپنے گھر کے اندر دیکھے، ماں باپ ہیں، بہن بھائی ہیں، شادی شدہ ہے، تو میاں بیوی ہیں، اولاد ہے، اپنے اور بیوی کی طرف کے دو خاندان ہیں، یہ ساری اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، پھر آگے چلئے کہ اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا ہے، اُسے مزے لے کر کھا رہا ہے، پی رہا ہے، پہن رہا ہے، اور کیسی کیسی نعمتوں میں غرق ہے، دنیا میں ننگا آیا تھا،

اس کے بعد اللہ پاک نے کتنا دیا ہے! اس کو سوچے۔

یہ دس منٹ کا مراقبۂ شکر، اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سمندر میں ڈبو دے گا، کچھ دن کے بعد اس کو اتنی نعمتیں یاد آئیں گی کہ بس! وہ ایک لا متناہی سلسلہ ہوگا، اسی لئے اللہ پاک نے کلام پاک میں فرمایا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (النحل: آیت نمبر ۱۸)

ترجمہ

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگے، تو گن نہ سکو۔

وہ نعمتیں سوچتے سوچتے اس آیت کا مصداق بن جائے گا اور جوں جوں اس کو نعمتیں یاد آنی شروع ہوں گی ویسے ویسے اس کی پریشانیوں کا قلع قمع ہونا شروع ہو جائے گا۔

دس منٹ کے مراقبے کا فائدہ

جب وہ دیکھے گا کہ اللہ پاک نے مجھے اتنا نوازا ہوا ہے، تو کہے گا: مجھے ذرا سا کانٹا چبھ گیا، تو کیا ہوا؟ اب تک تو نعمتوں کو یاد نہ کرنے کی وجہ سے وہ کانٹا پہاڑ بنا ہوا تھا، پھر وہ پہاڑ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا پہاڑ بن جائے گا، اس طرح سے اِن شاء اللہ تعالیٰ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن کے بعد شکر ہی شکر زبان پر جاری ہو جائے گا، وہ دس منٹ کا مراقبہ چوبیس گھنٹے کے لیے کافی ہو جائے گا، اور ہر دم چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار ہونا شروع ہو جائے گا، اور ہماری تشویشات اور پریشانیوں کا خاتمہ ہو جائے گا، سکون ہی سکون آجائے گا، دن دوگنی

اور رات چوگنی ترقی کے ساتھ نعمتوں میں اضافہ شروع ہو جائے گا، اور نعمتوں میں استحکام اور دوام بھی ہوگا۔

اس کے ساتھ ساتھ شکر کرنے کے جو فضائل اور اجر و ثواب ہے، وہ اپنی جگہ ملتے رہیں گے، اس کی نیت بھی کر لینی چاہیے، اس طرح اگر ہم شکر کرنے کو اپنا معمول بنالیں، اور روزانہ دس منٹ نعمتوں کے مراقبہ کرنے کا اہتمام کرلیں، تو اس سے ہماری پریشانیوں کا خاتمہ ہو جائے گا، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیقِ عمل عطا فرمائیں۔ آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

تقدیر پر راضی رہنا

شرح مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۱۲)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیات المسلمین

موضوع: تقدیر پر راضی رہنا

مقام: جامع مسجد جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴؍

تاریخ: ۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

۲۳ فروری ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدهٗ و نستعینهٗ و نستغفرهٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یهدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لهٗ وَ مَنْ یُضللهٗ فلا هَادِیَ لهٗ وَ أشهد أن لّآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدهٗ لاشریک لهٗ و أشهد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدهٗ و رسولهٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَمَآ أَصٰبَکُمْ مِّن مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ أَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَن کَثِیْرٍ O (الشوریٰ: آیت نمبر ۳۰)

صدق اللّٰہ العظیم

میرے قابلِ احترام بزرگو!

مسلمانوں کی پریشانیوں کے علاج کے سلسلے میں چند تدبیریں بیان کی جاتی ہیں، ان کو فوری طور پر اختیار کر کے پریشانیوں کا علاج کیا جا سکتا ہے، ان تدبیروں میں سے ایک تدبیر اور عمل گذشتہ منگل کو یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنا شروع کیجئے، اس عمل میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر اور ایسا اثر رکھا ہے کہ جتنا جتنا آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچتا جاتا ہے، ویسے ویسے اس کی پریشانیوں کا خاتمہ ہوتا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہم شکر کرنے والوں میں سے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں شکرگزار بندہ بنا دے، اور اپنے شکرگزار بندوں میں داخل فرما دے، آمین، اگر ہم صحیح معنٰی میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر کرنے والے بن جائیں، تو ہماری پریشانیوں کے بادل چھٹ جائیں، ہم سکون، راحت اور آرام والی زندگی میں آ جائیں۔

عمل کیے بغیر پریشانیاں دور نہیں ہوں گی

اس سلسلے میں آج ایک اور عمل عرض کرنا ہے، وہ عمل ایسا ہے کہ ہم اس کو نقد اپنا سکتے ہیں، اور اس کو فوری طور پر اختیار کر سکتے ہیں، اور اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں، اللہ کرے! ہم سننے اور سنانے تک محدود نہ رہیں، یہ ہے اصل بات، کہیں ایسا نہ ہو کہ اتنی دور سے آئے، سب یہاں جمع ہو گئے، اسکے بعد کچھ باتیں سنیں، اور دامن جھاڑ کر کھڑے ہو گئے، جس طرح آنے سے پہلے تھے، آنے

کے بعد بھی ویسے کے ویسے رہے، تو پھر فائدہ نہیں ہوگا، جیسے علاج کے لئے دوا کھانا ضروری ہے، ایسے ہی پریشانیوں کے دور ہونے کے لئے عمل کرنا ضروری ہے۔

تقدیر پر راضی رہنا فرض ہے

میں اس وقت جو عمل بیان کرنا چاہتا ہوں وہ عمل ہے: اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا، جس کو رضا بالقضاء بھی کہتے ہیں، تقدیر پر راضی رہنا فرض ہے، کیونکہ تقدیر برحق ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے، اور تقدیر پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اس کو ذہن میں مستحضر رکھے کہ میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب تقدیر میں لکھا ہوا ہے، سب کچھ اسی کے مطابق ہو رہا ہے، اس بات کو یاد رکھنے اور اس کو اپنے ذہن میں بار بار تازہ کرنے سے بڑی بڑی مصیبتیں کافور ہو جاتی ہیں۔

تقدیر کے اعتقاد اور استحضار کے ساتھ ساتھ خاص طور پر اس بات کو بھی ذہن میں نقش کر لینا چاہئے کہ اللہ پاک نے جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے، وہ حکمت سے لکھا ہے، اللہ جلّ شانہ نے جو کچھ لکھا ہے، وہ اپنی مشیّت سے لکھا ہے، اللہ پاک نے جو چاہا، وہ لکھا، اللہ پاک نے بندوں کے سلسلے میں جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے، وہ ان کی مشیّت ہے، اور ان کی ہر مشیّت پُر حکمت ہے۔

لکھے ہوئے میں حکمت اور رحمت ہے

اس میں بندوں کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے، ایک فیصد بھی اپنا کوئی فائدہ نہیں، سو فیصد بندہ کا فائدہ ہے، جو کچھ اللہ پاک نے

لکھا ہے، وہ عین ان کی مشیّت ہے، ان کی مشیّت، حکمت ہے اور حکمت، ان کی رحمت ہے، جو کچھ بھی اچھا یا برا ہو رہا ہے، ان کی حکمت کے مطابق ہو رہا ہے، اس میں بندہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہے، سراسر بندہ کا فائدہ ہے، ان کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے، آدمی اس پر راضی ہو جائے تو پھر کیا پریشانی ہے؟

کیونکہ ہر پریشانی اور ہر تشویش کی بات کے اندر یہی حقیقت پوشیدہ ہے، وہ اللہ پاک کی مشیت ہے جو حکمت پر مبنی ہے اور ان کی حکمت عین رحمت ہے، لہٰذا جو بھی دکھ اور غم ہو رہا ہے، جو بھی تکلیف ہو رہی ہے، وہ ان کی رحمت، حکمت اور مشیّت کے مطابق ہو رہی ہے، میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتا، بڑی سے بڑی مصیبت اور بڑی سے بڑی پریشانی اور بڑی سے بڑی تکلیف، بالکل ہلکی پھلکی اور قابلِ برداشت ہو جائے گی، اور اسکی تکالیف کا خاتمہ ہو جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، اور اس طرح ماننے میں ہی فائدہ ہے۔

جائز تدبیر اختیار کرنا رضا بالقضاء کے خلاف نہیں

اس ماننے کا نام ایمان ہے، کیونکہ تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے، اس معاملے میں اختیار نہیں کہ ہماری مرضی، چاہے ہم تقدیر پر راضی ہوں یا نہ ہوں، اس میں ہماری مرضی کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے، اگر ہم تقدیر کو نہیں مانیں گے، یا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہیں رہیں گے، تب بھی وہی ہوگا، جو اللہ پاک نے جس طرح لکھ دیا ہے، اس کو نہ ماننے میں اپنا ہی نقصان ہوگا، ہمارے حق میں جو

مقدر ہے، وہ ہو کر رہے گا۔

تقدیر میں لکھے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ دعا نہ کرو، اور دوا نہ کرو، ہاں! عقل سے اس بات کو سمجھ لو کہ جو کچھ ہو رہا ہے، تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے، اس کو مانو، پھر جو تشویش ہے، یا تکلیف ہے، یا بیماری ہے، یا پریشانی ہے، اس کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق، جو جائز تدبیر ہو، اس کو اختیار کرلو، جس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی داخل ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی بھی رہو۔

انسان کی فطرت اور اس کے سارے جذبات کی پوری پوری رعایت ہو رہی ہے، تکلیف بھی آ رہی ہے، تو وہ حکمت کے مطابق، رحمت کے مطابق اور تقدیر کے مطابق ہے، جس میں اس کا فائدہ ہے، مگر جس کو تکلیف ہو رہی ہے، اس کی تکلیف سے انکار نہیں ہے، اس کا دل چاہے گا کہ میں کوئی ایسی تدبیر اختیار کروں، کوئی دوا کھاؤں، کوئی علاج کروں، جس سے یہ تکلیف دور ہو جائے، تو کرلو، لیکن حرام سے بچو، اور ساتھ ہی دعا مانگنے کو بھی جی چاہتا ہے کہ یا اللہ! اس پریشانی کو دور فرما دیجئے، یا اللہ! اس تکلیف کو دور فرما دیجئے، یہ بھی کرلو، دعا کرنا بھی عبادت ہے، اس پر بھی ثواب اور اجر ہے۔

انجکشن لگوا کر شکریہ کیوں ادا کیا؟

اسی لئے حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے کہ رضا بالقضاء عقلی مطلوب ہے، طبعی

مطلوب نہیں ہے، یعنی از روئے عقل اس طرح سمجھ لو کہ جو کچھ ہو رہا ہے، بالکل برحق ہے، تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے، عین میرے حق میں ہو رہا ہے، یہ تکلیف ہے تو سہی، لیکن حقیقت میں تکلیف نہیں ہے، اس میں میرا فائدہ ہے، جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مریض کو انجیکشن لگاتا ہے، تو وہ سی سی کرتا ہے، سی سی تو ہو رہی ہے، لیکن جانتا ہے کہ یہ بالکل صحیح اور ٹھیک ہو رہا ہے، انجیکشن نہیں لگے گا، تو طبیعت نہیں سنبھلے گی، اب انجیکشن ہی ضروری ہے، سی سی کر رہا ہے اور راضی ہو رہا ہے، پیسے دے رہا ہے، اور خرید کر، لاکر بھی دے رہا ہے، اور اس کا شکریہ بھی ادا کر رہا ہے، ویسے کوئی کسی کے زبردستی سوئی چبھونا چاہے، تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائے، دونوں میں کتنا فرق ہے؟

ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ از روئے عقل ہم یہ سمجھیں کہ ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ سب بالکل ہمارے حق میں ہو رہا ہے، طبعی طور پر تکلیف پر خوش ہونا مطلوب نہیں ہے، اور نہ ہی طبعی طور پر راضی ہونا مطلوب ہے۔

کسی غیر اختیاری کام کا حکم نہیں

اسکی وجہ یہ ہے کہ عقلی رضا بالقضاء اختیاری ہے، اسی کا بندہ مکلّف ہوتا ہے، اور طبعی رضا بالقضاء غیر اختیاری ہے، بندہ اس کا مکلّف نہیں ہے، کیا رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی! جو اختیار میں نہیں ہے اسکا حکم نہیں ہے، اور جو اختیار میں ہے اسی کا حکم ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج: آیت نمبر ۷۸)

ترجمہ

اور (اس نے) تم پر دین (کے معاملے) میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

اَلدِّیْنُ یُسْرٌ

ترجمہ

دین آسان ہے۔

طبعی رضا بالقضاء محمود ہے

البتہ کبھی کبھی جب بندہ رضا بالقضاء کا زیادہ استحضار کرتا ہے کہ جو کچھ میرے حق میں ہو رہا ہے، سب اللہ پاک کے لکھے ہوئے کے مطابق ہو رہا ہے، اور جو کچھ اللہ پاک نے لکھا ہے، عین میرے حق میں لکھا ہے، میرے حق میں اس کو بہتر بنایا ہے، بعض دفعہ انسان کو عقلی رضا بالقضاء کے ساتھ طبعی رضا بالقضاء بھی حاصل ہو جاتی ہے، یہ دونوں جمع ہو جائیں تو نورٌ علیٰ نور ہے، اگر سونا ملے اور بنا ہوا بھی ملے، یہ اور اچھا ہو گیا کہ سونا پہننے کے بھی قابل ہے، پہلے تو صرف دیکھنے اور سمجھنے کے لائق تھا کہ میرے پاس ایک بسکٹ ہے، اس کے پیسے بہت بڑھ گئے ہیں، یہ بڑا قیمتی ہے، اور سیٹ بھی مل جائے تو کیا کہنے! بنا ہوا سونا ملا، تو جب چاہے گھر میں استعمال کرالو۔

طبعی رضا بالقضاء محمود ہے، لیکن اگر کسی کو طبعی رضا بالقضاء حاصل نہ ہو، تو کوئی غم کی بات نہیں ہے، کیونکہ وہ غیر اختیاری ہے، لیکن کسی کو طبعی رضا بالقضاء بھی حاصل

ہو جائے، تو سمجھو اس کو کوئی پریشانی ہے ہی نہیں، اس کی پریشانی بالکل ختم، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو جتنی بھی پریشانیاں پیش آتی ہیں، وہ اس کی اپنی تجویز کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔

اپنی چاہت کو اللہ تعالیٰ کی چاہت میں ختم کر دیں

ایک ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت، وہ جو چاہتے ہیں، اپنے بندوں کے معاملے میں کرتے ہیں، اس کو انہوں نے تقدیر میں لکھا ہوا ہے، اور ایک بندوں کی اپنی چاہت ہے، ہر بندہ چاہتا ہے کہ مجھے صحت ملے، لیکن اس کی تقدیر میں بیماری لکھی ہوئی ہے، اب چاہت تو ہے صحت کی، مقدر ہے مرض، اب جب بیماری آئی، اس کی چاہت یہ ہے کہ بیماری نہ ہو، تو پریشانی چاہت کی وجہ سے ہوئی، اور مثلاً اس کی چاہت یہ ہے کہ میں مالدار ہوں، تنگدستی نہ رہے، مالی فراخی اور وسعت ہی وسعت رہے، میرے پاس اعلیٰ قسم کا مکان ہو، عمدہ قسم کی گاڑی ہو، دولت کی ریل پیل ہو، اور اللہ پاک نے اس کے حق میں فقر و فاقہ لکھا ہے، یہ مشیت ہے اور وہ اس کی چاہت ہے، اب پریشانی اس کی چاہت کی وجہ سے ہوگی۔

مشیت پر ایمان ہے کہ اللہ پاک نے جو کچھ لکھا ہے، برحق لکھا ہے، لیکن تجویز کی وجہ سے پریشانی ہوگی، مثلاً ہونا مرض ہی ہے، ہونا تنگی ہی ہے، اس نے چاہت رکھ لی صحت اور مالداری کی، اور چاہت پوری ہو نہیں سکتی، کیونکہ اس کے ہاتھ میں کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں، اور جس کے ہاتھ میں ہے انہوں نے اس کے حق میں اس

کی بہتری کے لئے مرض اور تنگدستی مقدر فرمادی ہے، تو پریشانی آدمی کو اپنی چاہت کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے، انسان چاہتا ہے کہ ایسا ہو، ایسا ہو، شیخ چلّی بنا ہوا ہے، جیسے ابھی تک شیخ چلّی کی شادی نہیں ہوئی اور بچے نہیں ہوئے، مٹکا گر گیا، دو آنے ملنے والے تھے، جس سے وہ شادی کر رہا تھا، وہ دو آنے بھی گئے، ایسے ہی یہاں پر بھی ہے کہ شیخ چلّی نہ بنے۔

تقدیر پر راضی رہنے والے ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کا قصہ سنو! کسی زمانے میں کہیں قحط پڑ گیا، اور لوگ فاقوں میں مبتلا ہو گئے، اور بھوکے مرنے لگے، اس پریشانی کے عالم میں کسی نے ایک بزرگ کو دیکھا کو وہ بڑے ہشّاش بشّاش، بے غم اور بے فکر چلے جا رہے ہیں، جس نے انہیں دیکھا، وہ تھا پریشان، اور جن کو دیکھا، وہ تھے پرسکون، انہیں کوئی پریشانی نہیں تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ بادشاہِ وقت ہیں اور موج ہی موج ہے۔

اس شخص نے کہا کہ حضرت! ساری دنیا پریشان ہے، آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ الحمدللہ! مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے، حضرت! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ نہ کھانے کو ہے، نہ پینے کو ہے، نہ پہننے کو ہے، نہ رہنے کو ہے، گھر جاؤ، تو پریشانی، گھر سے باہر نکلو، تو پریشانی، جس کو دیکھو، پریشان، بھوک سے لوگ مر رہے ہیں، آپ کہہ رہے ہیں کہ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے، یہ کیسے ممکن ہے؟

دُنیا میری مرضی کے مطابق چل رہی ہے

فرمایا: مجھے پریشانی اس لئے نہیں ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، میری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے، حضرت ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے؟ میں کہہ رہا ہوں: ہو رہا ہے، حضرت! آپ سمجھا دیجئے کہ آپ کی مرضی کے مطابق کیسے ہو رہا ہے؟ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ سب کچھ ہماری مرضی کے خلاف ہو رہا ہے، آپ کہہ رہے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے میری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے، فرمایا کہ میں نے اپنی مرضی اپنے رب کی مرضی میں ختم کر دی، اب میری مرضی کوئی ہے ہی نہیں، میرے رب کی جو مرضی ہے وہ میری مرضی ہے، اب جو کچھ میرے رب کی طرف سے ہو رہا ہے وہ عین میری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے، یہ ہے رضا بالقضاء، اپنی مرضی ختم، مرضیٔ مولا میری مرضی، یہ ایسے ہی ہے جیسے:

"جدھر مولا اُدھر شاہ دولا"

سارا رونا اپنی چاہت کا ہے

واقعی انہوں نے اپنی چاہت ختم کر دی تھی، اور اللہ تعالیٰ کی مشیّت کو اپنا لیا تھا اس لئے سکون میں تھے، یہ سارا جھگڑا اور رونا اپنی چاہت کا ہے، اپنی مرضی چلانے کا ہے، اس کو ختم کر دو، اور اللہ تعالیٰ کی چاہت اور مشیّت کو اپنا لو، پھر جو کچھ ہوگا، آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا، اور جب اپنی مرضی کے مطابق ہوگا، تو آدمی کیوں پریشان ہوگا؟ یعنی عقلاً پریشان نہیں ہوگا، طبعاً پریشانی ہو سکتی ہے، وہ بھی موجبِ اجر

ہے، اگراس پر صبر کرلے، اجر وثواب پائے، اس طرح اس کی پریشانیوں کا خاتمہ ہوجائے گا، اوراس طرح دُہرا نفع ہوگیا، مومن کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔

پریشانیاں گناہوں سے پاکی کا ذریعہ ہیں

ایک حدیث شریف کا خلاصہ عرض کرتا ہوں، اس میں صبر کی فضیلت ہے اور رضا بالقضاء میں صبر بھی ہے، سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ جلّ شانہ کسی بندہ سے محبت کرنا چاہتے ہیں، اس کو گناہوں سے پاک اور صاف کرنا چاہتے ہیں....دیکھو! کس کا فائدہ بیان ہورہا ہے؟ بندوں کا فائدہ بیان ہورہا ہے،....تو اللہ جلّ شانہ اس پر پے درپے مصیبتیں بھیج دیتے ہیں، وہ خود بھی بیمار ہوگیا، بیوی بھی بیمار ہوگئی، بچے بھی بیمار ہوگئے، گھر والے بھی بیمار ہوگئے، یار دوست بھی لیٹ گئے، ایسی تکلیف آئی کہ سارے لیٹ گئے اورسب ہائے ہائے کررہے ہیں، کیوں؟ اللہ تعالیٰ کو محبت آرہی ہے، اللہ پاک اس کو گناہوں سے پاک صاف فرمانا چاہتے ہیں، اس لئے پے درپے پریشانیاں، مصیبتیں اور تکلیفیں بھیج دیں، اور یہ پکار رہا ہے کہ ہائے ! میں مرگیا، یااللہ! جلدی سے اس پریشانی کو دور فرمادیجئے، فلاں تکلیف دور فرمادیجئے۔

ہمیں رونا دھونا اچھا لگ رہا ہے

ملائکہ اللہ جلّ شانہ سے عرض کرتے ہیں کہ یااللہ! یہ بندہ، جوآہ وزاری کررہا ہے، اور پکار رہا ہے، اس کی آواز تو جانی پہچانی معلوم ہوتی ہے، یعنی پہلے بھی عرض

ومناجات کر چکا ہے، آپ کی بارگاہ میں آہ وزاری کر چکا ہے، اور آپ کی بارگاہ میں رجوع کر چکا ہے، اور آج پھر آپ سے رجوع کر رہا ہے، اس کی آواز جانی پہچانی معلوم ہورہی ہے، اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بھی درخواست کرتے ہیں کہ یااللہ! اس بندہ کی حاجت پوری فرمادیجئے، یہ تکلیف دور ہونے کی دعا کر رہا ہے، اس کی تکلیف دور فرمادیں، یہ تنگدستی دور ہونے کی درخواست کر رہا ہے، اس کی تنگدستی دور کر دیجئے، یہ تکالیف سے بلبلا کر آپ کی طرف رجوع کر رہا ہے، اس کو سکون دے دیجئے۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ اے جبرائیل! اس کا رونا دھونا ہمیں اچھا لگ رہا ہے، ذرا اس کو مانگنے دو، اس کا مانگنا ہمیں اچھا لگ رہا ہے، ویسے تو کبھی یہ مانگنے نہیں آتا، اور بھول کر بھی ہاتھ نہیں اٹھاتا، اب ذرا ہم نے چٹکی بھردی ہے، تو یہ چلّا رہا ہے تم اسے چلّانے دو، آہ وزاری کرنے دو، اور اس کو مانگنے دو، یہ ہمیں اچھا لگ رہا ہے، جیسے ماں باپ بچہ کی چُٹکی بھردیتے ہیں، اور جب وہ روتا ہے، تو اسے پیار کرتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت فرماتے ہیں۔

تیری دعا ضرور قبول کروں گا

بندہ یہاں برابر دعا کرتا رہتا ہے، یااللہ! میں بھی بیمار ہوگیا، وہ بھی بیمار ہوگیا، کس کس کے لئے دوا کروں؟ کس کس کے لئے دوا لاؤں؟ یااللہ! صحت دے دیجئے، پریشانی دور کردیجئے، بیماری رفع فرمادیجئے، تو اللہ جلّ شانہ اس بندے کی پکار

سن کر دو قسمیں کھاتے ہیں: میری ذات کی قسم! اور میرے جاہ وجلال کی قسم! اے میرے بندے! تو جو مجھ سے مانگ رہا ہے، میں دوں گا، مانگ! میں تیری دعا قبول کروں گا، انہیں قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر بندہ چونکہ قسم پر یقین کرتا ہے، اس لئے اس کے مزاج کے مطابق قسم کھائی جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو! اب ہم تین باتوں میں سے کوئی ایک بات کریں گے، تمہاری دعا ضرور قبول کریں گے، جو تم مانگ رہے ہو، وہی تم کو دے دیں گے، یا جس مصیبت اور تکلیف کے دور ہونے کی تم دعا کر رہے ہو، وہ دور نہیں ہوگی، اس کے بدلے کوئی اور مصیبت اللہ تعالیٰ دور کردیں گے، یعنی تمہاری تقدیر میں کوئی اور حادثہ لکھا ہوا تھا، کوئی اور پریشانی لکھی ہوئی تھی، وہ تمہیں پیش آنے والی تھی، تمہیں اس کی خبر بھی نہیں تھی، مانگ رہے ہو کہ یا اللہ! بخار دور ہو جائے، یا اللہ! پیٹ کا درد دور ہو جائے، یا اللہ تنگدستی ختم ہو جائے، اس سے بڑا حادثہ پیش آنے والا تھا، ہم اس کو دور کر دیتے ہیں۔

کاش !! ایک دعا بھی قبول نہ ہوتی!

یا ہم اس دعا کو آخرت میں ذخیرہ کر دیں گے، جس چیز کے دور ہونے کی تم یہاں دعا کر رہے ہو، اس کے دور ہوئے بغیر بھی تمہارا کام چل جائے گا، چاہے بے وقت کے کام ہو یا وقت کے ساتھ کام چلے، تمہارا کام چل جائے گا، لیکن تمہیں آخرت میں جو نعمتیں چاہئیں، وہ تم مانگ ہی نہیں رہے، ہم تمہاری مانگی ہوئی ادنیٰ

چیز کے بدلے تم کو آخرت میں اعلیٰ چیز دے دیں گے، اس سے بڑھ کر کیا خیر خواہی ہوگی کہ ہم ادنیٰ چیز یعنی ٹکے اور ڈھیلے مانگ رہے ہیں، اور وہ آخرت کے ہیرے جواہرات عطا فرما رہے ہیں، جنت کی اعلیٰ نعمتیں عطا فرما رہے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ لوگ، جو دنیا میں مصیبتوں اور پریشانیوں پر صبر کرتے تھے، آخرت میں پہنچیں گے، اور ان کو جنت میں بے شمار نعمتیں ملیں گی، تو وہ کہیں گے کہ یا اللہ! ہم نے تو ایسے عمل کیے نہیں تھے، اتنی نعمتیں کیسے مل گئیں؟ نہ ہم اتنے پکے نمازی تھے، نہ ہمارے اتنے روزے اور حج تھے، نہ ہم اتنے کارِ خیر کرنے والے تھے، یہ نعمتیں ہمیں کیسے مل گئیں؟ تو بتایا جائے گا کہ دنیا میں تم جو دعائیں مانگا کرتے تھے، اور تم کہا کرتے تھے کہ دعا قبول نہیں ہوتی، یہ وہی دعائیں ہیں، جو دنیا میں بظاہر قبول نہیں ہوئی تھیں، ان کا اجر ہم نے یہاں رکھ دیا، یہ سب نعمتیں تم کو ان دعاؤں کے بدلے میں دی ہیں، تو وہ ان نعمتوں کو دیکھ کر تمنا کرینگے کہ کاش! ہماری دنیا میں ایک دعا بھی قبول نہ ہوتی، سب یہیں کیلئے رکھ لی جاتیں۔

صبر کرنے والوں کو بے حساب اَجر

حدیث میں ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی، اور لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں گے، اور وہاں بہت سے ترازو قائم کیے جائیں گے:

وَنَضَعُ الْمَوٰزِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ. (الانبیاء: آیت نمبر ۴۷)

ترجمہ

اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازو لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میدانِ قیامت میں نماز پڑھنے والے آئیں گے، تو ان کو نماز کا ثواب تول کر دے دیا جائے گا، روزہ رکھنے والے آئیں گے، تو ان کو روزہ کا ثواب تول کر دے دیا جائے گا، حج عمرہ کرنے والے آئیں گے، تو ان کو حج وعمرہ کا ثواب تول کر دے دیا جائے گا، اس طرح مختلف اعمالِ صالحہ کا اجر وثواب تول تول کر دیا جائے گا، اس کے بعد صبر کرنے والے آئیں گے۔

جن لوگوں کو دنیا میں طرح طرح کی پریشانیاں اور تکلیفیں پیش آتی تھیں، اور وہ ان پر صبر کرلیا کرتے تھے، جب وہ اہلِ صبر اپنا اجر لینے کے لئے آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ یہاں سے سارے ترازو ہٹا دو، ان کو ثواب تول کر نہیں دینا، ان کو بغیر تولے، بے حساب اجر وثواب دو، تو ان کو من جانب اللہ بغیر حساب کے اجر وثواب ملے گا۔

اہلِ عافیت، صابرین پر رشک کریں گے

اہل صبر کے اجر وثواب کو دیکھ کر اہل عافیت، جن کو اللہ پاک نے دنیا میں مصیبتوں اور تکلیفوں سے بچایا ہوگا، وہ صبر کرنے والوں کو دیکھ کر رشک کریں گے، واہ! ان کو اتنا اجر وثواب مل رہا ہے، اوہو! ان کو تو بغیر حساب و کتاب کے اتنا ثواب

رہا ہے، سبحان اللہ! اور یہ بات بتانے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر:۱۰)

ترجمہ

جو لوگ صبر سے کام لیتے ہیں، ان کا ثواب انہیں بے حساب دیا جائے گا۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا، اس کا ذکر قرآن شریف میں ہے، اس سے بڑھ کر پکی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

رضا بالقضاء اور صبر کے اجر و ثواب کو سوچیں

تھوڑی بہت طبعی طور پر رنج اور تکلیف ہو، اور آدمی اس پر صبر کرلے، تو اس کا ثواب بے انتہاء اور بے حساب ہے، جب انسان عقلی طور پر تقدیر پر یقین کر لیتا ہے، اس کا استحضار کر لیتا ہے، اور اس کی عادت ڈال لیتا ہے، تو پھر اس کی کوئی تکلیف، تکلیف نہیں رہتی، کوئی پریشانی، پریشانی نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، واقعۃً اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں، حکمت سے کرتے ہیں، ان کے ہر کام میں حکمت ہے، تو ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، حکمت کے مطابق ہو رہا ہے، لہٰذا ہمیں دل سے راضی رہنا چاہئے، اور دعا اور دوا کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ دعا اور دوا کرنے کا حکم ہے، تقدیر پر اطمینان اور یقین کر لینے سے مصیبتیں ہلکی

ہو جائیں گی، اور پریشانیاں کافور ہو جائیں گی۔

کافر کو مچھلی کے کباب کھلاؤ

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ آسمان سے دو فرشتے اترے، راستے میں ان کی ملاقات ہوئی، ایک نے دوسرے سے حال پوچھا کہ تمہاری کیا ڈیوٹی لگی ہے؟ اس نے کہا کہ میری ڈیوٹی ایک کافر سے متعلق ہے، اس کافر کا انتقال ہونے والا ہے، لیکن وہ ابھی زندہ ہے، اس کا مچھلی کے کباب کھانے کا بڑا دل چاہ رہا ہے، مچھلی نہ گھر میں ہے، نہ شہر میں ہے، یہاں تک کہ اس شہر کے کنارے جو دریا ہے، وہاں بھی مچھلی نہیں ہے، کیونکہ مچھلیوں کا سیزن نہیں ہے، مجھے یہ حکم ملا ہے کہ سمندر سے مچھلیاں گھیر کر دریا میں لے جاؤں، اور دریا سے اس شہر کے کنارے پر لے جاؤں، وہاں اس کے گھر والے آئیں گے، اور مچھلیاں پکڑ کر لے جائیں گے، اور اس کافر کو مچھلی کے کباب بنا کر کھلائیں گے۔

مسلمان تیل کی مالش نہ کروانے پائے!

پھر اس فرشتے نے دوسرے فرشتے سے پوچھا کہ آپ کو کیا کام سپرد کیا گیا ہے؟ اس نے کہا کہ میری ڈیوٹی ایک مسلمان کے اوپر لگی ہے، اس کا انتقال ہونے والا ہے، اس کے سر میں بہت خشکی ہے، جس کی وجہ سے اس کو رات کو نیند بھی نہیں آتی، وہ اپنے سر میں زیتون کے تیل کی مالش کرانا چاہتا ہے، اور وہ گھر والوں سے کہہ رہا ہے کہ میرے سر میں مالش کرو، میرے سر میں بہت خشکی ہوگئی ہے، روغنِ

زیتون سے بھری ہوئی بوتل اس کے گھر کی الماری میں رکھی ہوئی ہے، مجھے حکم ملا ہے کہ وہاں جاؤ اور بوتل فرش پر دے ماروں، تاکہ سارا تیل مٹی میں جذب ہوجائے، اور وہ اپنے سر میں تیل کی مالش نہ کروانے پائے، اور تیل لگوائے بغیر اس کا انتقال ہوجائے۔

ایک دوسرے کی بات سن کر دونوں فرشتے حیرت سے ایک دوسرے کے منہ کو تکنے لگے، کہ کافر کی خواہش پوری کی جارہی ہے، مچھلی نہیں ہے، تو اسپیشل طریقے سے مچھلی پہنچائی جارہی ہے، اور مسلمان جو اللہ تعالیٰ کا نام لیوا ہے، اس کی خواہش کو کچلا جارہا ہے، انہوں نے آپس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے، ہم پہلے اپنا کام کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کریں گے کہ ان واقعات میں کیا حکمت ہے؟ وہ بتلادیں۔

دونوں فرشتوں نے اپنا کام کیا

جو فرشتہ کافر پر مقرر تھا، وہ گیا، اور اس نے سمندر سے مچھلی گھیری اور اس شہر کے دریا کے کنارے پر پہنچادی، ادھر اس کافر نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ اگر مچھلی، مارکیٹ سے نہ ملے تو دریا سے پکڑ کر لاؤ، شاید وہاں مچھلی مل جائے، گھر والے کہہ رہے ہیں کہ آج کل مچھلی کا موسم نہیں ہے، اس کافر نے جب زیادہ ضد کی، تو گھر والے دریا پر مچھلیاں پکڑنے چلے گئے، دریا پر جال پھینکا، تو دس پندرہ مچھلیاں ایک دم آگئیں، سب حیران رہ گئے کہ مچھلی تو آج کل ہے نہیں، یہ کیسے آگئیں؟ یہ

معلوم نہیں کہ پہنچائی گئی ہیں، اس کافر نے مچھلی کے کباب کھائے، اور اس کے گھر والوں نے بھی مچھلی کے کباب کھائے، مچھلی کے کباب کھا کر سب کے چہروں پر رنگ آ گیا، تھوڑی دیر بعد اس کافر کا انتقال ہو گیا۔

اُدھر مسلمان کے اوپر جو فرشتہ مقرر تھا، اس نے تیل کی بوتل فرش پر پھینک دی، وہ چکنا چور ہو گئی، اور سارا تیل مٹی میں جذب ہو گیا، اور اس چاہت اور خواہش میں رہ میں ہی مسلمان کا انتقال ہو گیا، اور وہ اپنے سر پر مالش نہیں کروا سکا۔

مچھلی کے کباب کافر کی نیکی کا بدلہ تھا

پھر یہ دونوں فرشتے اپنا اپنا کام پورا کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ پروردگار! جو آپ نے حکم دیا تھا وہ ہم نے کر دیا، اور جو آپ نے حکم دیا وہ عین حکمت کے مطابق دیا، لیکن اگر آپ ذرا اس راز کو کھول دیں، تو ہمارے ایمان و یقین میں اور اضافہ ہو جائے، تو حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو بتایا گیا کہ جس کافر کو مچھلی کے کباب کھلائے گئے، دراصل اس نے دنیا میں ایک نیک کام کیا ہوا تھا، اس کا بدلہ ہمارے ذمے باقی تھا، ہمارے یہاں انصاف ہے، اگر کوئی کافر نیک کام کرے گا، تو اس کو بھی اس کے اچھے اعمال کا بدلہ ملے گا، لیکن ہم کافر کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں دے دیتے ہیں، اس کے لئے آخرت میں کچھ نہیں ہے، مرنے سے پہلے اس کے دل میں مچھلی کے کباب کھانے کی خواہش پیدا ہوئی، ہم نے مچھلی کے کباب کھلا کر اس کی نیکی کا بدلہ دے دیا، تا کہ آخرت میں

آئے، تو یوں نہ کہے کہ میں نے دنیا میں فلاں نیک کام کیا تھا، اس کا بدلہ مجھے نہیں ملا، اس نے جتنے نیک کام دنیا میں کیے، ان کا بدلہ اس کو دنیا میں دے دیا، اس کے لئے آخرت میں عذاب کے سوا کچھ نہیں ہے، العیاذ باللہ! اب ہمارے ذمے اس کی کسی نیکی کا بدلہ نہیں ہے۔

تیل کی شیشی کیوں تڑوائی؟

ہم نے جس مسلمان کی خواہش کچلی ہے، اس کو سر میں تیل نہیں لگوانے دیا، دراصل بات یہ ہے کہ اس کا ہمارے یہاں جنت میں ایک مقام مقرر تھا، جہاں اس کو پوری زندگی میں اپنے اختیار سے اعمالِ صالحہ کر کے پہنچنا تھا، لیکن وہ اس مقام تک نہیں پہنچا، اس لئے ہم نے غیر اختیاری طور پر اس کو تکلیف دی، اس کے سر میں بہت خشکی ہو گئی تھی، وہ اپنے سر میں تیل لگوانا چاہتا تھا، ہم نے اس کی خواہش کو پورا نہیں ہونے دیا، اور اس نے ہمارے لئے صبر کیا، اور اس صبر کے نتیجے میں وہ فوراً اس مقام پر پہنچ گیا، جو اس کے لئے تھا، ہم نے اس کی دنیاوی خواہش کو کچل کر اس کی آخرت کی خواہش کو مکمل کر دیا، دیکھیں! اللہ تعالیٰ کی کیسی حکمت ہے!

ایک عجیب واقعہ

ایک عجیب قصہ اور یاد آیا، ایک نبی پیدل سفر کر رہے تھے، راستے میں ایک جگہ درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئے، وہاں عجیب وغریب ماجرا دیکھا کہ ایک امیر آدمی آیا، اور وہ سامنے کسی درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے بیٹھا، اور

چلتے وقت وہ وہاں سے اپنی اشرفیوں کی تھیلی اٹھانا بھول گیا، اشرفیوں کی تھیلی اس نے وہاں رکھی تھی، جب وہ جانے کے لئے اٹھا، تو اشرفیوں کی تھیلی بھول کر چلا گیا تھوڑی دیر میں وہاں ایک اور آدمی آیا، اور وہاں اس نے قیام کیا، اس نے کہا کہ ارے! اشرفیوں کی تھیلی یہاں کس نے رکھی؟ اس نے وہ اشرفیوں کی تھیلی اٹھائی اور چل دیا، اتنے میں ایک مزدور کھیت سے کام کر کے آیا، اس نے وہاں بیٹھ کر کھانا کھایا، اپنا پھاوڑا سرہانے لگایا، اور سو گیا، دوپہر کو ستانے کے لئے وہاں آرام کرنے لگا، اتنے میں وہ امیر آدمی واپس آیا، اور اس نے آتے ہی اس مزدور کے ایک لات ماری اور کہا کہ میری تھیلی نکال، وہ ہڑبڑا کے اٹھا اور کہا: جناب! کیسی تھیلی؟ اس امیر آدمی نے کہا کہ اچھا! اب بھی تھیلی دینے سے انکار کر رہا ہے، اس مزدور کا پھاوڑا لیا اور اتنی زور سے اس مزدور کے سر پر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا، وہ بے چارا، وہیں ڈھیر ہو گیا، وہ امیر آدمی اس مزدور کو مار کر چلا گیا۔

کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ پروردگار! کیا ماجرا ہے؟ تھیلی کون لے گیا، جان کس کی چلی گئی؟ جو کچھ ہوا سب آپ کی حکمت کے مطابق ہے، آپ بتا دیں، تو آپ کی عنایت ہے، اللہ پاک نے فرمایا کہ جس امیر کی تھیلی یہاں رہ گئی تھی، جو شخص اس تھیلی کو اٹھا کر لے گیا ہے، دراصل اس امیر نے اس سے چھینی تھی، ہم نے اس کو واپس دلوا دی، اور جس مزدور کو اس امیر آدمی نے مارا ہے، اس مزدور

نے اس امیر کے باپ کو قتل کیا تھا، اس کا بدلہ واجب تھا، وہ ہم نے بیٹے کو دلوادیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے حکیم ہیں، اور ہمیشہ حکیم رہیں گے، وہ جو کچھ کرتے ہیں، حکمت سے کرتے ہیں، اس پر یقین کرلیں، اور اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی خواہش میں ختم کردیں، پھر کوئی پریشانی، پریشانی نہیں رہے گی، دعا کرو اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق دیں، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

❁❁❁

سلسلۂ درسِ حیاتُ المسلمین

اللہ تعالیٰ کی محبت

شرح مقدمہ حیاتُ المسلمین

بیان نمبر (۱۳)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیات المسلمین

موضوع: اللہ تعالیٰ کی محبت

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

۲ مارچ ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لّآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ. (البقرہ: آیت نمبر ۱۶۵)

وقال تعالیٰ:

قُلْ إِن کُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُورٌ رَّحِیْمٌO

(آل عمران: ۳۱)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

ترجمہ

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

گذشتہ کئی منگلوں سے آپ کی خدمت میں وہ اعمال بیان کیے جا رہے ہیں، جن پر عمل کرنے سے آدمی کی پریشانیوں کا خاتمہ اور ازالہ ہو جاتا ہے، اور اس کی پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

اس وقت دنیا کے ہر ملک میں مسلمان پریشان ہیں، خاص طور سے ہمارے ملک کے مسلمان بہت زیادہ پریشان ہیں، اور روز بروز ان کی پریشانیاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں، حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کے اسباب میں سے پریشانیاں بھی ایک سبب ہیں۔"

آج ہر شخص کسی نہ کسی پریشانی سے دوچار ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حیاۃ المسلمین" میں ایسے اعمال بیان فرمائے ہیں، جن سے پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں، ان میں سے، میں آپ کے سامنے چند اعمال بیان کر چکا

ہوں، تا کہ ہمیں فوری طور پر نسخہ مل جائے، ہم فوری طور پر اس سے فائدہ اٹھالیں، اور ان پر عمل کر کے پریشانیوں سے اپنے آپ کو بچالیں اور پریشانیوں سے نجات پا جائیں، اب تک پانچ اعمال بیان ہو چکے ہیں۔

تقویٰ سے پریشانیوں کا خاتمہ

سب سے پہلے یہ عمل بیان ہوا تھا کہ ہم تقویٰ اختیار کرلیں، تقویٰ اختیار کرنے سے مؤمن کی مصیبتیں، پریشانیاں اور تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، قرآن کریم میں ہے:

وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(الطلاق: آیت نمبر ۲، ۳)

ترجمہ

اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اُس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ اور اُسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا، جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

تقویٰ اسی کا نام ہے کہ آدمی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے، فرائض و واجبات اور حقوق واجبہ ادا کرنے کا اہتمام کرے، اس کام میں لگا رہے، جتنا تقویٰ آتا جائے گا اس کی زندگی میں اتنی عافیت آتی چلی جائے گی، راحتیں آتی جائیں گی اور پریشانیاں دور ہوتی جائیں گی، یہ پریشانیاں دور کرنے کا اصلی نسخہ ہے، کیونکہ سارے دین کا خلاصہ تقویٰ ہے، اور ہم لوگ اس میں بہت کمزور ہیں، نہ گناہوں

سے صحیح طرح اجتناب کرتے ہیں، اور نہ فرائض وواجبات صحیح طرح ادا کرتے ہیں، اور گناہ انسان کواس طرح پریشان کرتے ہیں، جیسے پٹرول کی وجہ سے لکڑی میں آگ تیزی سے لگ جاتی ہے، اسی طرح گناہ میں پریشان کرنے کی صلاحیت ہے، لہٰذا تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ذکراللہ پریشانیوں کے خاتمے کا ذریعہ

دوسرا عمل یہ عرض کیا تھا کہ ہم ذکرُ اللہ کثرت سے کریں، اللہ پاک نے ذکراللہ کی کثرت میں ایسی تاثیر رکھی ہے کہ اس کی برکت سے دل میں اطمینان اور مضبوطی پیدا ہوجاتی ہے، اور جب دل میں اطمینان آجائے گا، تو پریشانیاں خود ہی کم یا ختم ہوجائیں گی، اس لئے ذکرُ اللہ کثرت سے کرنے کی عادت ڈالیں، ہمارے یہاں ذکرُ اللہ کرنے میں بہت کمی پائی جاتی ہے، ظاہر ہے، ذکرُ اللہ نہیں کریں گے، تو سکون کہاں سے آئے گا؟ دل میں اطمینان کیسے آئے گا؟ اور دل مضبوط کیسے ہوگا؟ لہٰذا کثرت سے ذکرُ اللہ کرنے کا اہتمام کریں، اس کی تفصیل آپ کے سامنے بیان ہوچکی ہے۔

شکر پریشانیوں کے خاتمہ کا نسخہ

تیسرا عمل یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچے، اور خوب شکر ادا کرے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنے سے شکر کرنے کا جذبہ دل میں اُبھرتا ہے، اور انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا شروع کردیتا ہے، ان دونوں اعمال میں یہ خاصیت ہے کہ جوں

جوں آدمی اللہ جلّ شانہ کی نعمتوں کو سوچتا جائے گا، اور شکر ادا کرتا جائے گا، ویسے ویسے اس کو اپنی تکلیفیں ہلکی ہوتی ہوئی محسوس ہوں گی، اور اس کو یہ محسوس ہوگا کہ میں بڑے موج اور مزے میں ہوں، میں بڑی راحتوں میں ہوں، مجھے بڑی بڑی نعمتیں حاصل ہیں، میرے پاس اتنی نعمتیں ہیں کہ شاید کسی اور کے پاس بھی نہ ہوں، یہ ایسا عجیب وغریب نسخہ ہے کہ آناً فاناً مصیبتوں اور پریشانیوں کو راحت میں تبدیل کر دیتا ہے، اور یہ انتہائی مجرب نسخہ ہے، جب چاہو، اس کو آزما کے دیکھ لو، ہمارے اندر شکر بہت کم پایا جاتا ہے، خود اللہ پاک نے قرآن پاک میں شکایت فرمائی ہے:

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (سبا: آیت نمبر ۱۳)

ترجمہ

اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گذار ہوں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

ذاکر اور شاکر بننے کے لئے دعا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتیں دی ہیں، یوں سمجھو کہ اللہ پاک نے ہر بندے کو نعمتوں میں غرق کیا ہوا ہے، لیکن اس کے بندوں میں شکر کرنے والے بہت کم ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کرنے کی تلقین فرمائی:

رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ ذَكَّارًا لَكَ شَكَّارًا

ترجمہ

یا اللہ! مجھے اپنے لئے بنالے، اپنا بہت زیادہ ذکر کرنیوالا، اور اپنا بہت زیادہ

شکر کرنے والا بنادے۔

(رواہ الاربعۃ وابن حبان والحاکم وابن ابی شیبہ عن ابن عباسؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی ہے، واقعی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنا پریشانیوں کا قلع قمع کرنے والے نسخے ہیں، ان دونوں اعمال کو اختیار کریں، اور فائدہ اُٹھائیں۔ سکون، آرام اور راحت میں آجائیں اور پریشانیوں کو دور کرلیں۔

پریشانیوں کے خاتمے کا مؤثر نسخہ

چوتھا عمل یہ بیان کیا گیا تھا کہ تقدیر کو مستحضر رکھیں، ہر مسلمان کا تقدیر پر ایمان ہے کہ تقدیر برحق ہے اور جو کچھ اچھا برا ہوتا ہے سب تقدیر کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اس بات کو ذہن میں حاضر کرنا، اور جب کوئی تکلیف اور پریشانی پیش آئے، تو یہ سوچنا کہ یہ تکلیف پہلے سے لکھی ہوئی تھی، اور یہ کہنا کہ یہ بات پہلے سے مقدر تھی، اس لئے ہوگئی، یہ سوچا اور یہ کہا اور تکلیف آدھی رہ جائے گی۔

دیکھو! اگر آدمی ایک منصوبہ پہلے سے بنالے، جس کے ساتھ جو کچھ ہونا ہے اس کو بتادے کہ فلاں وقت ایسا کریں گے، فلاں وقت میں تمہیں گھونسہ ماروں گا، ذرا ہوشیار رہنا، وہ گھونسہ میں سچ مچ نہیں ماروں گا، صرف دکھانے کے لئے ماروں گا، تو ایک گھونسہ وہ جسے کوئی اچانک ماردے اور ایک وہ گھونسہ جو پہلے سے بتا کر مارا جائے، دونوں میں کتنا فرق ہے، کوئی پہلے سے بتا کر گھونسہ زور سے مارے گا تو چیخے گا اور چلّائے گا بھی، لیکن دل میں کہے گا: یہ تو پہلے ہی بتادیا تھا کہ لگے گا، لگ گیا،

اس میں کیا ہوا؟ اور ویسے کوئی گھونسہ مارے گا، تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائے گا، چیخے گا، چلّائے گا اور ہائے ہائے کرے گا، اس چیخ میں اور پہلی چیخ میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا، بس! یہی تقدیر پر ایمان رکھنے اور تقدیر پر ایمان نہ رکھنے کا فرق ہے کہ جن کا تقدیر پر ایمان نہیں، ان کی ہر مصیبت بڑی ہے اور نہایت گہری ہے، اور جن کا تقدیر پر ایمان ہے، اور وہ تقدیر کا استحضار کرتے رہتے ہیں، تو ان کے لئے بڑے سے بڑے صدمے کی بات بھی آسان اور ہلکی ہے، مؤمن کا کام یہ ہے کہ جب اس کو کوئی پریشانی لاحق ہو، تو اپنی تقدیر کو یاد کرے کہ جو کچھ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور حکمت سے ہوتا ہے، کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہے، اس میں سراسر بندہ کی خیر ہے، اور بندہ کی مصلحت ہے۔

صبر کرنے سے سکون آجائے گا

اور پانچواں عمل ہے صبر کرنا۔

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ: آیت نمبر ۱۵۳)

ترجمہ

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

یہ بہت بڑی بشارت ہے کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر: ۱۰)

ترجمہ

جولوگ صبر سے کام لیتے ہیں، ان کا ثواب اُنہیں بے حساب دیا جائے گا۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

صبر کرنے والوں کو بے حساب اُجر دیا جاتا ہے، اس کی مثال ایسے سمجھیں جیسے کسی سے پہلے سے طے کرلیا جائے کہ ہم میدان میں تمہارے سامنے آئیں گے، اور تمہیں ایک گھونسہ ماریں گے، اور تم کو تکلیف پہنچائیں گے، لیکن اس کے بعد تم کو ایک لاکھ روپے دیں گے، جب اس نے تکلیف پہنچادی اور ایک لاکھ روپیہ دے دیا، تو اس کے بعد پھر خود ہی پوچھو گے: اب دوبارہ یہ منصوبہ کتنے دن بعد بنے گا؟ آپ ایسا پھر کب کریں گے؟ تا کہ ایک لاکھ اور ملے، اب خود ہی کہہ رہا ہے کہ مجھے گھونسہ مارلو، اور ایک لاکھ روپیہ دے دینا، دیکھئے! اب ایک لاکھ روپے کی وجہ سے صبر آسان ہوگیا، تو جب کوئی تکلیف آئے، تو اس پر صبر کرنے پر آخرت میں جو اَجر وثواب ملے گا، جس کی تفصیل میں نے گذشتہ منگل کو بیان کی تھی، آدمی اس کو مستحضر رکھے، تو اس کی کوئی تکلیف، تکلیف ہی نہ رہے۔

یہ پانچ اعمال آپ کے سامنے بیان ہو چکے ہیں۔

غفلت اور لاپروائی سے بچیں

چھٹے عمل کی کچھ تفصیل آج بیان ہوگی ان شاء اللہ۔

لیکن جو باتیں یہاں بیان ہورہی ہیں، ان کو صرف سننے تک محدود نہ رکھیں، یہ وہ تیر بہدف نسخے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا

فرمائے ہیں، تاکہ ہم ان پر عمل کریں، عمل کرنے سے دنیا میں عزت وعافیت ملے گی، اور آخرت میں بھی عزت وعافیت نصیب ہوگی، یہاں بھی سکون ملے گا، اور وہاں بھی سکون ملے گا، اور یہاں بھی راحت ملے گی، وہاں بھی راحت ملے گی، کیا ایسے نسخے کوئی اور بتا سکتا ہے؟ ہمارے پاس اتنے بڑھیا نسخے موجود ہوں، اور پھر ہم ہائے ہائے کریں، یہ ہماری کوتاہی، غفلت اور لاپرواہی ہے۔

پریشانیوں کو فنا کرنے والا عمل

چھٹا عمل یہ ہے کہ ہمارے دل میں اللہ جل شانہ کی مطلوبہ محبت پیدا ہو جائے، ویسے اللہ جل شانہ کی محبت مسلمان کے دل میں ہوتی ہے، مگر مطلوبہ محبت کا یہ عمل سارے غموں کو ختم کرنے والا ہے، ساری تکلیفوں کو ختم کرنے والا ہے، اور ساری پریشانیوں کو فنا کرنے والا ہے، یہ محبت ایسی چیز ہے کہ ہر تکلیف کو سُہانا بنا دیتی ہے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا شعر ہے ؎

سینکڑوں غم ہیں زمانہ ساز کو
اِک تیرا غم ہے تیرے ناساز کو

دنیا والوں کو ہزاروں غم ہیں، کسی کو کوئی غم ہے، کسی کو کوئی غم ہے، لوگوں کے غموں کا کوئی شمار اور کوئی حد نہیں ہے، ہر روز نیا غم، ہر دم نیا غم، پریشانیاں ہی پریشانیاں اور تکلیفیں ہی تکلیفیں ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا غم سوار ہو جائے گا، تو دنیا کے سارے غم ختم

ہو جائیں گے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کا دوسرا شعر بھی عجیب وغریب ہے ۔

ہو آزاد فوراً غمِ دو جہاں سے
تیرا ذرّۂ غم اگر ہاتھ آئے

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دنیاوآخرت کے سارے غم ختم ہو جائیں؟ یہ ممکن ہے، کیونکہ جواُن کا ہوگیا، سب کچھ اس کا ہوگیا، مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کوایک مثال کے ذریعے سمجھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت فکروں کواس طرح ختم کردیتی ہے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء نے جادوگروں کے سانپ، بچھوؤں کو ختم کردیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا واقعہ

اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اورفرعون کے جادوگروں کا واقعہ بیان فرمایاہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں دومعجزے دِکھلائے، پہلا معجزہ یہ دکھایا کہ ایک عصاء زمین پرڈالاتو وہ اژدھابن گیا، اٹھایا تو پھر لاٹھی بن گئی، اوردوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ اپنی بغل میں ہاتھ ڈال کر باہرنکالاتو وہ چاند کی طرح چمکدارنظر آیااور پھراپنی بغل میں دوبارہ ہاتھ ڈالاتو ہاتھ حسبِ سابق ہوگیا، فرعون نے ایمان لانے اورحق قبول کرنے کے بجائے کہا: ارے! حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت بڑے جادوگر ہیں، میرے یہاں بھی بڑے بڑے جادوگر ہیں، اس نے یہ اعلان کروادیا کہ ان دونوں کا مقابلہ کرواؤں گا، یہ اعلان کروادیا، دوردور سے

لوگ آ گئے، اور تمام بڑے جادوگر جمع ہو گئے، جادوگروں نے میدان میں رسیاں، لاٹھیاں اور لکڑیاں ڈالیں اور اپنے جادو کے زور سے انکو سانپ، بچھو بنا دیا، ان کا جادو اصل میں نظروں کے اوپر تھا، وہ سچ مچ لکڑیاں اور لاٹھیاں ہی تھیں، لیکن معلوم ایسی ہو رہی تھیں جیسے سانپ اور بچھو بن گئے، اس مجمع میں لوگوں کو سینکڑوں سانپ اور بچھو نظر آ رہے تھے، لوگوں کا خوف کے مارے برا حال ہو گیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی طبعی طور پر خوف محسوس ہوا۔

فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ O (طه: آیت نمبر ۶۷)

ترجمہ

اس پر موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے دل میں کچھ خوف محسوس ہوا۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے جی میں خوف اور ڈر لگا کہ یہ اتنے سارے سانپ اور بچھو ہیں۔

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ O (طہ آیت نمبر ۶۸)

ترجمہ

ہم نے کہا: ڈرو نہیں، یقین رکھو! تم ہی تم سر بلند رہو گے۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصاء ڈالا تو وہ بہت بڑا سانپ بن گیا، اس نے ان سانپ اور بچھوؤں کو سچ مچ نگلنا شروع کیا، ذرا سی دیر میں میدان صاف

کر دیا اور سارے سانپ بچھوؤں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدھا ہڑپ کر گیا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا غم اور اللہ تعالیٰ کی محبت عصاءِ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے، جب یہ کسی کو نصیب ہو جاتا ہے، تو سارے غم کافور ہو جاتے ہیں۔

اپنے آپ کو کیسے بچائیں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعے میں ایک اور حکمت کی بات ہے، ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جادوگروں نے میدان میں آنے سے پہلے آپس میں ایک خفیہ مشورہ کیا کہ فرعون نے ہمیں طلب کر لیا ہے، اور کل ہمارا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ ہے، لیکن ہمارا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنا دو حال سے خالی نہیں ہے: یا وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اگر یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، تو ان مقابلہ کرنے کے بعد ہم پر خدا کا عذاب آسکتا ہے، پھر ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔

اور اگر بالفرض! وہ اللہ تعالیٰ کے نبی نہیں ہیں، بلکہ واقعی کوئی جادوگر ہیں، جیسا کہ فرعون کہتا ہے، تو وہ ہم سے جیت نہیں سکتے، ہم ہی جیتیں گے، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہوئے، تو تم نے اپنی جان کی حفاظت کا کیا سوچا؟ اپنے بیوی بچوں کا کیا سوچا؟ ان بیچاروں کا کیا بنے گا؟ اس مسئلے کو سوچو کہ اس کا کیا حل ہے؟ سب جادوگر اس بارے میں بہت دیر تک سوچتے رہے اور غور کرتے رہے، لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا روپ دھارلو

ان میں ایک بہت بوڑھا اور خرّانٹ جادوگر بھی موجود تھا، اس نے کہا کہ بھائیو! میں نے بہت غور کیا، اگر وہ اللہ کے نبی ہوئے، تو تاریخِ عالم اس پر گواہ ہے کہ نبی کا مقابلہ کرنے والا کبھی بچتا نہیں ہے، لیکن ایک تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے، تم اس پر غور کرلو، اسے مناسب سمجھو، تو اختیار کرلو، شاید اس کی وجہ سے ہم سب بچ جائیں، وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا روپ دھارلو، ان کے جیسا جبہ پہن لو، ان کے جیسی شکل وصورت بنالو، اور پھر میدان میں آجانا، شاید اس وجہ سے جان بچ جائے، چنانچہ ان جادوگروں نے ایسا ہی کیا، راتوں رات اپنا روپ بدلا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا چوغہ سلوایا، دوسرے دن میدان کے اندر جادوگر بھی موسیٰ علیہ السلام کے روپ میں کھڑے ہوئے تھے، فرعون بھی حیران رہ گیا کہ یہ کل کس لباس میں تھے، اور آج کس لباس میں ہیں؟

نبی کے لباس جیسا لباس پہننے کی برکت

جب جادوگروں نے اپنا جادو دکھادیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا معجزہ دکھلایا، تو حقیقت میں جادوگروں کی کوئی لکڑی، کوئی لاٹھی، کوئی رسی سانپ نہیں بنی تھی، جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء سچ مچ سانپ بنا، اور جادوگروں کے سانپ اور بچھوؤں کو کھا گیا، یہ منظر دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ صرف جادو سے ایسا نہیں ہوسکتا، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اور یہ ان کا معجزہ ہے، جو برحق ہے، فوراً سارے جادوگر سجدے میں گر گئے،

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ○

(الاعراف: آیت نمبر ۱۲۱،۱۲۲)

ترجمہ

وہ پکار اُٹھے کہ ہم اس ربّ العٰلمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

سب نے ایک زبان ہوکر کہا: ہم اس رب پر ایمان لے آئے، جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا رب ہے، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا رب اس لئے کہا، تا کہ فرعون یہ نہ سمجھے کہ یہ مجھ پر ایمان لا رہے ہیں، اور تجدیدِ ایمان کر رہے ہیں۔

صرف جادوگروں کو ایمان کیوں نصیب ہوا؟

یہ معجزہ فرعون نے بھی دیکھا تھا، آلِ فرعون نے بھی دیکھا تھا، لیکن ایمان صرف جادوگروں کو نصیب ہوا، فرعون اور آلِ فرعون کو نصیب کیوں نہیں ہوا؟ یہ ہے سمجھنے کی بات، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جادوگروں کو ایمان اس لئے نصیب ہوا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روپ میں تھے، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نقل اتاری تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نقل کو اصل بنا دیا، اور ظاہری شکل کے ساتھ دل میں بھی ایمان عطا فرما دیا، اس لئے کہا جاتا ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو، ان کی شکل وصورت اپناؤ، ان کی شکل وصورت پر اللہ تعالیٰ کو پیار آتا ہے، کیونکہ محبوب کی صورت بھی محبوب ہوتی ہے۔

بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دنیا کے سارے رنج وغم، پریشانیاں اور

تکلیفیں ایسی ہیں جیسے جادوگروں کے سانپ، بچھو، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا غم اور اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی چیز ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء نے سب سانپ بچھوؤں کو کھا کر ختم کردیا، ایسے ہی جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آجاتی ہے، وہ دنیا اور آخرت کے سارے غم ختم کردیتی ہے۔

عقلی محبت اور طبعی محبت

اللہ جلّ شانہ کی محبت کی دو قسمیں ہیں: ایک عقلی محبت، اور ایک طبعی محبت، طبعی محبت کو اس طرح سمجھیں، جیسے آدمی کو کھانے پینے سے محبت ہے، ماں باپ سے محبت ہے، اولاد سے محبت ہے، دوستوں سے محبت ہے، میاں بیوی کو ایک دوسرے سے محبت ہے، یہ عام طور پر طبعی محبت ہوتی ہے، اور ایک ہوتی ہے: عقلی محبت، عقلی محبت وہ ہوتی ہے جو عقل کی رُو سے ہو، مثلاً ہمیں اللہ تعالیٰ سے عقلی محبت ہے، جس محبت کے حاصل کرنے کا حکم ہے، وہ محبت عقلی ہے، اس سے مراد طبعی محبت نہیں ہے، لیکن کبھی کبھی محبتِ طبعی بھی حاصل ہوجاتی ہے، کسی کو محبتِ طبعی بھی حاصل ہوجائے، تو نُورٌ علی نور ہے، انسان کا ایمان اور اس کی عقل یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے بڑھ کر کسی کی محبت نہیں ہونی چاہئے، یہ بالکل واضح بات ہے، انسان کی عقل بھی اسکو تسلیم کرتی ہے، پھر عقلی محبت کے درجات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے تین درجے

اللہ تعالیٰ کی محبت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کے اندر اتنی محبت ہو کہ وہ اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور کفر و شرک سے تائب ہوجائے، الحمدللہ! یہ درجہ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا درمیانہ درجہ یہ ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی اتنی محبت حاصل ہوجائے کہ وہ ایمان لانے کے بعد ایمان کے تقاضوں پر بھی عمل کرے، اللہ تعالیٰ کے اوامر کو حتی الامکان بجالائے، اور نواہی سے حتی الامکان پرہیز کرے، یہ درجہ عام اور متوسط درجے کے دیندار مسلمانوں کو حاصل ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کرتے ہیں، وہ گناہوں سے بچتے ہیں، اور ان سے گناہ ہوتے بھی رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کا تیسرا اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا عاشق بن جائے، اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا ساری محبتیں مغلوب ہوجائیں، اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل پر چھا جائے، اس کی علامت یہ ہے کہ اس سے گناہ بالکل نہ ہوں، اور کبھی کبھار گناہ ہوجائے، تو فوراً توبہ کرلے۔

چند عجیب اشعار

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی نظر آیا جدھر دیکھا

گلستان میں جا کر ہر اِک گل کو دیکھا
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

عابد، عالم اور عارف کے بھٹکنے کا خطرہ

جب کوئی بندہ اللہ جلّ شانہ کا عاشق بن جاتا ہے، تو پھر وہ کبھی مردود نہیں ہوتا، ادنیٰ اور درمیانے درجے کی محبت میں شیطان، آدمی کا کسی وقت بھی راستہ مار سکتا ہے، اور آدمی مردود اور گمراہ ہوسکتا ہے، (اللہ بچائے!) اس لئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ چار قسم کے ''ع'' ہیں، ایک ''ع'' عابد کے اندر ہے، عابد عبادت گزار کو کہتے ہیں، وہ عالم نہیں ہے عابد ہے، عابد کسی وقت بھی بھٹک سکتا ہے۔

دوسرا ''ع'' عالم کے اندر ہے، کتنے عالم بہک جاتے ہیں؟

تیسرا ''ع'' عارف کے اندر ہے، عارف کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات جاننے اور پہچاننے والے کو، عارف عالم سے بڑھ کر ہوتا ہے، لیکن اکابر فرماتے ہیں کہ عارف کے بھی بہکنے اور بھٹکنے کا خطرہ رہتا ہے۔

شیطان کی معرفت

ہمارے حضرت، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان سب سے بڑا عارف تھا، اس کے باوجود قیامت تک کے لئے مردود ہوگیا، اس کو اللہ تعالیٰ کی اس درجے کی معرفت تھی کہ جب اللہ پاک نے اسے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو اس نے انکار کر دیا، اور انکار کرنے کی وجہ سے کافر اور ملعون ہوگیا، اللہ پاک اس سے سخت ناراض ہوئے، اور اس کو اپنے دربار

سے نکلنے کا حکم دیا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہورہے ہیں، اور ساری عمر کی عبادت ختم ہورہی ہے، اور وہ ہمیشہ کے لئے مردود اور ملعون ہورہاہے، اور اس کو دربار سے نکالا جارہاہے، کس قدر اللہ تعالیٰ کا غصہ اس کے اوپر ہے؟ لیکن اس وقت بھی دعا مانگ رہاہے، اس کی معرفت تو دیکھو! اسکو معلوم تھا کہ بے شک اس وقت اللہ پاک کیسے ہی غصہ میں ہیں، کیسے ہی ناراض ہیں، لیکن میں اب بھی دعا مانگوں گا، تو قبول فرمائیں گے، اور دعا مانگ بھی لی:

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِیٓ إِلَىٰ یَوْمِ یُبْعَثُونَ ○ قَالَ فَإِنَّکَ مِنَ الْمُنظَرِینَ ○ إِلَىٰ یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ○

(ص:۷۹ تا ۸۱)

ترجمہ

اس نے کہا: میرے پروردگار! پھر تو مجھے اس دن تک کے لئے (جینے) کی مہلت دیدے، جس دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اللہ نے فرمایا: چل! تجھے ان لوگوں میں شامل کرلیا گیا ہے، جنہیں مہلت دی جائے گی، (لیکن) ایک متعین وقت کے دن تک۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

یا اللہ! مجھے قیامت تک زندہ رہنے کی اجازت دے دیجئے، اور اللہ پاک نے فرمایا: جا! تجھے اجازت ہے، ایسے وقت میں یہ بات جاننا کہ وہ غصے سے مغلوب نہیں ہوتے، دعا کروں گا، تو قبول کریں گے، یہ معمولی معرفت نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود دیکھو! کیسا مردود اور ملعون ہوا؟ (اللہ بچائے!)

عاشق بھٹکنے سے محفوظ ہے

چوتھا ''ع'' عاشق کے اندر ہے، جب کوئی اللہ تعالیٰ کا عاشق بن جاتا ہے، تو پھر وہ مردود اور ملعون ہونے سے محفوظ ہوجاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی مرضی ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنا معمول بنالیتا ہے، وہ کیسے بھٹکے گا؟ وہ کیا بہکے گا؟ وہ کہتا ہے کہ جو حکم ہو، حاضر ہوں۔

عاشق کا حال ایسا ہوجاتا ہے، اس کی حالت ایسی ہوجاتی ہے، اور وہ بزبانِ حال یوں کہتا ہے ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

؎

لب پہ دم اخیر تیرا نام آگیا
رُکتا ہوا یہ سانس بڑا کام آگیا
بیمارِ عشق لے کے تیرا نام سوگیا
مدت کے بے قرار کو آرام آگیا

؎

ایک ہُوک سی دل میں اٹھتی ہے
ایک درد سا دل میں ہوتا ہے
میں رات میں اُٹھ کر روتا ہوں
جب سارا عالم سوتا ہے

اللہ تعالیٰ کے عاشق بن جائیں

اللہ تعالیٰ کے عاشق کے لئے رات کو تہجد میں اٹھنا آسان ہوتا ہے، ہمارے لئے تہجد میں اٹھنا مشکل ہے، کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت کا اعلیٰ درجہ حاصل نہیں ہے، محبت اس کے لئے رات کو اٹھنا آسان کر دیتی ہے، ہر مؤمن کو اللہ تعالیٰ کا عاشق بننا چاہئے، اس کو فرائض و واجبات ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی عادت پڑ جائے، محبت کا یہ اعلیٰ درجہ مقصود اور مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے سچے اور مخلص بندوں میں داخل فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عاشقوں میں داخل فرمائے، آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العلمين

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

اللہ تعالیٰ کی محبت
اور
اسکے فائدے

شرح مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۱۴)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

موضوع: اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے فائدے

مقام: جامع مسجد جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

۹ مارچ ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدِہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لّا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ. (البقرہ: آیت نمبر ۱۶۵)

وقال تعالیٰ:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰہُ غَفُورٌ رَّحِیْمٌ O

(آل عمران: ۳۱)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کردے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

اللہ تعالیٰ کی محبت کے فائدے

ہمیں پریشانیوں کے خاتمے اور عافیت وسکون حاصل کرنے کے لئے اپنے دل میں اللہ جلّ شانہ کی محبت پیدا کرنا ضروری ہے، اور یہ ہمارے دین وایمان کا تقاضا بھی ہے۔

اللہ جلّ شانہ کی محبت تمام راحتوں، عافیتوں، اور سلامتیوں کی جڑ اور کنجی ہے، جس قدر آدمی کے دل میں اللہ جلّ شانہ کی محبت آتی جائے گی، ویسے ویسے اس کی پریشانیاں کافور ہوتی چلی جائیں گی، ہر شخص سکون کا طلب گار ہے، اس مقصد کا حصول، اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں دنیا کی محبت ہے، جو ساری پریشانیوں کی جڑ ہے، دنیا سے محبت کرنے والے دنیا میں سب سے زیادہ پریشان ہیں، مسلمانوں کی پریشانیوں کی ایک وجہ دنیا کی محبت میں مبتلا ہونا ہے، مسلمان دنیا کی محبت کی وجہ سے گوناگوں پریشانیوں کے اندر مبتلا

ہیں، اوران کی پریشانیوں میں روز بروزاضافہ ہورہاہے، کمی نہیں ہورہی۔

حُبُّ الدُّنْیَارَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ

ترجمہ

دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔

جس طرح دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے، اسی طرح دنیا کی محبت ساری پریشانیوں کی بھی جڑ ہے، جس کے دل میں اللہ جلّ شانہ اور سرکارِدوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت درجۂ عشق میں ہوگی تو اسکے یہاں سوائے راحت اورسکون کے کچھ نہیں ہوگا، سوائے عزت اور عافیت کے کچھ نہیں ہوگا۔

اللہ جلّ شانہ سے محبت کی دوعلامتیں

اللہ جلّ شانہ کی سچی اور پکّی محبت کی دوعلامتیں ہیں، ان علامتوں کودیکھ کر ہر آدمی یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ میرے دل میں اللہ جلّ شانہ کی محبت مطلوبہ درجے میں موجود ہے یانہیں؟ جیسے بیماریوں کوعلامات سے پہچانا جاتا ہے، اسی طرح ظاہرو باطن کی اصلاح کوبھی علامات سے پہچانا جاتا ہے کہ کس کے دل میں اللہ جلّ شانہ کی مطلوبہ محبت ہے اورکس کے دل میں نہیں؟ اس کوبھی علامات سے پہچانا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے اکابرکوجزائے خیردے کہ انہوں نے وہ علامتیں اپنی کتب اورمواعظ میں بیان کردی ہیں کہ جب یہ علامتیں کسی میں پائی جائیں توسمجھ لیناچاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مطلوبہ محبت دل میں پیداہوگئی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت یہ کی علامتیں قرآن وحدیث سے مأخوذ ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت کی دوعلامتیں ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کتنی ہے؟

اللہ پاک نے اپنی محبت کی پہلی علامت اس آیت میں بیان فرمائی ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ O (آل عمران:۳۱)

ترجمہ

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

مؤمن کے دل میں اللہ جل شانہ کی سچی محبت کے پائے جانے کی علامت یہ ہے کہ وہ سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت زیادہ تابعدار اور فرمانبردار ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرنا، اللہ جل شانہ کی فرمانبرداری کرنا ہے:

مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: آیت نمبر ۸۰)

ترجمہ

جو رسول کی اطاعت کرے، اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

محبت کا دعویٰ کرنا کافی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے بہت سارے ہیں، جاہل پیر بھی یہ

دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بڑے سچے عاشق اور محبّ ہیں۔

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں ایک جاہل پیر کا قصہ لکھا ہوا ہے کہ ایک جاہل پیر کہتا تھا کہ ہم تو پہنچے ہوئے ہیں، اب ہمیں نماز روزے کی ضرورت نہیں ہے، کسی نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ فلاں صاحب کہتے ہیں کہ تم نماز، روزے میں لگے رہو، ہمیں جہاں پہنچنا چاہئے تھا ہم تو پہنچ گئے، اب ہمیں نماز روزے کی ضرورت نہیں ہے، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! پہنچ تو گئے ہیں، لیکن جہنم میں پہنچے ہیں، اس لئے کہ نماز روزہ چھوڑ کر کون اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوسکتا ہے؟ جیسے ایمان لانا فرض ہے، اسی طرح نماز روزہ بھی فرض ہے۔

جیسے خدانخواستہ کسی کے پاس ایمان نہ ہوتو وہ اللہ تعالیٰ تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے؟ اگر کوئی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے، ایسے ہی جو مسلمان نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، زکوٰۃ نہ دے، حج نہ کرے، رات دن گناہوں کے اندر غرق رہے، ٹی وی دیکھ رہا ہے، فلمیں دیکھ رہا ہے، گانے سن رہا ہے، گانے گا رہا ہے، ناپ تول میں کمی کررہا ہے، جھوٹ بول رہا ہے، غیبتیں کررہا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے بڑی محبت ہے، تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے، کیونکہ فطری تقاضا یہ ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کا تابعدار رہتا ہے، مشہور ہے:

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ

محبّ جس سے محبت کرتا ہے اسکی تابعداری کرتا ہے۔

لیلیٰ اور مجنوں کا مشہور واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مثنوی'' کے حوالے سے لیلیٰ اور مجنوں کا واقعہ لکھا ہے، یہ قصہ دنیا میں بڑا مشہور ہے، عشق مجازی کی دنیا میں لیلیٰ مجنوں کا بڑا نام ہے، کہا جاتا ہے کہ لیلیٰ کالی کلوٹی تھی، لیکن چونکہ مجنوں کو وہ پسند تھی، اس لئے اس کو لیلیٰ سے بہت زیادہ محبت تھی، ایک مرتبہ لیلیٰ بیمار ہوگئی اور اصلی مجنوں کے علاوہ دوسرے مصنوعی مجنوں بھی محبت کا دعویٰ کرنے لگے کہ ہمیں بھی لیلیٰ سے محبت ہے، جھوٹے دعووں والے بھی بہت ہوتے ہیں، لیکن سچا عاشق مجنوں ہی تھا، باقی سب جھوٹے عاشق تھے، جب لیلیٰ بیمار ہوگئی تو سب اس کے دروازے پر خیریت پوچھنے کے لئے پہنچ گئے اور اس کے گھر پر اچھا خاصا رش ہوگیا، سب کہنے لگے: ہائے لیلیٰ، ہائے لیلیٰ، لیلیٰ کی طبیعت کیسی ہے؟ وہ بڑی بیمار ہے، یہ ہے اور وہ ہے۔

اس وقت لیلیٰ کے پاس اس کا کوئی رشتہ دار بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا کہ لیلیٰ! تیرے چاہنے والے تو بہت ہیں، باہر دیکھو! کتنا رش لگا ہوا ہے؟ بہت سارے لوگ باہر جمع ہیں، اور سب تمہارے غم میں رو رہے ہیں، تو لیلیٰ نے کہا: ان عاشقوں میں ایک سچا ہے باقی سب جھوٹے ہیں، ایک کو واقعۃً مجھ سے محبت ہے، باقی سارے

محبت کے دعوے میں جھوٹے ہیں، یہ سچے چاہنے والے نہیں ہیں، ایسے ہی محبت دکھانے کے لئے آئے ہوئے ہیں، اس نے کہا کہ لیلیٰ! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ خوامخواہ اتنے سارے آدمی کسی کے دروازے پر کیوں جائیں گے؟ لیلیٰ نے کہا کہ تم کو یقین نہیں آتا تو میں ابھی امتحان کروائے دیتی ہوں، تمہیں ابھی پتہ چل جائے گا، دودھ اور پانی الگ الگ ہوجائے گا۔

ان میں سچا مجنوں کون ہے؟

لیلیٰ نے کہا کہ باہر جاکر یہ کہہ دو کہ لیلیٰ بیمار ہے، اس کے جسم میں ایک جگہ زخم ہے، وہاں پر گوشت کی سرجری کرنی ہے، ڈاکٹروں نے گوشت مانگا ہے، وہ آپریشن کریں گے اور گوشت لگائیں گے، اس نے باہر آکر اعلان کردیا کہ لیلیٰ کی طبیعت بہت خراب ہے، جان کے لالے پڑرہے ہیں، ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ اسکا آپریشن کرکے جسم کے کسی حصہ پر گوشت لگانا ہے، گوشت کا ایک ٹکڑا چاہئے، یہ سنتے ہی حاضرین پر سناٹا چھا گیا، جو لوگ لیلیٰ کے لئے زاروقطار رورہے تھے، انکے آنسو ٹپکنا بند ہوگئے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے کہ کیا تمہیں ہمارا ہی گوشت چاہئے؟ اور وہ مختلف بہانے بناکر یکے بعد دیگرے دور ہونے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے سارا رش ختم ہوگیا، بھیڑ جاتی رہی اور مجنوں اکیلا کھڑا رہ گیا، گوشت دینے کے نام سے سب لوگ بھاگ گئے، اصلی مجنوں نے کہا کہ جلدی سے چھری لاؤ، اسکو چھری دے دی گئی، اس نے اپنے ایک بازو سے گوشت کاٹا، اپنے دوسرے بازو سے بھی گوشت

کاٹا، اپنی پیٹھ سے بھی گوشت کاٹا، اپنی رانوں سے بھی گوشت کاٹا، اپنے جسم کے ہر حصہ سے گوشت نکال کر دے دیا کہ جس جگہ کے گوشت کی ضرورت ہو وہی لگالو۔

اب معلوم ہوا کہ یہ سچا عاشق ہے اور باقی سارے جھوٹے عاشق تھے، محبت جتانے والے تھے، محبت کرنے والے نہیں تھے، لیلیٰ نے کہا کہ دیکھا! یہ ہے میرا عاشق، جس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کہاں کے حصے کے گوشت کی ضرورت ہے؟ اپنے جسم کو زخمی کرنا گوارا کرلیا، اسی طرح مؤمن کو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے اندر جہاد میں اپنے جسم کے ٹکڑے کروانا گوارا کرلیتا ہے، کافر دنیا کی محبت میں مست رہتا ہے اور مؤمن اللہ تعالیٰ کی محبت میں دین کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگادیتا ہے اور اپنی جان بھی قربان کردیتا ہے۔

کیا زندگی شریعت اور سنّت کے مطابق گزر رہی ہے؟

اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کی علامت یہ ہے کہ انسان میں سنت کی تابعداری کتنی ہے؟ اس کے عقائد شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں؟ عبادتیں شریعت اور سنّت کے مطابق ہیں یا نہیں؟ معاملات اور کاروبار شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں؟ معاشرت شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اخلاق شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں؟ ظاہر و باطن شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ کھانا پینا سنّت کے مطابق ہے یا نہیں؟ چلنا، پھرنا سنّت کے مطابق ہے یا نہیں؟ سونا، جاگنا سنّت کے مطابق ہے یا نہیں؟ گھر میں رہنا سہنا شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

دنیا میں برائے نام نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے، حج کرنے والے، زکوٰۃ دینے والے لاکھوں ہیں، لیکن ان کی معاشرت دیکھو تو خلافِ شرع ہے، انکے معاملات دیکھو تو بالکل ناجائز ہیں، اور رہن سہن دیکھو تو ڈاڑھی مُنڈی ہوئی ہے، انگریزی بال رکھے ہوئے ہیں، شلوار ٹخنے سے نیچے ہے، یہ کہاں کی تابعداری ہے؟ یہ کیسی محبت ہے؟ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والے کے عقائد بھی سنّت کے مطابق ہوتے ہیں، اس کی ساری عبادتیں شریعت اور سنّت کے مطابق ہوتی ہیں، اس کی معاشرت اسلام کے مطابق ہوتی ہے، اسکے معاملات شریعت کے مطابق ہوتے ہیں، اس کے اخلاق بھی شریعت کے مطابق ہوتے ہیں، اس کا ظاہر اور باطن شریعت کے مطابق ہوتا ہے، وہی صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کا سچا عاشق ہے۔

جس شخص کے اندر اللہ جلّ شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی تابعداری آتی جائے وہ سمجھ لے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آرہی ہے، اگر اس کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں آرہی، اس سے گناہ نہیں چھوٹ رہے، بدستور بدنگاہی ہورہی ہے، برابر بدزبانی کیے جارہا ہے، دل بدگمانیوں سے بھرا ہوا ہے، سینے کے اندر حسد اور بغض گھُسا ہوا ہے، دوسروں کو ستارہا ہے، مال ناجائز اور ناحق طریقے سے بٹور رہا ہے، پھر اگر وہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا عاشق ہوں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

اطاعت بقدرِ محبت ہوتی ہے۔

جو لوگ اللہ والوں کی خدمت اور صحبت میں رہتے ہیں، ان کو اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ جب کسی نے اپنی اصلاح کی نیت کی تھی اور وہ کسی اللہ والے کی خدمت میں آیا تھا تو دین سے بالکل دور تھا، لیکن جب اخلاص اور سچی طلب اور سچی محبت کے ساتھ آیا، اپنے اعمال کی درستگی کے لئے محنت اور کوشش کی تو دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ظاہر سنور جاتا ہے، باطن سدھر جاتا ہے اور وہ شریعت کا پابند ہو جاتا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے آگے اپنے گھر والوں کی پروا کرتا ہے نہ ماحول کی پروا کرتا ہے، اور نہ ہی اپنی ملازمت اور تجارت کی پروا کرتا ہے، ہر جگہ وہ اللہ تعالیٰ کا تابعدار بن جاتا ہے، یہ تابعداری بقدرِ محبت ہوتی ہے، جتنی جتنی محبت آتی جاتی ہے، تابعداری ہوتی چلی جاتی ہے۔

تابعداری سچی محبت کے ہونے کی علامت ہے، اسی محبت کے بقدر ایمان والوں کے درجات ہیں، جس شخص میں جس درجے کی محبت ہے، اسی درجے کا اس میں عمل ہے، ہر مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ صاحبِ ایمان ہے، یہ درجہ حاصل کرنا ہر ایک پر فرض ہے، الحمدللہ! یہ درجہ ہمیں حاصل ہے، اس محبت کو بڑھانے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس میں ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

جتنی محبت آئے گی سمجھو اتنی فرمانبرداری آئے گی، جتنی محبت اور فرمانبرداری

آئے گی بس اتنی مصیبتیں اور پریشانیاں ختم ہوتی جائیں گی، دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی یہ ایک ظاہری علامت اورنشانی ہے۔

محبّ کی سوچ اورفکر کیا ہوتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کی محبت کی باطنی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت رکھنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اطاعت اورفرمانبرداری کے خیالات یااللہ تعالیٰ کے خوف اورخشیت کے خیالات ہی چھائے رہتے ہیں، اس کے دماغ میں دین کی باتوں کی سوچ، فکراورغم کے خیالات آتے رہتے ہیں، اسی طرح جائز اُمور کی فِکر اور خیالات بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامات ہیں، اس کے دل کے خیالات اوروساوس بھی اللہ جلّ شانہ سے متعلق ہوتے ہیں۔

اورجس کے دل میں دنیا کی محبت ہوتی ہے اسکے دل ودماغ میں دنیاہی کے خیالات اوروساوس چھائے رہتے ہیں، دونوں کے خیالات میں زمین وآسمان کا فرق ہے، عاشقِ الٰہی کے دل میں عرشِ الٰہی کے خیالات اوروساوس آتے ہیں اور عاشقِ دنیاکے دل میں دنیاکے خیالات اوروساوس چھائے رہتے ہیں۔

چند محبت بھرے اشعار

مجذوب صاحب فرماتے ہیں ؎

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کے ہوئے

اے عشق ! کہیں لے چل یہ دیر و حرم چھوڑ دیں
ان کون و مکانوں میں جھگڑا نظر آتا ہے

اللہ تعالیٰ کے عاشق کو دنیا کی مشغولیت مصیبت نظر آتی ہے، وہ دنیا کے معاملات کو زیادہ ترکیوں سوچے گا؟ وہ اس غم میں کیوں پڑے گا؟ اس کو تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا غم لگا ہوا ہے، وہ اس غم میں دنیا سے بیزار ہو رہا ہے۔

ہم تم ہی آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
کسی اور کو معلوم یہ راز نہیں ہے

ظاہر میں دیندار اور دنیادار ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ دونوں انسان ہیں، دونوں مؤمن ہیں، لیکن جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے وہ دل میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا رہتا ہے، اور جو دنیادار ہے وہ دل میں دنیا بنانے کی فکر میں رہتا ہے اور ننانوے کی پھیر میں لگا رہتا ہے۔

ایک بزرگ کا عجیب حال

ایک بزرگ جا رہے تھے، انہوں نے چلتے چلتے اللہ جلّ شانہ سے عرض کیا کہ پروردگارِ عالم! آپ کے ملنے کی کیا قیمت ہے؟ آپ کس قیمت میں دستیاب ہیں؟ اللہ اکبر! اللہ جلّ شانہ نے الہام فرمایا کہ دونوں عالم دے دو اور مجھے لے لو، انہوں نے عرض کیا، پروردگارِ عالم! آپ تو بہت مہنگے ہیں، آپ نے اپنی قیمت بہت گھٹا دی، آپ اپنے آپ کو مہنگا کیجئے، یہ دونوں عالم دینے پر آپ کا مل جانا تو بہت

سستا سودا ہے، آپ تو بہت قیمتی ہیں، آپ نے اپنی قیمت اتنی کم کیوں کرلی ہے؟

دونوں عالم کے دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں زندگی گزاردو اور پھر جو کچھ دنیا میں مل رہا ہے اور جو کچھ آخرت میں ملے گا اس پر راضی رہو۔

اب دیکھو! ہم راستے میں چل رہے ہوتے ہیں اور سوچتے ہیں، لیکن ہماری سوچ اور ان کی سوچ میں کتنا فرق ہے؟ وہ چلتے ہوئے اللہ جلّ شانہ کے بارے میں یہ باتیں کرتے جارہے ہیں، ایک ہم ہیں کہ پیسے گنتے جارہے ہیں کہ فلاں سے اتنے دن میں وظیفہ ملے گا، تنخواہ ملے گی، پیسے ملیں گے، فلاں سے اتنے پیسے آئیں گے، پھر یہ کریں گے، ہم شیخ چلّی بنے رہتے ہیں، سر ہلایا اور تیل کا ڈبہ نیچے گرا اور سارا سوچا ہوا منصوبہ ختم ہوگیا، مالک کہہ رہا ہے: کم بخت! تو نے تیل گرادیا، تو شیخ چلّی نے کہا: کم بخت! میرا کنبہ گیا۔

ان بزرگ کے واقعہ کی ترجمانی حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں اس طرح کی ہے ۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مئے تم سے کیا لے جائی گی

خیالات اور خواہشات کی تبدیلی کے لئے دعا

حدیث شریف میں یہ دعا سکھلائی گئی ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَ ذِکْرَکَ وَاجْعَلْ

هِمَّتِیْ وَهَوَایَ فِیْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

ترجمہ

یا اللہ! میرے دل کے وسوسوں (خیالات) کو اپنی خشیت (خوف) اور اپنی یاد بنا دیجئے اور میرا شوق اور ہمت کی چیز کو وہی کر دیجئے جسے آپ اچھا سمجھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔

یا اللہ! آپ جس چیز کو پسند فرماتے ہیں، میری خواہش، میرا ارادہ اور میری ہمت، سب کچھ اسی کام میں لگا دیجئے۔

طالبِ دنیا رات دن دنیا ہی دنیا سوچتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے عاشق اللہ تعالیٰ سے متعلق باتیں سوچتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں اور اللہ تعالیٰ کی عنایات، الطاف اور مہربانیوں میں رات دن غور کرتے رہتے ہیں اور اسی میں مست رہتے ہیں، رات دن دنیا کو جتنا سوچیں گے اتنا ہی پریشانیوں میں اضافہ ہوگا اور خالق کو اور اس کی باتوں کو جتنا سوچیں گے راحت میں اتنا ہی اضافہ ہوگا، اس لئے اللہ والے دل ودماغ کے اعتبار سے انتہائی سکون، چین اور آرام میں ہوتے ہیں، اور دنیا والے دل ودماغ کے اعتبار سے نہایت حیران اور پریشان، بے چین اور بے اطمینانی کا شکار رہتے ہیں، اہل اللہ کو بغیر گولی کے نیند آجاتی ہے اور اہل دنیا کو گولی کھا کھا کر بھی نیند نہیں آتی۔

ایک عاشق کے عجیب اشعار

ایک عاشق کے چند شعر اور یاد آگئے، وہ فرماتے ہیں کہ

یہ کہہ کر انہوں نے مجھے راز سونپا
کسی کو بتایا تو اچھا نہ ہوگا
گزر جا ہر اک جا سے دامن بچا کر
کہیں دل لگایا تو اچھا نہ ہوگا
مجھے کیا ملا کب ملا کس نے بخشا
کسی کو بتایا تو اچھا نہ ہوگا
ہم ہی ہم ہیں باطن میں لیکن بظاہر
جو پردہ اُٹھایا تو اچھا نہ ہوگا
ہماری عطا کی ہوئی بے خودی سے
اگر ہوش آیا تو اچھا نہ ہوگا

عاشق کی مشکلات کا خاتمہ ہوجاتا ہے

ایک اور عاشق کے شعر ہیں ؎

ایک ہُوک سی دل میں اٹھتی ہے
ایک درد سا دل میں ہوتا ہے
میں رات کو اٹھ کر روتا ہوں
جب سارا عالم سوتا ہے

جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی سچی محبت حاصل ہوجاتی ہے تو پھر رات کو تہجد کے لئے اٹھنا بھی آسان ہوجاتا ہے، فجر کی نماز کے لئے اٹھنا بھی آسان ہوجاتا ہے، فرائض وواجبات پر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے اور گناہوں سے بچنا بھی آسان

ہو جاتا ہے، میدانِ عمل میں جو جو دشواریاں اور رکاوٹیں ہوتی ہیں وہ ساری مبدّل بہ راحت ہو جاتی ہیں، ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے، پھر اس کیلئے ہر تکلیف کو گوارا کرنا آسان ہو جاتا ہے، کیونکہ اسکو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سب میرے محبوب کی طرف سے ہے۔

تمہیں محبوب آ کر بھینچ دے تو!!

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کی تکلیفوں کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی عاشق اپنے محبوب کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان ہو، کبھی یہاں جاتا ہے، کبھی وہاں جاتا ہے، تاکہ کسی طریقے سے میرا محبوب مجھے مل جائے، ایک دن اچانک اس کو بتائے بغیر اس کا محبوب آ کر اس کی کولی بھر لے، یعنی پیچھے سے آ کر اس کو پکڑ لے اور اتنا زور سے بھینچے کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹنے لگیں، تو چیخے گا اور چلائے گا کہ ہائے! میں مر گیا، تو کون ہے؟ کم بخت! مجھے چھوڑتا کیوں نہیں؟ اور پھر اس کا محبوب اس کے کان میں کہہ دے کہ میں فلاں ہوں تو پھر دیکھو کہ اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام سن کر اپنی کمر اور زیادہ اس کے پیٹ سے لگانا شروع کر دے گا اور کہے گا: ذرا اور زور سے بھینچو، مجھے بڑا مزہ آ رہا ہے، پہلے ہائے ہائے کر رہا تھا اور اب اسے مزا آ رہا ہے، کیوں مزا آ رہا ہے؟ کیونکہ وہ جس محبوب کی تلاش میں تھا، وہی اُسے دبا رہا ہے۔

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مواعظ میں جگہ جگہ ''مثنوی شریف'' کا یہ شعر بہت پڑھتے ہیں ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ترجمہ

کسی دشمن کو بھی یہ نصیب نہ ہو اے میرے محبوب! کہ آپکی تلوار اسکے اوپر چلے، ہماری گردنیں حاضر ہیں، تلوار کی دھار دیکھنی ہے تو اسپر چلا کر دیکھ لیں۔

اولاد کے لئے مشقت کیوں برداشت کی جاتی ہے؟

جس کو کسی سے سچی محبت ہو جاتی ہے وہ اس کی ہر تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، دیکھو! ماں باپ کو اولاد سے کیسی محبت ہوتی ہے؟ وہ اپنی اولاد کے بچپن سے لیکر اپنی زندگی کے آخری سانس تک پہنچنے والی ہر تکلیف کو برداشت کر لیتے ہیں، وہ اولاد کے لئے ایسی ایسی تکلیفیں برداشت کر لیتے ہیں کہ ماں باپ کے لئے علاوہ کوئی اُسے گوارا نہیں کر سکتا، خاص طور سے ماں کو دیکھو کہ وہ بچوں کی خاطر کیسی کیسی تکلیفیں اٹھاتی ہے؟ ساری ساری رات بیٹھ کر گزار دیتی ہے، بچے سے باپ اتنی محبت نہیں کرتا جتنی ماں کرتی ہے، ماں بچے کی محبت میں سب کچھ گوارا کر لیتی ہے، ابّا جی بچے کا استنجاء نہیں کرواسکتے، یہ ماں ہی کا دل گردہ ہے کہ وہ روزانہ بچے کا پیشاب، پاخانہ برداشت کرتی ہے، اگر کبھی ابّا پر پیشاب پاخانہ کرانے کی ذمہ داری آجائے تو اُسے پتہ چل جاتا ہے، اسے پیشاب پاخانہ اٹھانا ناگوار

ہوتا ہے، اس لئے باپ سے زیادہ ماں کو بچے سے محبت ہوتی ہے، اس محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اس کا گو موت اٹھانا بھی آسان ہوجاتا ہے اور دوسری تکلیفیں برداشت کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے، وہی ماں دوسروں کے بچوں کے لئے وہ کام نہیں کرسکتی جو اپنے بچے کے لئے کرتی ہے، محبت کی وجہ سے ساری تلخیاں برداشت کرنا آسان ہوجاتا ہے، بہرحال دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچی اور کامل محبت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت

شرح مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۱۵)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیات المسلمین

موضوع: اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

۱۶ مارچ ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدِہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لَّا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

امّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ. (البقرہ:۱۶۵)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

ہماری پریشانیوں کی تین وجہ

''حیات المسلمین'' کے مقدمے میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی مصیبتوں، پریشانیوں، تکلیفوں اور رسوائیوں کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں، جن میں سے ایک دین سے جہالت اور ناواقفیت ہے، اس وجہ سے مسلمان بڑی بڑی پریشانیوں اور تکلیفوں سے دوچار ہیں۔

دوسرا سبب فقروفاقہ اور تنگدستی ہے، یہ مسلمانوں کے بے شمار مصائب کا سبب ہے، اور تیسرا سبب تشویش اور پریشانی میں مبتلا ہونا، یہ مسلمانوں کیلئے بے شمار تفکّرات، غموم وہموم، بے سکونی اور بے چینی کا سبب ہے۔

چند منگل سے اس تیسرے سبب سے متعلق بیان ہورہا ہے، ہماری پریشانیاں اور تکلیفیں کس طرح ختم ہوں گی؟! اکثر لوگوں کو اس بات کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ گوناگوں تکلیفیں، ہموم وغموم اور تفکّرات کیسے ختم ہوں گے۔

ان تینوں اسباب کے دور ہونے کا حل ''حیاتُ المسلمین'' میں ہے، اس کتاب میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے ایسے اعمال اور اوراد بیان فرمائے ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے تینوں اسباب ختم ہوجائیں گے، مؤمن کو دنیا اور آخرت میں بہت پاکیزہ زندگی نصیب ہوگی، إن شاء اللہ۔

بیان صرف عمل کی نیت سے سنیں

لیکن میں نے ان اعمال کے بیان سے پہلے کچھ اعمال کا مختصراً ذکر کردیا تاکہ

ان کو اختیار کر کے ہم فوری طور پر اپنے زخم پر مرہم لگا سکیں، اپنے غم کا مداوا کر سکیں اور اپنی پریشانیوں کا ازالہ کر سکیں، ان اعمال کا ذکر چل رہا ہے، جن کی وجہ سے پریشانیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے، ان میں سے ایک عمل اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنا ہے، اگر کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے تو اس کی پریشانیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے، بس ہم یہاں عمل کی نیت سے بیٹھیں، جو باتیں یہاں بیان کی جاتی ہیں ان کا تعلق عمل سے ہے ۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

یہاں سے جانے کے بعد بھی عمل کی کوشش کریں، ایسا نہ ہو کہ کہیں سن سن کر سُن ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کو جزائے خیر دے اور ان کے درجات کو پیہم بلند فرمائے، آمین، انہوں نے دین کی ساری باتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں، اکابر کی باتوں کا خلاصہ ناچیز عرض کر رہا ہے۔

دل کو غیر اللہ کی محبت سے خالی کریں

ہمارے حضرت، مفتیٔ اعظم پاکستان، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "مجالسِ مفتیٔ اعظم" میں اللہ جلّ شانہ کی محبت پیدا کرنے کے چند طریقے بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنا دل غیر اللہ کی محبت سے خالی کرے اور اس میں اللہ جلّ شانہ کی محبت پیدا کرے، دل ایک پیالہ ہے، دل

ایک ہے اور ایک ہی کے لئے ہے، اس میں بیک وقت دو محبتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔

دل میں اللہ جلّ شانہ کی محبت ہو اور دل میں دنیا کی بھی محبت ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ہم خدا خواہی ہم دنیا دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

اللہ تعالیٰ کو چاہو اور دنیا کو بھی چاہو، دونوں چاہتوں اور محبتوں کو دل میں جمع کرو، یہ محض خیال ہے، یہ ناممکن ہے، دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی تو وہاں سے دنیا کی محبت نکلے گی، یا دل سے اللہ تعالیٰ کی محبت نکلے گی تو وہاں دنیا کی محبت چھائے گی، اللہ بچائے، بیک وقت دو چیزوں کی محبتیں دل میں نہیں رہ سکتیں، دنیا کی محبت ساری پریشانیوں کی جڑ ہے اور اللہ جلّ شانہ کی محبت راحت اور سکون کی بنیاد ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لئے اس دل سے غیر اللہ کی محبت کو نکالنا پڑے گا، تاکہ دل میں محض اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور دیگر اعضاء وجوارح سے آدمی دنیا کے کام کرے۔

عاشقِ الٰہی اور عاشقِ دنیا کے حال میں فرق

انبیاء کرام، اولیاء کرام اور عام لوگوں میں یہ فرق ہوتا ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے قلوب کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت بھری ہوتی ہے اور ان کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہتا ہے، اور ان کے ہاتھ پیر، کان، ناک، دل، دماغ دنیا کے کاموں کے اندر مصروف رہتے ہیں، اور عام لوگوں

کا معاملہ اس کے اُلٹ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں غیر اللہ کی محبت غالب ہوتی ہے، ان کے دماغ میں ہروقت دنیا کی فکریں، دنیا کے منصوبے اور دنیا کی باتیں چھائی رہتی ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھ پیر بھی دنیا کے کاموں کے اندر مشغول رہتے ہیں۔

ظاہر میں ایک عام انسان اور ایک ولی اللہ دونوں یکساں نظر آتے ہیں، عام انسان کھا رہا ہے، ایک ولی اللہ بھی کھا رہا ہے، عام انسان پہن رہا ہے، ایک ولی اللہ بھی پہن رہا ہے، عام انسان آ رہا ہے، ایک ولی اللہ بھی آ رہا ہے، عام انسان پھر رہا ہے، ایک ولی اللہ بھی پھر رہا ہے، دنیا کے سارے کام عام انسان کر رہا ہے، ولی اللہ بھی کر رہا ہے، لیکن اللہ والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھری ہوئی ہے، اس کا دل دنیا سے خالی ہے، اس کے ہاتھ پاؤں دنیا میں مشغول ہیں اور دنیا دار کے دل میں دنیا کی محبت ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں، اللہ تعالیٰ کا ولی سکون، چین اور آرام وراحت سے رہتا ہے اور دنیا دار حیران وپریشان ہوتا ہے۔

اللہ والے کا حال فارسی کی اس مثل کا مصداق ہوجاتا ہے کہ ؂

دست بکار و دل بیار

اللہ والوں کے ہاتھ کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان دوکان، ملازمت، بیوی بچے، رشتہ دار، دوست احباب اور عزیز واقارب کو چھوڑ دے اور

جنگل میں جا کر پڑ جائے، بلکہ سب لوگوں کے درمیان رہے، سب کے حقوق ادا
کرے، لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا حال

کسی نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کس طرح رہتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام آدمی کی طرح گھر میں رہتے تھے، گھر کے کام کاج میں
مشغول رہتے تھے، ایسا نہیں کرتے تھے کہ صرف مصلّٰی بچھا کر نیت باندھ کر کھڑے
ہو گئے اور گھر والوں سے کوئی سروکار نہیں ہے، گھر میں آکر گھر والوں کے حقوق پوری
طرح سے ادا فرماتے تھے، یہاں تک کہ گھر والوں کے کاموں میں بھی ان کا ہاتھ
بٹاتے تھے اور اپنے کام از خود کر لیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح
گھر میں رہتے تھے، لیکن جب اذان ہوتی تو ہمیں اس طرح چھوڑ کر چلے جاتے کہ

کان لم یعرفنا

ترجمہ

جیسے آپ ہمیں پہچانتے بھی نہیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں مشغول ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل سے
اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتے تھے، اسی لئے اذان ہوتے ہی سب گھر والوں
کو اس طرح چھوڑ دیا کرتے تھے جیسے کہ ان سے کوئی تعلق اور واسطہ ہی نہیں ہے،

جس کے دل میں دنیا کی محبت ہوگی اس کی دوکان اسے مسجد میں جانے سے روک دے گی یا جماعت ترک کروائے گی یا نماز قضاء کروادے گی، اوراس سے بہت سارے احکامِ شرع پامال ہوں گے، اور جسکے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے ہمہ وقت اسکا دل اللہ تعالیٰ کی یاد اوراس کی اطاعت کیلئے تیار رہے گا، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے سامنے وہ نہ اولاد کی پرواکریگا، نہ مال ومنال کی پرواکرے گا اور نہ حکومت کی پرواکرے گا، سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر میں دنیا میں کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا، لیکن میرے خلیل، اللہ جل شانہ ہیں۔"

خلیل اسے کہتے ہیں جس کی محبت دل میں غالب ہواور دل میں کسی کی محبت کی گنجائش نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا یہ حال تھا اور گھر کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے یہ صفت حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوراولیائے امت کی طرف منتقل ہوئی۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یاد آیا، حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بڑی رقم خرچ کی اور محنت کرکے مدینہ منورہ میں بہت بڑا باغ لگایا، اوروہ باغ بڑا گنجان تھا، ایک دن حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس باغ میں کچھ کام کرکے فارغ ہوئے، وہاں موقع ملا تو نیت باندھ کر نماز

پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے، دورانِ نماز کہیں سے ایک پرندہ باغ میں آگیا اور اس کو جانے کا راستہ نہیں ملا، وہ شاخوں اور خوشوں میں اٹک کر پھڑ پھڑانے لگا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذہن وہاں چلا گیا کہ میرا باغ اتنا گنجان ہے کہ پرندہ کو جانے کا راستہ بھی نہیں مل رہا، جب نماز کا سلام پھیرا تو ان کو اس بات کا احساس ہوا کہ میں نماز میں تھا یا باغ میں تھا؟ انہوں نے فوراً اپنا علاج فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور جا کر عرض کیا کہ! اس باغ نے مجھے نماز سے غافل کر دیا، میں اس باغ کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا، میں اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیرات کرتا ہوں۔

اس باغ کو اپنی ملکیت میں رکھنا گوارا نہیں کیا، انہوں نے محنت سے، ایک بڑے سرمائے سے ایک گنجان باغ تیار کیا، لیکن وہ باغ نماز میں اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے کا ذریعہ بن گیا تو اس کو اپنی ملکیت سے خارج کرنے کا ارادہ کر لیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل میں مال کی محبت نہیں تھی، صرف اللہ تعالیٰ کی محبت تھی۔

شیخ حدّ ادرحمۃ اللہ علیہ کے دل کی کیفیت

حضرت شیخ حدّ ادرحمۃ اللہ علیہ کا قصہ یاد آیا، وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اُستادوں میں سے ہیں، حدّ اد کہتے ہیں لوہار کو، وہ لوہار تھے اور لوہے کو صبح سے شام تک بھٹّی میں گرم کر کے مختلف چیزیں چھری، چاقو، کانٹے، درانتی وغیرہ بنایا کرتے تھے، صبح سے شام تک یہ کام کرتے تھے، وہ اللہ والے تھے، ان کے دل کے اندر اللہ

تعالیٰ کی محبت بھری ہوئی تھی۔

ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ حال تھا کہ جب وہ لوہے کو بھٹی میں سے نکالتے، آئرن پر رکھتے اور اس کو پیٹنے اور کوٹنے کے لئے ہتھوڑا اُٹھاتے، تاکہ اس کو موڑ کر کوئی پرزہ بنائیں، ابھی ہتھوڑا کندھے تک اٹھایا ہے کہ اس دوران اذان کی آواز کان میں آگئی تو ہتھوڑا پیچھے چھوڑ دیتے تھے، جبکہ ایک ہتھوڑا مارنے میں کوئی وقت نہیں لگتا، لیکن اذان کی آواز سنتے ہی ہتھوڑا چھوڑ دیا کرتے تھے، اور اپنی دوکان چھوڑ کر کھڑے ہوجاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے منادی نے مسجد میں بلالیا، لہٰذا اب اس مار کے استعمال میں خیر نہیں ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے گھر جانے میں خیر ہے، ان کا حکم بجالانے میں خیر ہے۔

یہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہونے کی نشانی ہے، یہ کام وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو، وہ نہیں کرسکتا جس کے دل میں دنیا کی محبت غالب ہو، وہ کہے گا: ابھی اٹھتا ہوں، ذرا اور گاہکوں کو نمٹالوں، پہلے یہ کام نمٹالوں، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی فکر ہوگی وہ دنیا کے سارے کام ایک دم چھوڑ دے گا۔

ہمارے حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم کراچی میں سابق ڈرائیور عرفان صاحب تھے، اللہ تعالیٰ انکی بخشش اور مغفرت فرمائے، وہ بہت نرم طبیعت کے مالک تھے، بہت ملنسار، ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔

مفتی صاحبؒ اذان ہوتے ہی لکھنا چھوڑ دیتے تھے

حضرتؒ کے ڈرائیور عرفان صاحب نے بتایا: ہمارے حضرت، مفتی صاحب، بانی دارالعلوم کراچی کا معمول یہ تھا کہ اگر وہ کچھ لکھ رہے ہوتے اور اذان کی آواز آتی، قلم ٹیبل پر رکھ دیتے تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کا منادی پکار رہا ہے، حالانکہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس کام میں مشغول ہیں، وہ بھی دین کا کام ہے، تصنیف وتالیف، فتویٰ لکھنا اور قرآن کریم کی تفسیر لکھنا دین کا کام ہے، لیکن جب اذان سنائی دیتی تو فوراً لکھنے کا کام چھوڑ دیتے تھے اور نماز کی تیاری شروع کر دیتے تھے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے اور ہمارے اندر غفلت اور سستی ہے، اگر ہم بھی اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی اس درجے محبت پیدا کر لیں تو پھر دوکان بند کرنا کیا مشکل ہے؟ کچھ مشکل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یاد میں اشعار

ہمارے حضرت، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند شعر ہیں:

تیرے دیکھنے کی جو آس ہے
یہی زندگی کی اساس ہے
میں ہزار تجھ سے بعید ہوں
یہ عجب کہ تو میرے پاس ہے

تری ذات پاک ہے لازوال
تری سب صفات ہیں بے مثال
تو برونِ وہم و خیال ہے
تو ورائے عقل و قیاس ہے
کسی انجمن میں قرارِ دل
نہ کسی چمن میں بہارِ دل
نہ کہوں کس سے حالتِ زار دل
کہ یہ ہر جگہ میں اداس ہے
تیرا کچھ پتہ بھی جو پا گیا
وہ تمام جہاں پہ چھا گیا
اب کسی سے امید ہے
نہ کسی سے خوف و ہراس ہے

مجذوب صاحب کا شعر ہے ؎

وہ اتنے قریب تھے کہ دل ہی دل میں مل گئے
میں تو چلا تھا دور کا ساماں کیے ہوئے

دل میں محبتِ الٰہی پیدا کرنا اختیاری ہے

اللہ جلّ شانہ کی محبت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دل سے ماسوی اللہ کی محبتوں کو نکالا جائے، جب تک یہ ماسوی اللہ اور دنیا کی محبتیں دل میں رہیں گی، اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں آئے گی، اپنے دل کو ماسوی اللہ کی محبت سے خالی

کرنا پڑے گا، اور دل کو ماسوی اللہ کی محبت سے خالی کرنا ہمارے اپنے اختیار میں ہے، یہ غیر اختیاری نہیں ہے، اگر یہ غیر اختیاری ہوتا تو اس کا حکم بھی نہیں ہوتا، اس پر عمل کریں اور اس کے ساتھ دعا بھی کریں تو آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اتنی محبت پیدا ہو جائے گی جو ماسوی اللہ کی محبت پر غالب آجائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت پیدا کریں

دوسرا کام یہ کریں کہ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت پیدا کریں، معرفت پہچان کو کہتے ہیں، اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی اس قدر پہچان پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جائے، کسی اور کا نہ رہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت کا تقاضا یہ ہے کہ انہی کا ہو جائے کسی اور کا نہ رہے، اور معرفت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی کو کسی سے محبت ہوگی تو ان چار باتوں میں سے کسی وجہ سے ہوگی:

(۱)..... حُسن و جمال

(۲)..... فضل و کمال

(۳)..... ملک و مال

(۴)..... جود و نوال

اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا تصور کریں

حُسن و جمال اور خوب صورتی کی وجہ سے محبت پیدا ہو جاتی ہے، اگر کسی عورت سے محبت ہوگی تو اس کی خوب صورتی کی وجہ سے ہوگی، اگر کسی مرد سے محبت ہوگی تو اس کی خوب صورتی کی وجہ سے ہوگی، اگر کسی بے ریش سے محبت ہوگی تو اسکی خوب

صورتی کی وجہ سے ہوگی، ساری دنیا کا حُسن و جمال اللہ تعالیٰ کا عطا فرمودہ ہے۔

جس طرح حُسن و جمال انسانوں اور جانوروں کے اندر ہے، اسی طرح حُسن و جمال بے جان چیزوں کے اندر بھی ہے، درختوں کے اندر ہے، پتّوں کے اندر ہے، پھولوں کے اندر ہے، پھلوں کے اندر ہے، آبشاروں کے اندر ہے، پہاڑوں کے اندر ہے، ملبوسات کے اندر ہے، مصنوعات کے اندر ہے، ہر جگہ خوب صورتی کا ڈھنڈورا ہے، انسان جو چیز خریدے گا، اُسے دیکھے گا کہ خوب صورت ہے یا نہیں؟ کپڑے لے رہا ہے تو خوب صورت دیکھ رہا ہے، پین لے رہا ہے تو خوب صورت دیکھ رہا ہے، چشمہ دیکھ رہا ہے تو خوب صورت دیکھ رہا ہے، کھانے پینے کی چیز لے رہا ہے تو وہ چیز اچھی اور بڑھیا ہو اور سستی بھی ہو، جس کو دیکھو وہ کہہ رہا ہے خوب صورتی، ہر شخص خوب صورتی کا عاشق ہے، ساری دنیا کی خوب صورتی ان کی عطا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی خوب صورتی کا عکس ہے، یہ شعر مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

اللہ جلّ شانہ کی ذات خوب صورتی اور حُسن و جمال کا مرکز اور سر چشمہ ہے، جب غیر اللہ سے اس کے حسن کی وجہ سے محبت ہوتی ہے تو اللہ کی ذات سے محبت کیوں نہ ہو جو سب سے بڑھ کر حسین و جمیل ہے؟

ہر جگہ جمالِ الٰہی نظر آتا ہے

جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اس کو ان کا جمال ہر جگہ

نظر آتا ہے، اس طرح اُسے ہر جگہ ان کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے ۔

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

ہماری نظر پھول کے اوپر ہے، اللہ والے کی نظر پھول والے پر ہے ۔

گلستان میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
خوب پردہ ہے چلمن میں چھپے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

اس بات میں غور کرے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی حسین وجمیل نہیں ہوسکتا، وہ حُسن و جمال کے تنہا اور اصلی مالک اور ملجاء وماوی ہیں، ان کا حُسن و جمال ابدی اور سرمدی ہے، مخلوق کا حسن و جمال عارضی اور فانی ہے، کوئی کیسا ہی حسین وجمیل ہو، مرنے کے بعد دیکھ لو کہ کس حالت میں ہے؟

فضل وکمال کا اصل مالک کون ہے؟

اور دوسری چیز فضل وکمال ہے، آدمی فضل وکمال کی وجہ سے دوسروں سے محبت کرتا ہے کہ بھئی فلاں بڑے عالم اور فاضل ہیں، بڑے محقق اور بڑے مدقق ہیں، جس کے پاس جو فضل اور کمال ہے، جس کے پاس جو علم ہے، جس کے پاس جو عمل ہے، جس کے پاس جو سمجھ اور فہم ہے وہ سب اللہ جلّ شانہ کا عطا فرمودہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل وکمال دائمی، ابدی اور سرمدی ہے، اور مخلوق کا فضل وکمال عارضی اور

فانی ہے، اگر کسی کو کسی سے فضل وکمال کی وجہ سے محبت ہوگئی ہے تو سب سے زیادہ فضل وکمال اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کے پاس بھی فضل و کمال نہیں ہے، فضل وکمال کے حقیقی مالک اللہ جل شانہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کمال کو جتنا سوچیں گے، اتنی ہی معرفت پیدا ہوگی۔

ملک و مال کی وجہ سے محبت

تیسری چیز ہے ملک و مال کہ کوئی بہت بڑا بادشاہ ہے اور اس کے پاس مال ودولت ہے تو لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، کہ ہماری فلاں رئیس سے دوستی ہے، ہمارا تعلق فلاں نواب سے ہے، میرے مراسم فلاں بادشاہ سے ہیں، میں ان کے پاس آتا جاتا ہوں، میرا فلاں رئیس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا ہے وغیرہ تو وہ بڑے بڑے مالداروں کے پاس بیٹھتا ہے، اس کا بڑے بڑے رؤساء اور امراء کے پاس آنا جانا رہتا ہے، دوسرے بھی اس کو اونچا سمجھتے ہیں کہ یہ تو بڑا اونچا آدمی ہے، وہ اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ پتہ نہیں میں کیا بن گیا، صرف رؤساء سے تعلق پر وہ پھولا نہیں سماتا، وہ اسے چاہے کچھ دے یا نہ دے، لیکن بڑوں سے دوستی کا تعلق اس کے لئے سونا ہے، ملک و مال بھی محبت کا ایک ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ملک و مال کس کے پاس ہوسکتا ہے؟

سلطنت اورخزانوں کا واحد مالک

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(الجاثیۃ: آیت نمبر ۳۷)

ترجمہ

اورتمام بڑائی اسی کو حاصل ہے، آسمانوں میں بھی اورزمین میں بھی، اوروہی ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

آسمان وزمین کی سلطنت کے اللہ تعالیٰ مالک ہیں، زمین اورآسمان پر ساری مخلوقات کے وہ خالق اورمالک ہیں، جب وہ خالق ومالک ہیں تو انہی کو زمین و آسمان میں بڑائی حاصل ہے، اوروہ حکمت والے ہیں۔

وَإِنْ مِّنْ شَىْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍO

(الحجر: آیت نمبر ۲۱)

ترجمہ

اورکوئی (ضرورت کی) چیز ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانہ موجود نہ ہوں، مگر ہم اس کو ایک معین مقدار میں اُتارتے ہیں۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

بے انتہاء خزانے کس کے پاس ہیں؟

ان کے خزانوں کی تو کوئی انتہاء نہیں ہے، ہزاروں سال گزر گئے ہیں، دنیا والے ان کے خزانوں سے کھاپی رہے ہیں، ان کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی،

کائنات کے اندر رہنے والی مخلوقات ان کے خزانوں سے اپنی اپنی ضروریات کے مطابق کھاپی رہی ہیں، پہن رہی ہیں اور رہ رہی ہیں، ان کے خزانوں کو استعمال کررہی ہیں اور ان سے اپنی حاجتیں پوری کررہی ہیں، اللہ پاک دے رہے ہیں، آج تک ان کے کسی خزانے میں کوئی کمی نہیں آئی، ان کے خزانے ابدی، سرمدی اور نہ ختم ہونے والے ہیں، صرف انسانوں کو دیکھ لو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر کتنے انسان دنیا میں آچکے ہیں، کتنے اس وقت موجود ہیں، اور کتنے قیامت تک آئیں گے، سب کھائیں گے، پئیں گے، پہنیں گے، چلیں گے، پھریں گے اور سانس بھی لیں گے، یہ سب کون دے رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں، یہاں تک وہ جانوروں کو بھی کھلا پلا رہے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کی دعوت کا عجیب قصہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت کا قصہ مشہور ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی سلطنت عطا فرمائی تھی کہ اس کے مثل کسی کی سلطنت نہیں تھی، بہر حال! وہ سلطنت محدود تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ یا اللہ! میں آپکی مخلوق کی دعوت کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے اجازت عطا فرمادیں، اللہ پاک نے فرمایا: "مخلوق کی دعوت کرنا آپ کے بس میں نہیں ہے" انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے دعوت کرنے کی اجازت دے دی، اللہ تعالیٰ نے ان کو جنات پر بھی حکومت عطا فرمائی تھی، ہوا بھی ان کے تابع تھی، سمندر بھی ان کے تابع

تھا، جنات بہت طاقتور ہوتے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ تم کھانا پکاؤ، جنات ایک مہینے تک بڑی بڑی دیگیں پکاتے رہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ پہلے سمندر کی مخلوق کی دعوت کریں اور ان کو نمٹائیں، پھر خشکی کی مخلوق کو نمٹائیں گے۔

حضرت! میں تو بھوکی رہ گئی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمندر کے کنارے وہ سارا کھانا لگوادیا اور ہوا کو حکم دیا کہ وہ ہلکی ہلکی چلتی رہے تا کہ کھانا ٹھنڈا نہ ہو گرم رہے اور خراب نہ ہو، حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمندر میں اعلان کیا کہ سمندر کی مخلوق آؤ اور کھانا کھالو، تو سب سے پہلے ایک بڑی مچھلی نکلی، اس نے کہا یا نبی اللہ! کھانا کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ کھانا لگا ہوا ہے، اس نے ایک طرف سے کھانا شروع کیا اور آناً فاناً سارا چٹ کر گئی، ذرا سی دیر میں اس نے ایک مہینے میں تیار کیا جانے والا کھانا ختم کر دیا اور کہا کہ حضرت! اور کھانا کہاں ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اتنا تو کھالیا اور مانگ رہی ہے۔

اس مچھلی نے کہا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ مجھے روزانہ اتنے بڑے بڑے تین لقمے عطا فرماتے ہیں، آج ایک ہی لقمہ ملا ہے، آپ نے اچھی دعوت کی، میں تو بھوکی رہ گئی، حضرت سلیمان علیہ السلام سجدے میں گر گئے اور انہوں نے کہا کہ یا اللہ! اپنی مخلوق کو آپ ہی کھلا سکتے ہیں، میں نہیں کھلا سکتا، اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کیا کمی

ہے؟ ان کے ملک و مال کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں ہے، سارے ہیرے جواہرات، پلاٹینیم، نوٹ، ڈالر سب انہی کے ہیں، انہوں نے روپے اور ڈالر کی شکل میں کاغذ کو سونا بنایا ہوا ہے، کیا شان ہے ان کی!

بلا امتیاز عطا کرنے والی ذات

محبت کا چوتھا سبب جود و نوال ہے، جود و نوال کہتے ہیں عطاء و بخشش کو، اللہ تعالیٰ کی سخاوت کی کوئی انتہاء نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مخلوق کو بہت دے رہے ہیں، کافروں اور مشرکوں کو بھی دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کو سب سے ناگوار شرک ہے، اس کے باوجود کافروں اور مشرکوں کو کھانے اور پینے کو دے رہے ہیں، خوب پہننے کو دے رہے ہیں، دنیا کی سلطنتیں بھی دے رہے ہیں، اللہ پاک سب کچھ دے رہے ہیں، وہ اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں، سب کو نواز رہے ہیں، وہ مخلوق کو اتنا دے رہے ہیں کہ ان کی بخشش اور عطا کا کوئی ٹھکانہ نہیں، یہ ان کی عنایت اور مہربانی ہے، اگر کوئی آپ کے آڑے وقت میں آپ کو کوئی ہدیہ اور تحفہ دیدے یا معقول رقم دیدے اور آپ کے آڑے وقت میں کام آجائے تو آپ کے دل میں ہمیشہ اس کی محبت رہے گی کہ یہ بڑا خلیق آدمی ہے، یہ بڑا کرم فرما ہے، میرے آڑے وقت میں کام آگیا، میرے خونی رشتے میرے کام نہیں آئے، یہ صفت اللہ تعالیٰ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

بیان کا خلاصہ

ان چار اسباب کی وجہ سے آدمی محبت کرتا ہے، یہ چاروں اسباب اللہ تعالیٰ کے اندر موجود ہیں، اس لئے سب سے زیادہ محبت کے لائق وہی ذات ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے گا وہ غیر اللہ سے محبت نہیں کرے گا اور جو دنیا کی حقیقت پہچان لے گا وہ اس سے بے رغبتی اختیار کر لے گا، ہمارے دل میں دنیا کی حقیقت کا صحیح تصور نہیں ہے، دل و دماغ میں دنیا کی حقیقت کا استحضار نہیں ہے، جس دن دل میں دنیا کی حقیقت کا احساس بیٹھ جائے گا، دنیا سے دل ہٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے گی، اور جب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جائے گی، اور جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جائے گی تو آدمی صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جائے گا۔

مکتبِ عشق کا دستور نرالا دیکھا
اُس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

آج اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے دو طریقے بیان ہوئے ہیں، باقی باتیں ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنی سچی اور پکی محبت عطا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

کثرتِ ذکر اور اللہ تعالیٰ کی محبت

شرح مقدمہ حیات المسلمین

بیان نمبر (۱۶)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

موضوع: کثرتِ ذکر اور اللہ تعالیٰ کی محبت

مقام: جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ: ۷ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۲۳ مارچ ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنۡ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لَّا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصۡحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِيۡنَ آمَنُوۡٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. (البقرہ:۱۶۵)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

پریشانیوں کے خاتمے کا نسخہ

ہماری اور تمام مسلمانوں کی پریشانیوں، تشویشات اور مصیبتوں کا ایک علاج یہ ہے کہ ہمارے دل میں اللہ جل شانہ کی محبت غالب ہو جائے، اور غیر اللہ کی محبت مغلوب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت وہ دولت اور نعمت ہے، جس سے دنیا کی مصیبتیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں، اس کے ساتھ آخرت کی پریشانیاں بھی دور ہو جاتی ہیں، آخرت کی پریشانیاں دنیا کی پریشانیوں سے بہت زیادہ ہیں، دنیا اور آخرت کی پریشانیوں کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے، جیسے سمندر کے مقابلے میں قطرہ کی کوئی حیثیت نہیں، اسی طرح دنیا کی ساری مصیبتیں مل کر آخرت کی ایک تکلیف کے برابر نہیں ہو سکتیں، اللہ تعالیٰ کی محبت وہ عظیم نعمت ہے، جو تمام پریشانیوں کا خاتمہ کر دیتی ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے؟

کثرتِ ذکر... اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ

اللہ جلّ شانہ کی محبت کس طرح حاصل ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلوبہ درجہ حاصل کرنے کے لیے چند کام کرنے کی ضرورت ہے، دو کام گذشتہ منگل کو بیان ہو گئے تھے، دو آج بیان ہوں گے إن شاء اللہ تعالیٰ.

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرا کام یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ جلّ شانہ کا ذکر کثرت سے کریں، کثرت سے ذکر اللہ

کرنے سے دل میں رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں، انکی محبت دل سے نکل جاتی ہے، یا کم اور مغلوب ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنے والے بہت کم ہیں، پہلے زمانے میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے لوگ بہت ہوتے تھے، عام مسلمان اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کثرت سے کیا کرتے تھے۔

آج کل پہلے کے مقابلے میں ذکر بھی بہت کم بتایا جاتا ہے، مثلاً یہ ذکر کہ سو مرتبہ استغفار کریں، سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیں، سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ پڑھ لیں، سو مرتبہ تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھ لیں، چلتے پھرتے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا درود شریف پڑھیں، یہ نہایت قلیل اور کم ذکر ہے، لیکن اس ذکر کو کرنے والے کتنے ہیں؟ سو میں سے ایک ہوگا، سو میں سے ننانوے وہ لوگ ہیں، جو اس تھوڑے سے ذکر سے بھی جی چراتے ہیں، وہ کاہل اور سُست ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تسبیحات کا معمول بناؤ، تو مصنوعی مصروفیت کا عذر پیش کردیتے ہیں۔

سچی اور حقیقی بات یہ ہے کہ صحیح عذر بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے، کسی کو صحیح عذر ہو، تو اس مقدار سے کم ذکر بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن زیادہ تر لوگ بہانے بناتے ہیں، ان کے اندر سُستی ہے، ان میں دلچسپی اور شوق نہیں ہے، ان میں حوصلہ اور ہمّت نہیں ہے، ان سے یہ ذرا سی مقدار بھی پوری نہیں ہوتی، ان کے نفس نے طرح طرح کے

بہانے گھڑ رکھے ہیں، اس لیے برائے نام ہلکی پھلکی تسبیحات پڑھ لیتے ہیں، اور بعض یہ بھی نہیں پڑھتے۔ اس کو کثرت سے ذکر کرنا نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے دل میں بھرنے اور غالب کرنے کے لیے کثرت سے ذکر اللہ کرنے کی ضرورت ہے۔

مشغول عالم کو کتنا ذکر کرنا چاہیے؟

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشغول عالم کے لیے صبح وشام کی تسبیحات، تلاوت، مناجاتِ مقبول اور نوافل کے ساتھ روزانہ بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک اللہ اللہ کا ذکر لکھا ہے، اور جو عالم فارغ ہو، اس کو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے، مشغول عالم سے مُراد وہ عالم ہے، جو مدّرس ہو، ظاہراً کسی دنیادار کی مشغولیت اس عالم کے برابر نہیں ہوسکتی، اگر اُستاد کو دن میں پانچ چھ سبق پڑھانے ہیں، تو اس کو کم از کم اتنے ہی گھنٹے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، وہ صبح آٹھ بجے سے لے کر دوپہر بارہ بجے تک اسباق پڑھاتا ہے، پھر دوپہر تین بجے سے لے کر شام پانچ بجے تک اسباق پڑھاتا ہے، اور مغرب اور عشاء کے بعد مطالعہ کرتا ہے، ایسے اساتذہ کو عموماً صرف کھانے پینے اور تھوڑا سا آرام کرنیکا موقع ملتا ہے، ورنہ باقی سارا وقت پڑھانے اور مطالعہ کرنے میں گزر جاتا ہے۔

’’تسہیل قصد السبیل‘‘ کا مطالعہ ضروری ہے

اصلاحی نصاب میں حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے ’’قصد السبیل‘‘، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا، اور مفتی

اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالے کو مزید عام فہم کر کے اس کا نام ''تسہیل قصد السبیل'' رکھ دیا، جو شخص اپنی اصلاح چاہتا ہے، اور تعلق مع اللہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اور حُبِّ الٰہی دل میں پیدا کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے تسہیل قصد السبیل کو پڑھنا اور سمجھنا ضروری ہے، یہ رسالہ الگ سے بھی بازار میں عام ملتا ہے، اس رسالے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاق اور اعمال کی درستگی اور اصلاح چاہنے والوں کے لیے دس ہدایتیں تحریر فرمائی ہیں، ان میں سے ہر ہدایت نہایت قیمتی ہے، ان ہدایتوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ان ہدایتوں پر عمل کیے بغیر ہماری اصلاح نہیں ہو سکتی۔

چار قسم کے آدمیوں کے معمولات

اس رسالہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چار قسم کے آدمیوں کے معمولات لکھے ہیں، جو لوگ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں، ان کی چار قسمیں ہیں، پہلا وہ عام آدمی، جو دنیا کے کاموں میں مشغول اور مصروف ہے، جیسے تجارت یا زراعت ، یا نوکری کر رہا ہے، یا کسی اور جائز کام میں مشغول ہے، اس کے معمولات الگ لکھے ہیں، دوسرا وہ عام آدمی جو بالکل فارغ ہے، جیسے کوئی شخص ریٹائرڈ ہو گیا، اور گھر میں فارغ بیٹھا ہوا ہے، صرف کھانا پینا ہے، اور کچھ کام نہیں، اس کے لیے الگ معمولات تحریر فرمائے ہیں، پھر عالم کی دو قسمیں لکھی ہیں، ایک وہ عالم جو مشغول ہو، اس کے معمولات لکھے ہیں، اور ایک وہ عالم جو فارغ ہو، اس کے بھی معمولات لکھے ہیں۔

ذکر کی تعداد مقرر کرنے کا طریقہ

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجلِّ خلفاء میں سے تھے، وہ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کہتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا مطلوب ہے، لیکن کثرت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، ہر آدمی اپنی مصروفیت اور مشغولیت کے اعتبار سے ذکر اللہ کی کثرت کرسکتا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ جس شخص کا کسی شیخ سے تعلق ہو، وہ اس کو اپنی حقیقی مصروفیات اور مشغولیات بتادے، مصنوعی اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی مصروفیات نہ بتائے، اس کے روزمرہ کے کاموں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے شیخ اس کے لیے ذکر اللہ کی مناسب مقدار تجویز کردے گا، پھر اس تعداد کو پورا کرنا چاہئے، اور جس شخص کا کوئی شیخ نہ ہو، تو وہ اپنی مصروفیات کے مطابق ذکر اللہ کی کثرت کرے، کثرت ذکر اللہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو پیدا کرنے والا عمل ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، تو پھر اس کا یہ حال ہو جاتا ہے ؎

یہی آرزو ہے کہ جانِ من تیرا نام لیتا ہوا مروں
تیرے کوچے میں نہ سہی مگر، تیری راہ گزر پر مزار ہو

الفاظ کی طرف دھیان لگائیے!

جو شخص ذکر اللہ کی کثرت کرنا شروع کرتا ہے، تو پہلے اس کی صرف زبان ذکر کرتی ہے، دل ذکر نہیں کرتا، اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے کرتا رہے،

لیکن صرف زبان سے ذکر کرنے پر اکتفاء نہ کرے، اس کے ساتھ توجہ اور دھیان بھی ذکر کی طرف لگا تا رہے، ذکر کی طرف دھیان کیسے لگائے؟ اس میں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ الفاظ کی طرف دھیان لگائے، جیسے کوئی شخص ہلکی آواز سے اللہ اللہ کہہ رہا ہے، تو لفظِ اللہ سنائی دیتا ہے، اور کان میں آواز آتی ہے، کوئی آدمی آہستہ ذکر کرے، تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ میں لفظِ اللہ کہہ رہا ہوں، تو یہ بات ذہن میں بار بار لاتا رہے کہ میں اللہ اللہ کہہ رہا ہوں، اس طرح إنشاء اللہ توجہ ذکر اللہ کی طرف رہنے لگے گی۔

ذکر آہستہ کرنا چاہئے

ذکر آہستہ آہستہ کرنا چاہئے، زور زور سے ذکر نہیں کرنا چاہئے، زور سے ذکر کرنا مقصودِ اصلی نہیں ہے، ذکر بالجھر اکثر علاج کے طور پر کیا جاتا ہے، تا کہ ذکر اللہ راسخ ہوجائے، عام حالات میں زور سے ذکر کرنے کے مقابلے میں آہستہ ذکر کرنا افضل ہے، اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ ذکر کرنے سے پہلے یہ تصور کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذکر سنا رہا ہوں، اور اللہ تعالیٰ ذکر سن رہے ہیں، جب انسان اس تصور کو ذہن میں بٹھا کر سُبْحَانَ اللهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ کی تسبیح پڑھے گا، استغفار اور درود شریف کی تسبیح پڑھے گا، تو اس کے دل پر زیادہ اثر ہوگا۔

محبت پیدا کرنے کی نیّت

اس کے ساتھ یہ نیّت بھی کرلے کہ میں اسلئے ذکر کر رہا ہوں، تا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجائے، بلکہ حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر نیک عمل اس نیت سے کرے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے، نماز پڑھنے سے پہلے یہ نیت کرے کہ میں اس لیے نماز پڑھ رہا ہوں، تاکہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے، اسی طرح روزہ، زکوٰۃ، حج وعمرہ، صلہ رحمی، صدقہ وخیرات، قوم کی خدمت، دوستوں کی خاطر تواضع اس نیت سے کرے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے۔

اس نیت میں اللہ تعالیٰ نے محبت پیدا کرنے کی زبردست تاثیر رکھی ہے، اس نیت کو آدمی کر کے دیکھے، ہم اکثر بغیر نیت کے عمل کرتے ہیں، یا کسی اور نیت سے عمل کرتے ہیں، اسلئے اثر زیادہ نہیں ہوتا، آج سے ہم اپنی نیتیں درست کرلیں، اور یہ نیت کرلیں کہ میں اس لیے نیک اعمال کر رہا ہوں، اور گناہوں سے پرہیز کر رہا ہوں، تاکہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے۔

میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں

ذکر اللہ میں توجہ کرنے کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں یہ سوچے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے سامنے ہیں، اور میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہوں، ذکر میں توجہ کرنے کے ان تین طریقوں میں سے جو طریقہ بھی آسان معلوم ہو، اسکو اپنایا جا سکتا ہے، اس طرح ہمارا رُواں رُواں إن شاء الله تعالىٰ ذکر میں مشغول ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نصیب فرمائیں، آمین۔

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

والد ماجد حضرت مولانا محمد یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد تحریر فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دارالعلوم دیوبند کے شروع کا وہ زمانہ دیکھا ہے کہ جب دارالعلوم دیوبند کے مہتمم سے لیکر چپڑاسی تک سب کے سب لطائفِ ستہ کے حامل تھے۔

لطائفِ ستہ کسے کہتے ہیں؟

لطائفِ ستہ ان چھ باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے، جنہیں اللہ پاک نے انسان کے باطن میں رکھا ہے، چنانچہ تربیت السالک میں ان کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱)..... لطیفۂ نفس: ناف کے مقام سے لفظ اللہ نکلنا۔

(۲)..... لطیفۂ قلب: جس کا مقام دل ہے۔

(۳)..... لطیفۂ روح: جس کا مقام سینہ میں دائیں طرف ہے۔

(۴)..... لطیفۂ سِرّ: جس کا مقام معدہ کا منہ ہے۔

(۵)..... لطیفۂ خفی: جس کا مقام پیشانی ہے۔

(۶)..... لطیفۂ اخفیٰ: جس کا مقام سر کا پیالہ ہے۔

ان چھ لطیفوں اور باطنی طاقتوں کا سردار قلب ہے، جب کسی کا دل ذاکر ہوجاتا ہے، تو باقی پانچ لطیفے اور باطنی طاقتیں بھی ذکر کرنیوالی ہوجاتی ہیں، انسان سراپا ذکر بن جاتا ہے۔

دھیان کا لگانا اختیاری اور لگنا غیر اختیاری ہے

انسان ذکر کی طرف دھیان اور توجہ لگاتا رہے، اس بات سے ہرگز نہ گھبرائے

کہ ہم ذکر اللہ کی طرف توجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ہماری توجہ ہٹ جاتی ہے، میں کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ نہیں ایک ہزار مرتبہ، ایک ہزار مرتبہ نہیں، ایک لاکھ مرتبہ، اور ایک لاکھ مرتبہ نہیں، دس لاکھ مرتبہ بھی توجہ ہٹے، تو آدمی اس کی بالکل پرواہ نہ کرے، اپنا کام کرتے رہیں، یعنی دھیان لگانے کی کوشش کرتے رہیں، ہمیں اپنے کام سے غرض ہے، ذہن ہٹتا ہے تو ہٹے، اس سے ہمارا کیا واسطہ؟ ہمارا کام دھیان لگانا ہے، دھیان کا لگنا اختیاری نہیں ہے، دھیان کا لگانا اختیاری ہے، سو دفعہ دھیان ہٹے، سو دفعہ لگائیں، ہزار دفعہ دھیان ہٹے، ہزار دفعہ لگائیں، اس بات سے ہرگز کوئی اثر نہ لیں، ذرہ برابر اس سے پریشان نہ ہوں، کیونکہ غیر اختیاری طور پر توجہ اور دھیان کے ہٹنے سے ذکر میں کوئی خلل نہیں آتا۔

کثرتِ ذکر اللہ کا آسان طریقہ

زبان سے ذکر اللہ کی کثرت کرنا شروع کردیں، اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی چلتے پھرتے ذکر اللہ کرتا رہے، جہاں بات کرنے کی ضرورت ہو، بلاتکلّف بات کرلے، جہاں پڑھنا پڑھانا ہو، پڑھے اور پڑھائے، پھر ذکر اللہ کرنا شروع کردے، گھر والوں سے، ملازموں سے، اور دوکان پر خریداروں سے بات کرنی ہے، بات کرلے، اور جب فارغ ہوجائے، اللہ اللہ شروع کردے۔

ذکر اور بیان سننا ایک ساتھ نہ کریں

بعض لوگ ذکر بھی کرتے رہتے ہیں، اور بیان بھی سنتے ہیں، اس طرح کرنا

مناسب نہیں ہے، ایک وقت میں ایک ہی کام صحیح طریقے سے ہوتا ہے، دو کام نہیں ہو سکتے۔

حضرت حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے حضرت حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کئی مرتبہ یہ واقعہ سنایا، حضرت حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدّث گزرے ہیں، انہوں نے بخاری شریف کی شرح لکھی ہے، ان کی لکھی ہوئی جیسی شرح آج تک نہیں لکھی گئی، ان کے زمانے میں مضمون، خطوط اور کتابیں لکڑی کے قلم سے لکھی جاتی تھیں، لکڑی کا قلم لکھتے لکھتے موٹا اور خراب ہو جاتا ہے، تو اُسے چھری سے چھیل کر اس میں قط لگایا جاتا ہے، اس کے بعد پھر اُسے روشنائی میں ڈبو ڈبو کر لکھتے تھے، تو حافظ صاحب کا حال یہ تھا کہ بخاری شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، اور لکھتے لکھتے قلم موٹا اور خراب ہو گیا، تو لکھنا موقوف کر کے چھری سے قلم کو صحیح کرنے لگتے، اور زبان سے ذکر اللہ کرنا شروع کر دیتے تھے، حالانکہ قلم کو چھیلنے میں اور قط بنانے میں زیادہ وقت نہیں لگتا، تھوڑا سا وقت لگتا ہے، لیکن وہ اپنا تھوڑا سا وقت بھی ذکر اللہ سے غفلت میں نہیں گزارتے تھے۔

محبت پیدا کرنے کیلئے دُعا

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی بڑی دولت اور نعمت ہے کہ اگر یہ کسی کو نصیب ہو جائے، تو دل میں اللہ تعالیٰ کی بڑی محبت پیدا ہو جاتی ہے، اور جس دن ہمارے دل میں اللہ

تعالیٰ کی محبت دیگر محبتوں پر غالب ہو جائے گی، اس دن سے ہماری پریشانیاں کافور ہو جائیں گی۔

ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ! اپنے فضل سے ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ ہم اس کے متحمل ہوں، اور اس کو برداشت کر سکیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو ہر آدمی برداشت نہیں کر سکتا، خاص طور پر ہم اور آپ اس کے متحمل اور لائق نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے پناہ محبت مانگنے والے کا حال

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ یاد آیا، ایک شخص جنگل میں کسی پہاڑی پر گرجا میں عبادت اور دعا کے اندر مصروف تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزر رہے تھے، انہوں نے اس کی دعا سُنی، وہ یہ دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ! مجھے اپنی بے پناہ محبت عطا فرما، جب اُس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، تو اُس نے درخواست کی کہ حضرت! میں بہت عرصے سے اللہ تعالیٰ سے اُس کی بے پناہ محبت مانگ رہا ہوں، لیکن مل نہیں رہی، آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اور مستجاب الدعوات ہیں، آپ میرے لیے دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی بے پناہ محبت عطا فرمادے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمادی۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اُس راستے سے گزر ہوا، تو انہیں خیال آیا کہ جس عابد نے مجھ سے دعا کروائی تھی، اس سے ملتا چلوں، وہ گرجا پہاڑی پر بنا ہوا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہاں گرجا کا نام ونشان

نہیں ہے، اور وہ پہاڑی بھی پھٹ گئی ہے، اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہیں ،اور اس میں کھائیاں پڑ گئی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس عابد کو ڈھونڈنے لگے کہ وہ کس حال میں ہے؟ آپ نے دیکھا کہ وہ ایک کھائی میں نیچے پڑا ہوا ہے، اس کا منہ پھٹا ہوا ہے، اور آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، اور آسمان پر چڑھی ہوئی ہیں، یہ سارا منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور کہا کہ یا اللہ! یہ بندہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا، اب آیا ہوں، تو اس حالت میں ہے، اللہ پاک نے فرمایا کہ یہ بندہ ہم سے ہماری بے پناہ محبت مانگ رہا تھا، ہم جانتے تھے کہ یہ اس لائق نہیں ہے، اس سے ہماری بہت زیادہ محبت برداشت نہیں ہوگی، اس لیے ہم اس کی دعا قبول نہیں کررہے تھے۔

جب اس نے آپ سے دعا کروائی، تو آپ ہمارے مستجاب الدعوات بندے ہیں، ہم نے آپ کی دعا قبول کرلی، پھر جب ہم نے اپنی محبت کا ایک ذرّہ اس کے پاس بھیجا، جب وہ ذرّہ گرجا کے پاس پہنچا، تو وہ اُڑ گیا، چوٹی کے قریب پہنچا، وہ پاش پاش ہوگئی، اور یہ بے ہوش ہوگیا اور اس حالت میں پہنچ گیا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح مانگنی چاہئے کہ یا اللہ! آپ کی جتنی محبت کے ہم لائق اور متحمل ہیں، ہمیں اتنی محبت عطا فرما! محبت زیادہ ہوگئی، تو آدمی پاگل اور دیوانہ ہوسکتا ہے۔

محبوب بندوں کی نشانی کیا ہے؟

ذکر اللہ کی کثرت کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور وہ خود اللہ تعالیٰ کا محبّ اور عاشق بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا اُس سے محبت کرنا کتنی بڑی دولت اور کتنی بڑی نعمت ہے، یہ بندہ کے لیے کتنا بڑا اعزاز ہے!

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی یا اللہ! میں آپ کے محبوب بندوں سے ملنا چاہتا ہوں، مجھے ان کی نشانی اور علامت بتادیجیے، کیونکہ ظاہر میں سب ایک جیسے لگتے ہیں، سب انسان کھاتے پیتے ہیں، پہنتے اوڑھتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں، لیکن ان ہی میں کچھ بندے ایسے ہیں، جو عرش پر ہیں، اور کچھ ایسے ہیں، جو فرش پر ہیں، یعنی کسی کا درجہ بہت اونچا، اور کسی کا کوئی درجہ نہیں، اللہ جل شانہ نے فرمایا: اے موسیٰ! میرے وہ بندے جن کے ہونٹ میرے ذکر اور میری یاد سے ہلتے ہوئے نظر آئیں، بس سمجھ لینا کہ مخلوق میں وہ میرے محبوب بندے ہیں، بہر حال! ذکر اللہ کی کثرت کرنے سے آدمی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھر جاتی ہے، یہ ذکر اللہ کی کثرت کرنے کا بڑا فائدہ ہے، اس لیے ذکر اللہ کی کثرت کرنیکا اہتمام کرنا چاہئے، اور ذکر اللہ توجہ سے کرنا چاہئے۔

اہلِ محبّت کی صحبت میں بیٹھیں

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ

تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے چوتھا کام یہ تحریر فرمایا ہے کہ اہلِ محبت کی صحبت اختیار کرو، یہ چاروں کاموں میں سب سے زیادہ آسان، اہم، اصل اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دنیا کا ہر علم وفن اس کے جاننے والوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ جل شانہ کی محبت اس سے محبت کرنے والوں کے پاس ملے گی، بے شک یہ تین کام کہ:

(۱)..... دل میں غیر اللہ کی محبت کو مغلوب کرنا۔

(۲)..... اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا۔

(۳)..... اور ذکر اللہ کی کثرت کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے اسباب ہیں، لیکن محبت پیدا کرنے کا اصل اور حقیقی ذریعہ یہ ہے کہ آدمی کسی اللہ والے کی صحبت میں جا کر بیٹھے۔

حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحبؒ سے سُنا ہوا واقعہ

حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحبؒ نے کئی مرتبہ حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنایا کہ تھانہ بھون میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے اندر مجلس ہوتی تھی، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اتنا رُعب اور اتنی ہیبت تھی کہ کسی کو ان کے سامنے سوال کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، کوئی کوئی ہمت کرتا تھا، یا حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے ایسے بے تکلف مرید اور خلیفہ تھے کہ وہ کچھ باتیں پوچھ لیا کرتے تھے، اور عام لوگ خاموش بیٹھے

رہتے تھے، ایک دن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہورہا تھا، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اصلاح کی باتیں ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک عالم صاحب نے سوال کرنے کی اجازت مانگی کہ حضرت! میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔

بڑوں سے پوچھ کریا کتاب میں دیکھ کر بتاؤں گا

حضرت نواب صاحبؒ نے یہ بات بھی بتائی تھی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی ان سے سوال کرتا تھا، تو یہ فرمادیا کرتے تھے کہ اگر مجھے معلوم ہوگا، تو جواب دے دوں گا، اور معلوم نہیں ہوگا، تو اپنے بڑوں سے پوچھ کر یا کتاب دیکھ کر بتلاؤں گا! یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور انکساری تھی، اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمادیا کہ بھئی! سوال کرلو، معلوم ہوگا، تو جواب دے دوں گا إن شاء اللہ تعالیٰ ، ورنہ پوچھ کر یا دیکھ کر بتاؤں گا، تو انہوں نے کہا کہ حضرت! میں نے تقدیر کے بارے میں بہت غور و خوض کیا اور بڑی تحقیق و تدقیق کی، لیکن مجھے اطمینان نہیں ہوا۔

اہلِ محبت کی جوتیوں میں بیٹھ جاؤ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیر کے مسئلے کا خلاصہ بیان فرمادیا، اور اخیر میں فرمایا کہ دیکھو! آخرت میں یہ تحقیقات و تدقیقات اور علمی بحثیں کام آنے والی نہیں ہیں، وہاں تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کا عشق کام آئے گا، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سچی محبت اور سچا عشق ہوگا، اس کا بیڑا پار ہوجائے گا، اور جو اس سے

عاری ہوگا، وہ اَٹک جائے گا، حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو پیدا کرلیا ہے، ان کی جوتیوں میں جا کر بیٹھ جاؤ، جوتیوں میں بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی صحبت میں اس نیّت سے جا کر بیٹھو کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجائے۔

محبت منتقل ہونے کی ایک عجیب مثال

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ اس کی بڑی پیاری مثال دیا کرتے تھے کہ اللہ والوں کی صحبت سے ان کے پاس بیٹھنے والوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح پیدا ہوجاتی ہے، جیسے چراغ سے چراغ اور موم بتی سے موم بتی جلانا، کہ اگر ایک موم بتی جل رہی ہے، اور آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی موم بتی بھی روشن ہوجائے، اور اس موم بتی کا شعلہ آپ کی موم بتی کے اندر منتقل ہوجائے، تو ضروری ہے کہ اپنی موم بتی کو اس موم بتی کے قریب لے کر جاؤ، اور اتنے قریب لے جاؤ کہ تمہاری موم بتی کا دھاگہ جلتی ہوئی موم بتی کے دھاگے سے مل جائے، تو ذرا سی دیر میں وہ موم بتی جو پہلے سے جل رہی تھی، آپ کی موم بتی کو بھی روشن کردے گی، اور پھر آپ کی موم بتی بھی اُسی طرح روشن ہوجائے گی، جیسے دوسری موم بتی روشن ہے، جس طرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ، اور ایک موم بتی سے

دوسری موم بتی جلتی ہے، اسی طرح اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، لیکن قریب آنے کی ضرورت ہے۔

قریب آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ والوں کی خدمت، ان کی تابعداری اور ان کی فرمانبرداری کرتے کرتے ان کے اتنے قریب آ جاؤ کہ تمہارا دل ان کے دل سے مل جائے، آپ کا جس بزرگ سے تعلق ہے، سب سے پہلے ان کا مزاج سمجھو، پھر اپنے مزاج کو ان کے مزاج جیسا بناؤ، اور ان کے نزدیک آنے کی کوشش کرو، اس طرح آہستہ آہستہ جب تمہارا دل بالکل ان کے دل سے مل جائے گا، تو پھر ایک دن محبت کا بٹن دب جائے گا، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کی جو آگ بھری ہوئی ہے، اسکا شعلہ تمہارے اندر بھی منتقل ہو جائیگا۔

حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک شعر کہا ہے کہ ؎

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس دل میں خدا جانے کیا آگ بھری ہوگی

اللہ والوں کی صحبت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

دل میں سچی طلب اور ارادہ رکھنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ؎

اُن ہی کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں چاہنے والے

صرف مجلس میں آنا کافی نہیں ہے

جب انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کی طلب ہوگی، تو وہ اللہ والوں کو تلاش کرے گا، اور "مَنْ جَدَّ وَجَدَ" "جو کوشش کرتا ہے اس کو مل جاتا ہے" آج کل رسمی صحبت اختیار کرنے کا بڑا رواج ہے، مجلس میں آئے، بیان سنا اور چلے گئے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اللہ والے کی صحبت اختیار کرلی، مجلس میں بیٹھنا نفع سے خالی نہیں، اور اس کے نفع سے انکار نہیں ہے۔

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ جب عمل کرنے کا مرحلہ آتا ہے، تو عمل نہیں کرتے، فرائض و واجبات ادا نہیں کرتے، گناہوں سے نہیں بچتے اور اپنے شیخ کو اپنے حالات کی اطلاع نہیں دیتے، اور اسکی دی ہوئی ہدایات پر عمل نہیں کرتے، غرض! اللہ والوں سے حقیقی تعلق بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ہے: "آداب الشیخ والمرید" اس رسالے کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ کے کیا آداب ہیں، اور مرید کے کیا آداب ہیں؟ دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے؟ آداب معلوم ہوجائیں گے، تو تعلق میں اضافہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوجائے گی۔

دعا کریں کہ اللہ پاک اپنی سچی اور پکی محبت عطا فرمائیں اور اس کے حاصل کرنے کے جو طریقے بیان ہوئے ہیں، ان کو اختیار کرنے کی توفیق دیں۔ آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمدللہ ربّ العٰلمین

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین
شیخ سے تعلّق
شرح مقدمہ حیات المسلمین
بیان نمبر(۱۷)
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیاتُ المسلمین

موضوع: شیخ سے تعلق

مقام: جامع مسجد جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴؍

تاریخ: ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۳۰ مارچ ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیّئاتِ أعمالنا مَن یھدہِ اللّٰہ فلامُضِلَّ لہٗ وَ مَنْ یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لہٗ وَ أشھد أن لآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیّنَا و مولانَا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہٖ و اَصْحَابِہٖ و بارک و سلَّم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

(التوبۃ: آیت نمبر ۱۱۹)

ترجمہ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

محبتِ حق پیدا کرنے کا نسخہ

پریشانیاں، مصیبتیں اور تشویشات سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں اللہ جلّ شانہ کی محبت پیدا کرے، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی محبت مغلوب ہو جائے اور اللہ جلّ شانہ کی محبت غالب آجائے، یہ بہت اُونچا اور بڑا مفید عمل ہے، اللہ جلّ شانہ کی محبت پیدا کرنے کا اصل اور کامیاب طریقہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت اور اس کی ہم نشینی اختیار کی جائے، محبت پیدا کرنے کے دوسرے طریقے بھی اس وقت آدمی کے عمل میں آتے ہیں جب وہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہتا ہے، ورنہ آدمی چند دن عمل کرتا ہے، اس کے بعد سب ہوا ہو جاتا ہے، اس لئے آدمی کو صدق و اخلاص اور طلبِ صادق کے ساتھ کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کے اشعار

اس سلسلے میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کے چند اشعار بڑے پُراثر ہیں، وہ فرماتے ہیں ؎

جی چاہتا ہے کہ ایسی جگہ میں رہوں جہاں
رہتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

جو انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد اپنے دل میں رکھتا ہے اس کے پاس جا کر جو آدمی رہتا ہے، اسکے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کا درد منتقل ہوتا رہتا ہے ؎

یا رب! تیرے عشاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہے جن کے فیض سے یہ ارض و سمٰوٰت

زمین وآسمان اللہ والوں کی وجہ سے قائم ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ جب تک دنیا میں کوئی اللہ، اللہ کہنے والا رہے گا اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی اور زمین وآسمان ختم نہیں ہوں گے، یہ پوری کائنات اللہ والوں کی وجہ سے قائم اور دائم ہے۔

حضرت حکیم صاحب مدظلہ کا ایک اور شعر ہے ؎

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا

حضرت حکیم محمد ابراہیم رزمی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

سکھر میں ایک بزرگ حضرت حکیم محمد ابراہیم رزمی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں، ان کے اشعار بہت غضب کے ہوتے ہیں، اس سلسلے میں ان کے بھی چند اشعار ہیں ؎

دور ہے محمل سے کوئی، کوئی ہے محمل کے پاس
کس کو سمجھائیں کہ لیلیٰ ہے حریمِ دل کے پاس
کیا کہا کہ وہ کبھی آتے نہیں سائل کے پاس
پھر یہ ذکر و فکر کی دھڑکن ہے کیسی دل کے پاس

ہم مصیبتوں میں اللہ تعالیٰ کو کیوں پکارتے ہیں، پریشانیوں میں اس سے مدد کیوں مانگتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کیوں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ دل کے

قریب ہیں، اسی لئے تو ہم دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں ۔

وہ تو رہتے ہیں ہمیشہ سب کے جان و دل کے پاس
یہ حجاب اُٹھتا ہے لیکن مرشدِ کامل کے پاس
اب تو لے چل جذبۂ دل اس صاحبِ محفل کے پاس
جو نظر سے دور ہوکر بھی ہے میرے دل کے پاس
ڈوبنے کا خوف کیسا وہم تک شاید نہ ہو
وہ اگر دیکھا کریں رزمی اگر سائل کے پاس

صحبت کیوں ضروری ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو اپنا تعلق اور ایمان عطا فرمایا ہے، یہ بہت بڑی دولت اور نعمت ہے، ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان ہے اور کچھ عمل بھی ہے، لیکن ہمارا ایمان بہت ناقص اور کمزور ہے، ہمارے اعمال بھی بہت ناقص اور ناتمام ہیں، ہمارے دل پر غفلت اور سُستی، کاہلی اور لاپروائی، بے توجہی اور بے دھیانی کے پردے پڑے ہوئے ہیں، اپنے ایمان کو قوی کرنے کی اور اعمال کو درست کرنے کی ضرورت ہے، ان دونوں کو درست کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھنے لگتی ہے اور اس میں اضافہ ہوجاتا ہے، اس مقصد کے لئے اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے۔

صحبت میں بیٹھنے کی نیت

اللہ والے کی خدمت میں جانے اور ان سے تعلق قائم کرنے کی مختلف نیتیں

ہیں، حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ میں اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ آدمی اللہ والوں کے پاس صرف اس نیت سے جائے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوجائے اور ماسوی اللہ کی محبت مغلوب ہوجائے، میں شریعت کا پابند ہوجاؤں، میری عبادات شریعت وسنّت کے مطابق ہوجائیں، میرے معاملات درست ہوجائیں، میری معاشرت صحیح ہوجائے، میرا ظاہر درست ہوجائے، میرے ظاہری اعمال کی خرابیاں اور کوتاہیاں دور ہوجائیں اور میرا باطن سنور جائے، میرے باطن کی بداخلاقیاں دور ہوجائیں اور اچھے اچھے اخلاق پیدا ہوجائیں، میرے اعمال صحیح ہوجائیں۔

استفادہ کا صحیح طریقہ

اللہ والوں کے قریب بیٹھنے کو نافع اور مفید سمجھے، اگر کوئی بات ذہن میں آجائے یا پہلے سے کوئی بات ذہن میں ہو اور پوچھنے کا موقع ہو تو پوچھ لے، ورنہ خاموش رہے، اس اللہ والے سے اپنا کوئی حال نہ چھپائے، چاہے کتنا ہی بُرے سے بُرا حال ہو، اُسے کھول کر بیان کردے اور کتنا ہی اچھے سے اچھا حال ہو، وہ بھی بیان کردے، پھر اس کی طرف سے جو مشورہ اور ہدایت ملے، اس پر عمل کرے، اور کوئی اہم دینی کام اس کے مشورہ کے بغیر نہ کرے، دنیاوی کاموں میں جو اہم اور ضروری کام ہوں، ان میں بھی مشورہ کرلینا چاہئے اور اگر کوئی جائز ناجائز کا مسئلہ ہے تو اہلِ فتوٰی سے رجوع کرے اور فتوٰی کے بغیر عمل نہ کرے، اللہ والے سے خط وکتابت

کرنا چاہئے، اگر خط وکتابت کی عادت نہیں ہے یا خط وکتابت کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے تو ٹیلی فون پر رابطہ رکھے، لیکن پہلے اس سے پوچھ لے کہ میں کس وقت فون کروں؟ اس کی طرف سے جو اوقات بتائے جائیں کہ فلاں وقت پر فون کر سکتے ہو تو اس وقت پر فون کرے، دوسرے وقت پر نہ کرے، یہی صورتحال ملاقات اور ملنے کے سلسلے میں بھی ہے کہ پہلے معلوم کرلے کہ میں کس وقت ملوں؟

راحت رسانی نفع کے لئے شرط ہے

اللہ والا ملنے کا جو وقت بتائے اس کی پابندی کرے، جیسے جسمانی امراض میں ڈاکٹروں سے ملنے کے لئے وقت لینا پڑتا ہے، اگر ڈاکٹر صاحب بازار میں مل گئے اور آپ نے اپنی رپوٹیں وہیں دِکھانا شروع کردیں کہ ڈاکٹر صاحب! آپ بڑے اچھے موقع پر مل گئے، مجھے ٹائم بھی نہیں دینا پڑا، دیکھئے میرا کولیسٹرول بڑھا ہوا ہے یا نہیں؟ ڈاکٹر صاحب وہیں پر کان مروڑ دیں گے کہ کیا یہ مطب ہے؟ جیسے جسمانی امراض کے علاج کے کچھ اصول اور قاعدے ہیں، اسی طرح روحانی امراض کے علاج کے بھی کچھ اصول اور قاعدے ہیں، جیسے ڈاکٹر صاحب مشغول اور مصروف رہتے ہیں، کئی دن کے بعد، کبھی ہفتوں اور کبھی کئی مہینوں کے بعد ان سے ملنے کی تاریخ ملتی ہے، ان کے پی اے سے ٹائم لینا پڑتا ہے یا نمبر لینا پڑتا ہے، تب جا کر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوتی ہے، اسی طرح عام طور پر ہر شیخ کو مشغولیت اور مصروفیت لاحق ہوتی ہے، مرید کو اصل فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب شیخ کے دل

میں انشراح ہو، مرید کی طرف سے شیخ کو جتنی راحت پہنچے گی، شیخ کے دل میں اتنا ہی انشراح پیدا ہوگا اور اتنا ہی آپس میں دل ملیں گے اور جیسے ہی ایک دوسرے کا دل اور مزاج ملے گا اسی وقت سے شیخ کے قلب سے اللہ تعالیٰ کی محبت مرید میں منتقل ہونا شروع ہوگی، اور اگر شیخ کا دل مکدّر ہوگا اور اس کی طبیعت کے اندر انقباض ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور باطنی نفع نہیں ہوگا، باطنی نفع کے حصول کے لئے راحت رسانی اور مزاج ملنا شرطِ اعظم ہے، آدمی ایذاء رسانی کی وجہ سے باطنی نفع سے محروم ہوجاتا ہے، اکثر لوگ ان اُمور میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کی نیت تو صحیح ہوتی ہے، شیخ کا فیض رساں ہونا بھی اپنی جگہ درست ہے، لیکن نفع حاصل کرنے کے لئے جو شرائط ہیں وہ نہیں پائی جاتیں، اس وجہ سے مرید کو فائدہ نہیں ہوتا اور اس کی حالت درست نہیں ہوتی۔

شیخ کو اپنے حالات کی اطلاع دیں

جب کسی شیخ سے تعلق قائم ہوجائے اور وہ جو کچھ ہدایت دے، اس پر عمل کرے، آج کل اس کا قحط ہے، اول تو شیخ سے مشورہ نہیں کرتے، اپنی مرضی سے چلتے رہتے ہیں، جب کوئی پوچھتا ہے کہ تمہارا کسی شیخ سے تعلق ہے؟ تو خوب جتائیں گے کہ ہاں! ہم فلاں بزرگ کی مجلس میں جاتے ہیں، ہم ان سے بیعت ہیں اور اس کے مرید ہیں، وہ بزرگ ایسے ہیں اور ویسے ہیں، اس کی خوب تعریف کریں گے، لیکن اس کی ہدایت پر خود عمل نہیں کرتے۔

حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا خلاصہ دو لفظوں میں بیان فرمایا ہے، اطلاع واتباع۔ کسی اللہ والے سے سچا اور پکا تعلق قائم کرنے کے بعد اس کو اپنے حالات سے آگاہ کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ اللہ والوں کو غیب کا علم نہیں ہوتا اور عام طور پر انہیں مریدین کے حالات کا کشف بھی نہیں ہوتا، شاذ و نادر کسی کو کشف ہو جاتا ہے، مگر یہ قاعدہ نہیں ہے، جیسے ڈاکٹر صاحب کو آپ کی بیماری کا کیسے پتہ چلے گا؟ جب تک ہم ان کے پاس نہیں جائیں گے، ان سے اپنا چیک اَپ نہیں کروائیں گے اور ٹیسٹ کروا کر ان کو اپنی رپوٹیں نہیں دکھائیں گے، انہیں کیسے پتہ چلے گا کہ اندر کیا تکلیف ہے؟

شیخ کی تعلیم پر عمل کریں

اللہ والوں سے تعلق رکھنے والے لوگ عام طور پر ان کو اپنے حالات کی اطلاع نہیں دیتے، اگر کوئی جھوٹ موٹ اطلاع دیتا بھی ہے تو اس کو جو ہدایت اور مشورہ دیا جاتا ہے، اس پر عمل کرنے والے اور عمل کرنے کے بعد اطلاع دینے والے بہت کم ہیں، اس لئے شیخ کی صحبت میں عرصۂ دراز تک رہنے کے باوجود اور ان کی مجلس میں آنے جانے کے باوجود اور ان سے ملنے کے باوجود ظاہر نہیں سنورتا، باطن درست نہیں ہوتا اور دل میں اللہ جل شانہ کی محبت پیدا نہیں ہوتی، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ڈاکٹر سے تعلق رکھے اور اُسے اپنی رپوٹیں دکھا دے اور اُس سے نسخہ بھی لکھوا لے اور دوا بھی خرید لے، لیکن دوا نہ کھائے یا دوا کھائے اور ساتھ میں خوب

بدپرہیزی کرے، اس طرح صحت حاصل نہیں ہوگی، یہ جسمانی امراض میں صحت کے حصول کا قاعدہ ہے، اسی طرح روحانی امراض میں صحت کے حصول کا قاعدہ یہ ہے کہ ہمارا کسی شیخ سے تعلق ہونا چاہئے اور اس تعلق میں اخلاص ہونا چاہئے، پھر اپنے احوال کی زبانی یا خط کے ذریعے یا بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دینی چاہئے۔

اصلاح کے لئے دعا کریں

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا بھی کرنی چاہئے کہ یا اللہ! آپ نے مجھے شیخ سے تعلق کی نعمت عطا فرمائی ہے، مجھے اس تعلق کو نباہنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! میرے اندر بڑی کاہلی اور سستی ہے، میں بڑا نالائق ہوں، مجھے اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! مجھے اپنا صحیح، سچا اور پکا تعلق نصیب فرما، آمین!

آدمی اللہ والے کی صحبت میں اس نیت سے جائے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے تو اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے گی، ذکر کرنے کی توفیق ہو جائے گی، شکر کرنے کی توفیق ہو جائے گی اور صبر کرنے کی توفیق بھی ہو جائے گی، اور دین پر عمل کرنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہوتا چلا جائے گا۔

دُعا کے لئے بزرگوں سے تعلق رکھنا

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ان کی نیت صحیح نہیں ہوتی، ان کے مقاصد کچھ اور ہوتے

ہیں، اس لئے ان کو فائدہ نہیں ہوتا۔

بزرگوں سے دنیاوی مقاصد کے لئے تعلق رکھنا

مثلاً جب کسی شخص پر کوئی مصیبت آتی ہے، اُسے کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے اور وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو جہاں وہ مصیبت اور پریشانی سے چھٹکارے کیلئے دیگر تدبیر اختیار کرتا ہے اور اپنی اس بیماری کا علاج کرواتا ہے، اس کے ساتھ وہ کسی بزرگ سے جا کر دعا بھی کرواتا ہے، تو اس بزرگ کے پاس اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کی نیت سے نہیں جاتا، اپنی پریشانی اور بیماری دور ہونے کی دعا کروانے کی نیت سے جاتا ہے، دعا کروانا بذاتِ خود کوئی بری چیز نہیں ہے، اچھا کام ہے، لیکن اس سے اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا، آپ بزرگ کے پاس جا کر ان کو اپنا حال بتائیں گے تو وہ دعا کر دیں گے اور تسلی بھی دے دیں گے، اس طرح دعا کروانے والے کو فائدہ ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا نہیں ہوگی۔

اگر بزرگوں سے تعلق رکھنے میں نیت اپنی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول ہے اور اس کے ساتھ کبھی کسی پریشانی میں دعا کے لئے کہہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وظیفہ پوچھنے کے لئے تعلق رکھنا

بعض لوگ اللہ والوں کے پاس اس لئے جاتے ہیں، تاکہ ان سے اپنے دنیاوی مقاصد کے لئے کوئی وظیفہ پوچھیں، مثلاً شادی نہیں ہو رہی تو شادی کے لئے

وظیفہ چاہئے، آج کل یہ پریشانی عام ہے، اس مقصد کے لئے رجوع کرنے والوں کی کوئی حدوشمار نہیں ہے، خطوط کے اندر، زبانی ملاقات میں اور نیٹ پر یہ سوال سب سے پہلے ہوتا ہے کہ ہمیں کوئی ایسی ترکیب اور وظیفہ بتادیں کہ کسی طرح ہماری شادی ہوجائے، بہت سے لڑکے پریشان ہیں، ان کو نیک لڑکیاں نہیں مل رہی ہیں، اور بہت سی لڑکیاں پریشان ہیں، ان کو نیک لڑکے نہیں مل رہے، اور ان کے ماں باپ بھی اپنے بچوں اور بچیوں کے رشتوں کے سلسلے میں پریشان ہیں، اور یہ پریشانی اپنی جگہ بجا ہے، اس مقصد کے لئے بزرگوں سے وظیفے پوچھے جاتے ہیں کہ فلاں بزرگ مستجاب الدّعوات ہیں اور بڑے اُونچے منصب پر فائز ہیں، وہ کوئی ایسا وظیفہ بتادیں گے جس سے چٹ منگنی پٹ بیاہ ہوجائے گا، اس مقصد کے لئے ان کے پاس جائیں گے اور وظیفہ مانگیں گے تو وہ بتادیں گے اور وظیفہ معلوم نہیں ہوگا تو دعا کردیں گے، لیکن اس نیت سے تعلق رکھنے سے اصلی مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

اگر نیت اپنی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا ہے اور کبھی کسی جائز مقصد کے لئے وظیفہ بھی پوچھ لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تعویذ کے لئے تعلق رکھنا

بعض لوگ بزرگوں سے اس لئے تعلق رکھتے ہیں کہ ان سے تعویذ لیں گے، آج کل تعویذ والا چکر بہت ہے، جادو کی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے، آسیب اور نظر بھی ہے، لیکن آج کل لوگوں نے اس کو ذہن میں بہت زیادہ جمالیا ہے، ذرا سی کوئی

پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے، شادی بیاہ میں ذرا سی دیر ہوتی ہے، کاروبار میں ذرا سی دُشواری ہوتی ہے تو فوراً ذہن میں آتا ہے کہ کسی نے جادو کروادیا ہے، اس پر تو آسیب ہے، کسی نے رشتے باندھ دیے ہیں، کسی نے دوکان باندھ دی ہے، ہر مسئلہ میں جادو، آسیب اور نظر لگنے کی بات کریں گے، ایک بہت بڑی دنیا اس سلسلے میں پریشان ہے، اور اکثر جادو اُتارنے والے لوگ دوکاندار ہیں، ان کی دنیا ہی الگ ہے، یہ بہت مشکل ہے کہ وہ کسی کو جادو سے پاک بتادیں، ایک مرتبہ جو شخص انکے پاس چلا گیا تو چاہے اس پر سچ مچ جادو اور آسیب نہ ہو، وہ دکھادینگے اور ثابت کردیں گے کہ جادو ہے، آسیب بھی ہے اور بہت برا حال ہے اور یہ آسانی سے کٹنے والا نہیں ہے، بیس ہزار چاہئیں، جیسے کیسے بیس ہزار دے دیے، لیکن پھر بھی مریض جہاں ہے وہیں کا وہیں کھڑا رہتا ہے۔

معاشرے میں پھیلا ہُوا وہم

ایک مخلوقِ خدا اس مصیبت میں گرفتار ہے اور اس کا کوئی حل نہیں ہے، اس لئے کہ حقیقت میں ان چیزوں کا اثر ایک فیصد ہے اور ہم نے ننانوے فیصد اپنا مصنوعی جن چڑھایا ہوا ہے، اپنا مصنوعی جادو چڑھایا ہوا ہے اور اپنی طرف سے ذہن میں خواہ مخواہ یہ خیال جمایا ہوا ہے کہ نظر لگ گئی ہے، حالانکہ نظر نہیں لگی ہے، جیسے اگر ہم ذہن میں یہ بات بٹھالیں کہ مجھے نظر لگ گئی ہے، اس لئے میں بیمار پڑ گیا ہوں، اس کا کوئی علاج نہیں ہے، یہ تو اپنا خود ساختہ خیال اور وہم ہے، یہ اپنا پالتو جن

ہے، یہ اپنا چڑھایا ہوا جادو ہے اور اپنی چپکائی ہوئی نظر ہے، اس بیماری کا کسی کے پاس علاج نہیں ہے، اس کا صرف آپ ہی کے پاس علاج ہے، اپنے ذہن سے جادو کو نکالیں، اپنے ذہن سے آسیب کو بھگائیں اور اپنے ذہن سے اس بات کو نکالیں کہ مجھے نظر لگی ہے، یہ سمجھیں کہ کچھ بھی نہیں ہے، اور پھر کسی عامل کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

قوّتِ خیالیہ کا کرشمہ

قوّتِ خیالیہ ایک عجیب نعمت ہے، اس کے اندر اللہ پاک نے عجیب وغریب تاثیر رکھی ہے، اس کے اندر اتنی تاثیر ہے کہ اگر واقعی کسی کے اُوپر جادو یا آسیب ہو یا اُسے نظر لگ جائے اور وہ یہ سوچے کہ کچھ نہیں ہے، تو یہ بات بھی اپنا اثر کرتی ہے اور اس کے اثر سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اصل سے مرض ہی چلا جاتا ہے، ورنہ مرض میں تخفیف ضرور ہو جاتی ہے، کیونکہ جادو زیادہ تر ذہن اور خیال پر کیا جاتا ہے، اگر آپ خیال کرو گے کہ مجھے کچھ نہیں ہے، تو اگر واقعۃً جادو ہوگا وہ ختم ہو جائے گا، بعض لوگ یہ بات سوچ سوچ کر بیمار ہو جاتے ہیں کہ کسی نے جادو کر دیا ہے اور حقیقت میں جادو وادو کچھ نہیں ہوتا۔

تعویذ گنڈوں میں غلو سے بچیں

اگر تعویذ کا لین دین اعتدال کے ساتھ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن آج کل لوگ اس میں بہت زیادہ مبتلا ہیں، اس میں مبالغے سے بچنے کی ضرورت

ہے، بعض لوگ ان مقاصد کیلئے اللہ والوں کے پاس جاتے ہیں، دنیاوی مقاصد کے حصول کی نیت سے کسی اللہ والے کے پاس جائیں گے تو ظاہر ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول مقصود نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنا مقصود نہیں ہے تو کسی اللہ والے کے پاس دس سال بھی بیٹھیں گے، تب بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

آج کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ جس کو جس اللہ والے سے مناسبت ہو، اس سے سچا اور پکا تعلق قائم کرے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیقِ عمل عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

❁❁❁

دیگر مطبوعات

مکتبۃ الاسلام کراچی